دُھند

صغرا مہدی

ناولستان، جامعہ نگر۔ نئی دلّی ۲۵

عذرا کے نام

تقسیم کار

صدر دفتر

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
جامعہ نگر، نئی دلی ۲۵

شاخ
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
اردو بازار، دلی ۶

شاخ
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
پرنسس بلڈنگ بمبئی ۳

شاخ
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ ۲

بار اول

نومبر ۱۹۷۴ء

قیمت آٹھ روپے

کوہ نور پرنٹنگ پریس۔ دہلی

انھیں یقین کی جنّت ملی وراثت میں
ہمارے حصّے میں آیا ہے دشتِ وہم و گماں

"شیواجی ہندوستان کی تاریخ میں بہت بُرا انسان گزرا ہے۔
ہم اس سے نفرت کرتے ہیں اس لیے کہ اس نے اورنگ زیب سے
لڑائی لڑی۔ وہ مسلمانوں کا دشمن تھا۔ ہم ایسے آدمی کی تعریف نہیں
کر سکتے۔ ہم آپ سے بھی خفا ہیں کہ آپ ہم کو وہ چیزیں کیوں پڑھاتی
ہیں جو ہندوؤں نے کتابوں میں لکھ دی ہیں......" بلقیس نے کاپی
پلٹ کر دیکھی۔ ریحانہ بیگم کلاس ساتویں سیکشن سی۔ اس کی نظروں میں
سب سے پیچھے بیٹھنے والی ریحانہ کی شکل گھوم گئی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ
آگئی۔ سانولے رنگ کھڑے کھڑے نقشے والی دُبلی پتلی ریحانہ جو اس
کے کلاس کی سب سے زیادہ شریر، سرکش اور مُنہ پھٹ لڑکی تھی جو اسے
بہت عزیز تھی۔ تو ریحانہ بیگم تم مجھ سے خفا ہو۔ مگر تمھیں یہ باتیں کس
نے بتائیں. تم نے یہ سب کہاں سے سنا؟ اسکول سے؟ گھر سے؟
محلے سے؟ تو اس کا مطلب ہے کہ کل پھر مجھے اسی موضوع کو لینا ہوگا

میں جانتی ہوں کلاس کی بیشتر لڑکیاں یہی سوچتی ہیں مگر ان میں تمہاری طرح جرأت نہیں۔ اُف فضا کس قدر بوجھل ہے شام کے سائے گہرے ہو رہے ہیں۔ میاں ابھی تک نہیں آئے۔ آج صبح بھی ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ نہ جانے میاں اتنا کام کیوں کرتے ہیں۔ رات امی جان کی تصویر میز سے گر کر ٹوٹ گئی۔ بہت بُرا لگا انسان اور اس کے جذبات وہ تصویر جو میاں کے پلنگ کے پاس چھوٹی میز ہے نا اس پر رکھی رہتی ہے یہ میری امی کی شبیہہ ہے۔ امی جان جن کی آنکھوں میں محبت کا گہرا سمندر لہریں مارتا ہے۔ امی جان نہ جانے کیسے اتنے بہت سے لوگوں سے محبت کر لیتی تھیں ـــ ہر طرح کے لوگوں سے۔ میاں اور امی جان آخر ان دونوں میں ایسی گہری محبت اور رفاقت کیسے تھی ان دونو کے مزاج اور طبیعتیں تو کافی مختلف تھیں! علی کہتا ہے کہ میاں آئیڈیالسٹ ہیں۔ اور ان کے ساتھ امی جان نے بہت دکھ اٹھائے ہیں۔ مگر میاں وہ بھلا کیسے کسی کو دُکھ دے سکتے ہیں؟ ... علی نہیں آیا ضرور کسی میٹنگ میں ہوگا۔ کاش وہ ذرا سنجیدہ ہوتا! مگر وہ تو صرف فیشن کے طور پر خود کو انٹلیکچوئیل طبقے میں شامل کرنے کے لیے وہ یہ سب کرتا ہے۔ کاش اس نے سنجیدگی سے مطالعہ کیا ہوتا۔ کس قدر اصرار ہوتا ہے کہ میں بھی اس کے جلسے میں جایا کروں۔ اور وہ حضرت، وہ ان کے احمد راحت کا ذکر وہ بات پیچھے کرتا ہے خاصے سر پھرے سے ہیں۔ خیر مجھے ان سے کیا۔ الماس نہ جانے لکھنؤ سے کب آئے گی۔ بدتمیز نے ایک خط بھی نہیں لکھا۔ تھوڑی دیر چل کر لان میں ٹہلا جائے۔ مگر یہ ڈھیر سی کاپیاں، ریحانہ بیگم تم نے مجھے بہت

پریشان کر دیا میں کس طرح سے تمہارے دل سے یہ بات مٹاؤں۔
وقتی طور پر تم مجھ سے متفق ہو جاؤ گی مگر اس زہریلے ماحول کو کیسے بدلا
جائے ۔ مگر نہیں ۔ یہ یوں ہی رہے گا ۔ جب اسکول میں استانیاں
اور استاد خود اسی طرح سوچتے ہیں تو ۔۔۔ پھر بچّے ۔۔۔ کیا
انجام ہوگا ہم لوگوں کا ۔۔۔ ارے سات بج گئے ، علی آیا ہے نہ
میاں علی کو خبر "بٹیا میاں آگئے ۔"

خلیا کہہ رہی تھیں ۔ وہ کاپیاں سمیٹنے لگی ۔ "بلقیس بیٹے کہاں
ہو ؟" میاں اسے پکار رہے تھے ۔ دوسرے لمحے وہ میاں کے
گلے سے لگی سوچ رہی تھی ۔ ان کے گلے سے لگ کر ایسا کیوں لگتا ہے
کہ میں محفوظ ہوں ۔ ہر دُکھ ہر مصیبت ہر تکلیف سے "میاں آج
صبح آپ مجھ سے نہیں ملے تو میرا دن بہت بُرا گزرا اور آج دن بھر
آپ باہر رہے ؟" میاں نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا ٹرن ٹرن
ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی تھی ۔ "ہلو ، جی نہیں ہے ..... نہ معلوم وہ
کہاں ہے ۔ میں بلقیس بول رہی ہوں جی ضرور میں کہہ دوں گی
اس سے ۔"

کاش احمد زیدی تم میرے سوالات کا جواب دے سکو
بلقیس نے ریسیور رکھتے ہوئے سوچا ۔

"ہلو ، مس رضوی " مسٹر ماتھر نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے
کہا ۔ "ہلو " بلقیس نے اخبار پر نظریں جمائے ہوئے آہستہ سے جواب

دیا۔

"کیا بات ہے تمہارا موڈ اب تک خراب ہے تم بھی حد کرتی ہو۔ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کا اتنا اثر لیتی ہو ......"

"مسز ماتھر یہ چھوٹی چھوٹی باتیں نہیں ہیں۔ آج مسز رحمان نے کس انداز اور کس زبان میں مسز شرما سے گفتگو کی ہے کس قدر رکیک الزام ان پر لگائے ہیں۔"

"بھئی دیکھو انداز کا جہاں تک سوال ہے تو بد تمیزی میں تو تمہاری دوست بھی کسی سے کچھ کم نہیں ہیں۔ رہے الزامات تو اس طرح کے الزامات ہم سب ایک دوسرے پر لگایا کرتے ہیں۔ حالات ہی ایسے ہیں ممکن ہے مسز شرما کے دل میں کوئی تعصب نہ ہو۔ مگر زیادہ تر لوگ اسی طرح سوچتے ہیں۔"

"مگر کیوں سوچتے ہیں کیا ہم اس کا کوئی تدارک نہیں کر سکتے۔" بلقیس نے اخبار دوسری میز پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہم کیا کر سکتے ہیں کچھ بھی نہیں، کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔"

"ہم ان حالات کو بدل نہیں سکتے ہم ان پر احتجاج نہیں کر سکتے مسز ماتھر مجھے آپ سے یہ شکایت ہے کہ آپ خاموش رہتی ہیں آپ ....."

"اس لیے کہ میں دیکھتی ہوں کہ تم لوگ جو بولتے رہتے ہو کیا کر لیتے ہو۔ سوائے اس کے بُرے بنتے ہو مخالفت مول لیتے ہو۔ اور پھر ان جاہل عورتوں کے منھ کون لگے جو ہر وقت ہاتھ پھیلا پھیلا کر لڑنے کو تیار رہتی ہیں۔ مس رضوی بُرا نہ مانو تو ایک بات کہوں؟"

"کیا؟"

"تم مسز شرما کے ساتھ تو ہا کرو۔ ان کا ریکارڈ اچھا نہیں ہے۔ وہ کتنے ہی اسکول بدل چکی ہیں ہر جگہ سے ان کا تبادلہ کر دیا جاتا ہے کسی پرنسپل سے ان کی نہیں بنتی ....."

"ہاں ہاں مسز ماتھر مجھے معلوم ہے میں مسز شرما کے سارے قصور جانتی ہوں۔ پرنسپلوں اور انسپکٹریوں سے خفگی کے اسباب بھی جانتی ہوں۔ اس کا یہ قصور ہے کہ وہ صرف اپنے کام سے کام رکھتی ہے جی جان سے لڑکیوں کو پڑھاتی ہے۔ ان سے محبت کرتی ہے۔ جن لڑکیوں کو فیل ہونے کے قابل سمجھتی ہے فیل کر دیتی ہے اس کے دل میں کسی کا کوئی تعصب نہیں ہے۔ پرنسپلوں کی خوشامد نہیں کرتی ان کی بدعنوانیوں پر احتجاج کرتی ہے۔ رشوت نہیں لیتی..."

"انٹرول ہو گیا" مسز ماتھر نے بلقیس کی باتوں سے بے مزہ ہو کر کہا اور اس طرف بڑھ گئیں جہاں چائے بن رہی تھی۔

"ارے آج ٹی کلب میں کیا بنا ہے؟"

مسز ڈھینگرا اودی نائلون اور عنابی فیشن کا بلاؤز پہنے داخل ہوئیں۔

"مسز ڈھینگرا آپ یہ صبح ہی معلوم کر چکی ہیں کہ دس لائی اور پنیر کے پکوڑے ہیں اسی لیے آپ نے آج پانچ منٹ پہلے کلاس چھوڑ دی" پیچھے آتی ہوئی مسز شرما نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"آپ بہت اچھی لگ رہی ہیں مسز ڈھینگرا آپ کی یہ ساڑھی کس قدر خوب صورت ہے" بلقیس نے جلدی سے ان کو اپنی طرف

متوجہ کر لیا۔

"واقعی؟ جناب آج تو غضب ڈھا رہی ہیں ہماری مسز ڈھینگرا" مس چودھری نے بلقیس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"گڈی کے پاپا جی نے مجھے یہ شادی کی بیسویں سالگرہ پر دی تھی" مسز ڈھینگرا نے رس ملائی اپنے منہ میں رکھ کر کہا۔ "ارے رادھا یہ رس ملائی تو کہاں سے لائی ——— ، سندھی کے یہاں سے کہ پنجابی کے یہاں سے"۔

"ارے ریتو مرزا نہیں آئی" کسی نے پوچھا

"وہ آج چھٹی پر ہے" مسز شرما نے جواب دیا۔

"اور آبھا جین؟"

"وہ ہمیشہ دیر سے آتی ہے ضرور کلاس لے رہی ہو گی۔ عجیب کریزی لڑکی ہے" مسز ریتا نے اظہار خیال کیا۔

"واقعی پڑھاتا بھی کریزی ہے" مسز شرما نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"عجیب عورت ہے بغیر طنز کے رہ ہی نہیں سکتی" مسز ماتھر نے آہستہ سے کہا اور کھڑکی میں جا کر کھڑی ہو گئیں۔

"بھی ریتو مرزا کا حصہ میں لے رہی ہوں" مسز ڈھینگرا نے اعلان کیا اور پلیٹ اٹھا کر کھانا شروع کر دیا۔

"میری چائے کہاں ہے" آبھا جین نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا "میں بہت تھک گئی ہوں" اس نے کاپیاں میز پر پٹخ دیں۔

"چلو اچھا ہوا کہ تم آگئیں ورنہ" بلقیس نے آہستہ سے کہا

"ورنہ کیا؟"

"ورنہ تمھارے حصے کا بھی یہی حشر ہوتا" مس فاروقی نے مسز ڈھینگرا کی طرف اشارہ کیا۔ آبھا جین مسکرانے لگی۔

"تم مسز شرما پھر آج مسز رحمٰن سے لڑ پڑیں، کیا ہو گیا ہے تمھیں" آبھا نے مسز شرما سے کہا جو چائے ختم کر کے کاپیاں دیکھ رہی تھیں۔

"تمھیں معلوم ہے آج انھوں نے کیا کیا......"

"جو بھی کیا ہو، آبھا جین نے بات کاٹی۔ میرا ایک مشورہ ہے کہ تم اپنے خالی پیریڈ میں اسٹاف روم میں بیٹھا کرو"

"تم اگر یہ مشورہ مسز رحمٰن کو دو تو بہتر ہے" مسز شرما نے بے نیازی سے کہا اور پھر کاپیاں دیکھنے میں مشغول ہو گئیں۔

"ہاں مسز رحمٰن اگر پرنسپل کے ساتھ بیٹھا کریں تو اچھا ہے" مس فاروقی نے کہا

"کیا؟ میرا نام کیوں لیا، کس نے لیا" مسز رحمٰن مع اپنے بھاری بھرکم وجود کے کمرے میں داخل ہو رہی تھیں۔

"جی جی وہ میں......" مس فاروقی ہکلانے لگیں۔

"چپ رہو تم بھی ان بے ہودہ بدتمیز عورتوں کے ساتھ..."

"مسز رحمٰن ذرا زبان سنبھال کر بولیے"، مسز شرما کا منھ غصے سے لال تھا۔

"کیا انٹرول ختم ہو گیا" مسز ماتھر نے گھبرا کر کہا اور کمرے سے نکل گئیں۔"

"چپ رہو مسز شرما" آبھا نے مسز شرما کی خوشامد کی۔
"بھئی مسز شرما تم میرا پیریڈ لے لو" مسز ڈھینگرا نے پاؤں اٹھا کر کرسی پر بیٹھ کر ایک بڑی سی ڈکار لے کر اعلان کیا۔
"انٹرول کے بعد آپ لوگ کلاسوں میں مانیٹرز کو کھڑا کر کے فوراً پرنسپل کے کمرے میں آئیے۔" چپراسی نے آکر بے حد تحکمانہ لہجے میں کہا۔
"بھئی بلقیس تم کیوں اتنی اداس بیٹھی ہو" آبھا بلقیس کی طرف متوجہ ہوئی۔
"کچھ نہیں یہ سوچ رہی ہوں یہ سب کیا ہے ؟ ...."
"میں تم کو کس طرح یہ سمجھاؤں بلقیس کہ اپنے ملک کا عام پیٹرن ہی یہی ہے مسز رحمٰن اور مسز ڈھینگرا قسم کی خواتین حضرات ... کے ہاتھوں ہی میں اپنے ملک کا نظام تعلیم ہے"
"مگر ایسا کیوں ہے۔ ایسا کب تک رہے گا اس کا حل کیا ہے آبھا؟"
"یہ سب مت سوچو تم نے جو خوب صورت اصول تعلیم پڑھے ہیں ان کو بھول جاؤ اور سمجھ لو کہ وہ عمل میں نہیں لائے جاتے ان پر عمل ہو ہی نہیں سکتا۔ بس یہ یاد رکھو کہ ہم آزاد ہیں۔ ہم نے اپنا نظام تعلیم بدل دیا ہے۔ تعلیم اب عام ہو رہی ہے۔ ہمارے ملک نے بہت سے ماہر تعلیم پیدا کیے ہیں۔ جن پر ہم کو فخر ہے۔ انھوں نے تعلیم پر بہت اچھی کتابیں لکھی ہیں۔ مگر اسکول میں اسی طرح پڑھاؤ جیسے سب پڑھاتے ہیں یعنی کورس رٹواؤ اور پر تحقیق رکھو کہ ان کو کتنے ہوم ورک اور کلاس ورک کرائے ہیں۔ سال بھر عیش کرو۔ کلاس میں بیٹھ کر

ادنکھو مگر معائنہ کی تیاری بہت تندہی سے کرو۔ چارٹ بناؤ
خاکے بناؤ اور امتحان میں......

"بس خدا کے لیے آبھا جین تقریر بند کرو۔ سبھی لوگ میٹنگ میں
جا چکے ہیں اور تم دونوں کا انتظار ہے"۔

"اور دیکھو تم اور بلقیس خدا کے لیے آج چپ رہنا۔" مجھے
آخری پیریڈ کی چھٹی لے کر جانا ہے۔ اوڈین پر میرا بوائے فرینڈ
انتظار کرے گا"۔ مس رینا نے کہا۔

"چلو"۔ آبھا نے بلقیس سے کہا۔ بلقیس نے ایک ٹھنڈی سانس
بھری اور ڈھیلے ڈھیلے قدم رکھتی پرنسپل کے دفتر کی طرف جانے لگی۔

زندگی کیا ہے کیوں ہے اسے کیسے گزارا جائے۔ کیا اس کا
کوئی مقصد ہے؟ یا پھر اسے ایسے ہی گزرنے دیا جائے جیسے گزر رہی
ہے۔ کیا یہ صحیح ہے کہ نہ باگ ہاتھ میں ہے نہ پا ہے رکاب میں تو پھر...
کیا میں اسکول چھوڑ دوں؟ مگر پھر؟ ہسٹری میں ایم اے پھر ریسرچ پھر
کسی باہر کی یونیورسٹی میں جا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کر دوں پھر؟ یا تو وہاں
رہ جاؤں یا یہاں واپس لوٹوں یا میں شادی کر لوں۔ کس سے
کیا شادی کے بعد میرے سامنے یہ مسئلہ نہ رہے گا۔ مجھے اب تک
شادی کرنے کا خیال کیوں نہیں آیا۔ میں نے اب تک کسی کو پسند
بھی نہیں کیا! نہ معلوم میرا دل یہ سب سوچتے کیوں گھبراتا ہے
ٹھیک تو ہے زندگی میں کیا کمی ہے۔ کوئی کمی نہیں؟ کوئی نہیں

میاں بہت دُبلے اور کمزور ہوتے جا رہے ہیں، اپنے آپ کو وہ تھکا بھی تو لیتے ہیں۔ زندگی بھر کام کرتے رہے لکھتے رہے پڑھتے رہے مگر وہ کبھی کام کرنے سے نہیں اکتاتے وہ کبھی یہ نہیں سوچتے کہ کیا فائدہ ہے ان کاموں کا۔ کیا ہے ان کا حاصل شاید سوچتے ہوں تو پھر وہ کیسے اس دل جمعی اس لگن سے کام کرتے رہتے ہیں؟ میاں کا چیک اپ ہونا چاہیے علی کو میاں کی ذرا فکر نہیں ہے۔ وہ تو اپنی ہی دنیا میں مگن ہے مگر میاں میں.... مجھے کبھی کبھی خیال آتا ہے میاں کو زندگی کی اعلیٰ قدروں پر، مذہب پر، انسانیت پر اٹل اعتماد کیسے ہے؟ مجھے تو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے کیسی عجیب بات ہے میں بہت سی باتوں میں میاں کو آئیڈیلائز کرتی ہوں مگر ان کے نظریوں ان کے اصولوں کو میں کبھی نہیں مان سکی وہ میرے لیے کیوں قابل قبول نہیں ہیں مجھے تو لگتا ہے کہ یہ سب الوژن ہے صرف الوژن.... یہ دنیا اس کے.....؟

بٹیا اے بٹیا سنتی نہیں۔ الماس بٹیا ٹیلیفون پر بلا رہی ہیں" خلیا کہہ رہی تھیں۔ الماس! وہ چونک پڑی یہ کب لکھنؤ سے آ گئی۔

ہلو تم کب تک پڑیں؟ کون؟ تمہارے کزن کا کیا نام ہے۔ صہیب ہے۔ اچھا۔ ٹھیک ہے۔ ضرور آؤ ان کو بھی لاؤ۔ یہ کیوں؟ اچھا اچھا۔ میں تمہارا انتظار کروں گی۔ صہیب! کیا دقیانوسی نام ہے۔ ان الماس کے کزن کا بلقیس نے رسیور رکھتے ہوئے سوچا۔

خوب ہے یہ الماس بھی اچھی سی ساڑھی پہنو۔ چوٹی کا جوڑا باندھ کر اور کوئی اچھا سا سینٹ لگا لو اور چہرے پر یاسیت اور قنوطیت

کے بجائے شگفتگی ہونی چاہیئے۔ بلقیس مسکرانے لگی۔

"بٹیا چائے پی لو بھیا تو دیر سے آئیں گے" خلیا کہہ رہی تھیں

"نہیں الماس آرہی ہے اور خلیا ذرا چائے پر کچھ پکا دو۔"

"نہ جانے علی میاں کب آئیں گے نہ جانے کہاں آوارہ ہی تباہی پھر رہے ہوں گے میاں تو ان سے کچھ کہتے نہیں" خلیا بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں۔

خلیا تو علی کو اب تک بچہ ہی سمجھتی ہیں۔ اگر ان کا بس چلے تو وہ علی کو اپنے گھٹنے سے لگا کر بٹھائیں۔ صبح کتنا دلچسپ منظر ہوتا ہے ناشتہ کی میز پر۔ یہ تقریباً اپنے ہاتھ سے علی کو ناشتہ کراتی ہیں۔

شہیب احمد یا ضہیب علی تم جو بھی ہو نام تو خاصا دقیانوسی ہے میرے خیال میں یہ ساڑھی بری نہیں ہے۔ گلابی گوٹے کی ساڑھی کیا بری ہے۔ جوڑا باندھ لوں" اور وہ خود سنورنے لگی، میں الماس کی ہدایت پر یوں کیوں عمل کر رہی ہوں۔ الماس کتنے دن بعد آئی ہے اس سے بہت سی باتیں کرنی تھیں۔ مگر وہ حضرت نہ جانے کیسے ہوں گے احمد زیدی کو شاید الماس جانتی ہے۔ مگر تم بہت اچھے لگتے ہو۔ احمد زیدی اس زمانے میں اتفاقاً تم سے مختلف موقعوں پر یوں ہی ملاقاتیں ہو گئیں۔ مگر الماس اس بات کو تھوڑی مانے گی۔ اور کوئی بات نہیں ہے۔ تم تو مجھے صرف اس لیے اچھے لگتے ہو کہ تمھاری باتوں میں وزن ہے تم نے اپنے لیے ایک راہ چن لی ہے ہو سکتا ہے وہ غلط ہو۔ اس سے اختلاف بھی کیا جا سکتا ہے مگر یہ بات تو قابل قدر ہے نا کہ تم خلوص سے اس پر چل رہے ہو۔ منزل

کے لیے کتنے کوشاں ہو۔ اور تم خوب صورت بھی ہو، تمھاری شخصیت میں عجب دل کشی ہے تمھیں دیکھ کر تمھاری طرف آپ ہی آپ دل کھنچنے لگتا ہے۔ مجھے اس طرح آج تک کوئی پسند نہیں آیا۔ میں نے اس نظر سے آج تک کسی کو دیکھا ہی نہیں کیوں مجھے خود بھی نہیں معلوم۔ علی کہتا ہے۔ میں خود پرست ہوں۔ الماس کا کہنا ہے کہ میں آرام طلب ہوں۔ آبھا کا تجزیہ ہے کہ میں سنکی ہوں۔ اسی لیے میں اب تک کسی کو پسند نہ کر سکی۔ الماس تم کو پسند کرتی ہے اور آبھا ان شادی شدہ جھکی پروفیسر کو۔ اُسے گلاب تو بالکل مرجھا گئے ہیں۔" بلقیس نے گلدان سے پھول نکالتے ہوئے سوچا۔ صہیب کو الماس اپنے ساتھ لا رہی ہے، یہ تو ٹھیک ہے مگر مجھے یہ جو بننے سجنے کی ہدایت ہے کیا ان دونوں — میرا دل چاہتا ہے — احمد زیدی تم سے پھر ملوں ......

"ہلو بلقیس بیگم" وہ چونک پڑی۔

"ان سے ملو یہ ہمارے کزن ہیں صہیب بھائی اور یہ ہے بلقیس" الماس کہہ رہی تھی۔ اوہ تم نے میری ہدایت پر لفظ بلفظ عمل کیا ہے" بلقیس نے صہیب کو اچٹتی نظروں سے دیکھا بید لمبا قد سانولا رنگ اچھا اسمارٹ آدمی ہے وہ دل میں سوچنے لگی۔

"ارے آپ بیٹھیے نا بھئی ادھر تم۔ ہاں بھئی، بلقیس صہیب بھائی مدتوں سے باہر ہیں۔ اس لیے تم نے ان کا ذکر مجھ سے نہیں سنا ہوگا۔ مگر یہ اماں کے کافی قریبی بھانجے ہیں۔ آج کل یہ لکھنؤ آئے ہوئے تھے ویسے یہ امریکہ میں رہتے تھے۔ مجھے کافی کام کی چیز

نظر آئے میں ان کو پکڑ لاتی"۔ الماس بولے جا رہی تھی۔

صہیب سگار پی رہے تھے اور دزدیدہ نظروں سے الماس کو دیکھ بھی رہے تھے۔

"آپ کب ہندوستان آئے"۔ بلقیس نے پوچھا۔

"تم نے یہ عجیب بے تکا سوال کیا ہے۔ بھئی چائے والے، ارے ارے میں خلیا سے تو لا رہی ہوں"۔ یہ کہتی ہوئی الماس کچن کی طرف چلی گئی۔

"جی مجھے یہاں آئے تو ہفتہ ہو گیا"۔ صہیب نے کہا۔

"آپ کتنے دن بعد واپس آئے۔ کیسا لگا آپ کو ہمارا ملک"۔ بلقیس نے پوچھا۔

"ملک تو خیر جیسا بھی ہے یہاں کے لوگ بہت اچھے ہیں اتنے دن بعد اپنے رشتہ داروں عزیزوں سے میرا مطلب ہے...." "اے بلقیس تم چپ ہو۔ میرا تو خیال تھا کہ تم ہندوستان کے تعلیمی نظام کی خرابی۔ اسکولوں کی ابتری۔ استادوں کی جہالت پر ایک دھواں دھار تقریر کر چکی ہو گی"۔ الماس نے چائے کی ٹرولی ڈھکیلتے ہوئے کہا۔ صہیب مسکرانے لگا۔

"تمہیں بڑی مایوسی ہوئی"۔

"یہ لڑکی بھی بری نہیں۔ مگر الماس اس کے مقابلے میں زیادہ خوب صورت ہے یقیناً اس میں سیکس اپیل اس سے زیادہ ہے"۔ صہیب نے دل میں سوچا۔

"آپ یہاں کب تک ٹھہریں گے میرا مطلب ہے آپ کا قیام کہاں اور کب تک ہندوستان میں رہے گا؟"

"میں فی الحال تو ایک سال کی چھٹی لے کر آیا ہوں۔ مجھے ایک کتاب لکھنی ہے۔ اس سے متعلق مواد مجھے یہاں تلاش کرنا ہے۔ میں مینی ٹوپا یونیورسٹی میں کام کرتا ہوں"۔

"کیا مضمون ہے آپ کا"؟

"سوشیالوجی"۔

"بھئی بلقیس ان کے آنے کا خاص مقصد شریک حیات کی تلاش ہے۔ رہتے تو یہ امریکہ میں مگر شادی کرنا چاہتے ہیں کسی ہندوستانی لڑکی سے۔ اس سلسلے میں یہ نہایت محب وطن واقع ہوئے ہیں"۔ الماس نے ایک سانس میں کہا۔

"لیجیے یہ سموسہ لیجیے"۔ بلقیس نے الماس کی بات کو بالکل نظرانداز کرکے سموسوں کی پلیٹ صہیب کی طرف بڑھائی۔

"بھئی الماس مانا کہ تم میری گارجین ہو مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں"۔ صہیب مسکرا رہے تھے۔

"ارے بھئی شکرگزار ہوئیے کہ پہلی ملاقات میں میں نے عرض مدعا کر دیا۔ بھئی صہیب بھائی آج کل کی بھاگ دوڑ کی زندگی میں اس کی گنجائش کہاں کہ کپڑے پھٹیں یا جوتے گھسیں ادھر سوال اُدھر جواب اگر ہاں تو ٹھیک ہے نہیں تو دوسرا گھر دیکھو"۔ الماس ایک ہی سانس میں کہے جا رہی تھی۔

"بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ"۔ بلقیس نے مسکرا کر کہا۔
"بلقیس بہت اچھی لڑکی ہے بہت ہمدرد۔ چاہنے والی غم گسار خدمت گذار ....."

"الماس کیا تم اپنے حواسوں میں ہو کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہی ہو" بلقیس نے چڑ کر کہا۔
مگر تم خود کیوں میری نہیں بن جاتیں۔ گہرے نیلے رنگ کی ساڑھی میں اس وقت تم کچھ زیادہ ہی پیاری لگ رہی ہو، ساڑھی میں تمہارا جسم بہت متناسب لگتا ہے۔ صہیب نے دل میں سوچا
"آپ کسی دن ہمارے ساتھ کھانا کھائیے۔ میاں آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گے" بلقیس کہہ رہی تھی۔
"جی کون؟" صہیب ایک دم چونک پڑا۔
"جی میرے والد"
"کمال حسین رضوی صاحب" "جی میرا ان سے غائبانہ تعارف ہے میں خود ان سے ملنے کا مشتاق ہوں میں نے ان کی تقریباً سب کتابیں پڑھی ہیں ان سے بہت متاثر ہوں"
"ارے ہاں چچا جان ہیں کہاں؟" الماس نے ایک دم پوچھا
"کہیں باہر گئے ہیں"
"صہیب بھائی اپنے یہاں تو عقیدت وقیدت کا تو سخت فقدان ہے مگر چچا جان مجھے بھی بہت اچھے لگتے ہیں۔ صاف بات ہے......"
"آپ کل ہی آیئے کھانے پر میرے بھائی علی سے بھی ملیے گا"
"ہاں بھئی ہمارے علی میاں بھی بڑے معرکے کی چیز ہیں۔ احمد دا۔ ایک ہیں خبطی سے حضرت۔ میرا مطلب ذرا لیڈر قسم کے پڑھاتے تو کالج میں ہیں مگر ان کا اصل میدان سیاست ہے

ہمارے علی ان کے بے حد پرستار ہیں۔ اور ان کی یہ خواہش ہے کہ میں یا بلقیس ان سے شادی کر لیں۔" الماس نے چائے کی پیالی میں چائے ڈالتے ہوئے کہا۔

"اچھا یہ بھی ہے۔" بلقیس مسکرانے لگی۔

مسکراتے ہوئے یہ لڑکی بھی بری نہیں لگتی ہے۔ مگر اپنے لیے ڈھیلے بہت رہتی ہے۔ تم میں یہ بات نہیں ہے۔ صہیب نے الماس کی طرف پیار سے تکتے ہوئے سوچا۔

"ارے ہو کام کی بات تو رہ ہی گئی۔ سنو بلقیس ایک بڑی سی پارٹی کا انتظام کرنا ہے جس میں ہماری سب غیر شادی شدہ جاننے والی لڑکیاں ہوں گی۔

"آپ دونوں بھی ہوں گی نا" صہیب نے مسکرا کر الماس کی طرف شرارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم؟ آں ہاں کیوں بھئی بولو بلقیس۔ رہی میں تو میرا تو کوئی ارادہ نہیں، اس میں داخلے کے فارم بھرنے کا۔ ہاں تو یہ بتائیے صہیب بھائی کہ بلا تفریق مذہب ملت بلائیں نا" الماس نے پاؤں اوپر اٹھا کر دیوان پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے زیادہ جوش میں نہ آؤ" بلقیس نے چلنے کی ٹرولی پیچھے کھسکائی۔

"اب چلنا چاہیئے" صہیب کا موڈ ایک دم خراب ہو گیا تھا۔

"ارے یہ کیا ہم تو آپ کے لیے ......"

"تم اگر چاہو تو بیٹھو" یہ کہہ کر صہیب ایک دم کھڑے ہو گئے۔
"ارے آپ تو واقعی چل دیے بھئی ابھی تو آپ لوگ آئے
ہیں۔ الماس کے بے تکان بولنے نے آپ کو بور کر دیا ہو گا مگر
فی الحال تو آپ کو ان سے مفر ہے نہیں۔ تھوڑی دیر ہم دونوں
مل کر ان کا مقابلہ کریں گے تو اچھا رہے گا،" بلقیس نے کہا۔
"ہم دونوں، نوٹ کر لیا" الماس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"صہیب صاحب الماس اس لیے بولتی رہتی ہے۔ کہ اسے کچھ
سوچنا نہ پڑے۔"
"ارے بھئی سوچوں بھی کیا وجودیت کے کرب کے بارے
میں نئی نسل کے المیے کے بارے میں مذہبی، اخلاقی اور سیاسی
بحران کے بارے میں ہندوستان کی تقسیم کے بارے میں اف
یہ سب کس قدر دماغ کو تھکا دینے والے موضوعات ہیں۔"
"اچھا خدا حافظ مس رضوی" صہیب نے کہا۔
"اچھا بلقیس، خدا حافظ۔ یہ ہمارے مہمان ہیں نا وہ بھی غیر ملکی"
الماس نے اٹھتے ہوئے کہا۔
عجب موڈی انسان ہے شاید یہ حضرت میں دلچسپی
لے رہے ہیں۔ مگر مجھے تو یہ بالکل پسند نہیں آئے۔ اپنی اہمیت کا
ضرورت سے زیادہ احساس ہے۔ بھلا ان کا اور ٹم کا کیا مقابلہ
ہے! خیر یہ فیصلہ تو الماس کو کرنا ہے۔ کمرے میں آ کر بلقیس نے
لیمپ جلایا میز پر کتابیں بکھری پڑی تھیں۔ ہر چیز بے ترتیب تھی اف
کس قدر گھٹن ہے۔ پردہ ہٹاتے ہوئے بلقیس نے سوچا شام

ہو رہی تھی۔ اور شام کے دھندلکے میں ہر چیز چھپ سی گئی تھی۔ لان میں لگے یوکلپٹس کے پیڑ عشق پیچاں کی بیل اور ڈیلیا کے سُرخ پھول۔ ان کے عقب میں مسٹر ماتھر کی بڑی سی کوٹھی جس کی کھڑکیوں سے دھندلی دھندلی روشنی چھن چھن کر آ رہی تھی۔ ان کی لڑکی مغربی موسیقی کی کوئی بے حد غمگین دھن بجا رہی تھی۔ آج دل بہت اداس ہے ۔ عجیب اکتاہٹ کا احساس ہو رہا ہے بلقیس نے سوچا اور آنکھیں بند کر کے پلنگ پر لیٹ گئی۔

تو بلقیس بیگم یہ ہو تم۔ علی کی باجی جو اس کے خیال میں نہایت حسّاس، ذہین درد مند سوچنے سمجھنے والی ہو۔ اور خصوصیات تو شاید تم میں ہوں۔ مگر سوچنے سمجھنے والی ہرگز نہیں ہو۔ اور اگر سوچتی بھی ہو تو اپنے دماغ سے نہیں دوسروں کے دماغ سے۔ شاید اپنے باپ کے دماغ سے سوچتی ہو۔

تمھارے باپ جو اپنے وقت کے کتنے ہی بڑے جینیس سہی مفکّر سہی مگر اب ان کے خیالات و نظریات فرسودہ ہو چکے ہیں۔ ادھر ہو گا مجھے کیا آج منیش کا خط آیا ہے مگن ہے۔ اس جیسے لوگ ہر جگہ مگن رہتے ہیں۔ نہیں میں اس کو بلقیس کے بارے میں اسے نہیں لکھوں گا۔ پھر اس کی ضرورت بھی کیا ہے؟ اس دن نہ جانے کیسے تم ہماری میٹنگ میں چلی آئیں۔ تمھیں یوں غیر متوقع طور پر علی کے ساتھ دیکھ کر خوشی ہوئی۔ خوشی نہیں۔ حیرت بلکہ حیرت بھی نہیں ہوئی۔ مگر اسے

شاید حیرت ہی کہنا چاہیئے میں نے اس بات کو شاید تھوڑی سی اہمیت دی ہو۔ یا ___

تم میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ وہی عام سی شکل جو کسی بھی لڑکی کی ہو سکتی ہے۔ مگر تمھیں کچھ انداز دلبری ضرور آتے ہیں جو تم نے جان بوجھ کر اپنائے ہیں۔ اس دن تم محویت کے عالم میں میری تقریر سنتی رہیں۔ کیا تم خود مجھ سے آ کر اس کے بارے میں کچھ بات نہیں کر سکتی تھیں۔ کیا شانِ بے نیازی تھی "کسی دن آپ آیئے تو آپ سے اس بارے میں گفتگو ہو"

میں تو بس اس دن علی کے اصرار سے چلا گیا تھا۔ تمھارے والد بہت اچھے ہیں۔ بہت پُرکشش شخصیت ہے۔ مجھے ان سے مل کر خوشی ہوئی۔ دیر تک ان سے بات ہوتی رہی۔ ان کی ایک بات مجھے بہت پسند آئی۔ انہیں اپنی بات منوانے کا شوق نہیں ہے۔ جیسے ہمارے بابا ___ اوہ یاد آیا مجھے آج بابا کے خط کا جواب دینا ہے ___ ہاں سے ملے کتنے دن ہو گئے! وہ مجھے بہت یاد آتی ہیں۔ مگر بابا! ان کی وجہ سے میں گھر جانے سے گھبرانے لگا ہوں۔ مجھے ان کے اس طنزیہ انداز سے سخت کوفت ہوتی ہے۔ کس قدر دُکھ ہوتا ہے، میں نے بچپن سے ان کو اپنا آئیڈیل بنایا تھا۔

ان کو دیکھ کر کس قدر حوصلے اور ہمت کا احساس ہوتا تھا بابا جنھوں نے اپنی زندگی کے بیش قیمت سال جیلوں میں گزارے اپنے مقاصد کے لیے کیسے کیسے دُکھ سہے؟ مگر زندگی کے آخری حصے

میں انھوں نے موقعہ پرستی کی راہ قبول کرلی اپنے حریفوں سے
جا ملے اور کیا خوب صورت جواز تراشے ہیں اپنی موقعہ پرستی کے
— مگر بلقیس تم اپنے کو اس قدر لیے دیے کیوں رہتی ہو تم کبھی
یہ کیوں نہیں بھولتیں کہ تم اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔ تمھاری
ہر ادا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم نے جو اونچے سنگھاسن سے اُتر کر جو
یہ معمولی سی اسکول کی نوکری کی ہے یہ ہم بے چارے مڈل کلاس کے
لوگوں پر تمھارا بڑا احسان ہے تمھیں تو بڑی سنی بڑی نوکری مل سکتی
تھی۔ تم اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے باہر بھی جا سکتی تھیں مگر تم جو ایک
معمولی اسکول میں پڑھا رہی ہو تو یہ خالص قومی خدمت ہے۔ تم نالاں
ہو اسکولوں سے، طریقۂ تعلیم سے، استادوں کی بے حسی نالائقی سے،
مگر یہ کیوں ہے؟ یہ نہ تم سوچتی ہو نہ اس کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہو۔
"احمد دا — میں اندر آ سکتی ہوں؟"

سروج بالا کی چھن چھن کرتی آواز اس کے کانوں سے
جا ٹکرائی۔ وہ چونک پڑا "آؤ" اور دوسرے لمحے سروج بالا
بہت سے پمفلیٹ اور رسالے دبائے کاندھے پر سرخ تھیلا
لٹکائے کھڑی تھی۔ یہ لڑکی خوب صورت ہے؟ سروج بالا جس
پر پورا کالج فدا ہے جس کے تقرر پر آج تک مقدمہ چل رہا ہے اور
مسٹر ورما......"

"آپ تھکے ہوئے لگ رہے احمد دا۔"
"میں؟ نہیں تو میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔ تم کہو ارے تم
کھڑی کیوں ہو، آؤ بیٹھو۔" اس نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے کہا۔

یہ لڑکی آخر مجھ پر اس قدر مہربان کیوں ہے اور میں اس سے گھبرانے کیوں لگا ہوں ؟ ہر وقت مجھ سے قربت کے بہانے ڈھونڈھتی ہے جی جان سے میری ہر بات مانتی ہے ۔ ہر جلسے میں عبادت کی سی پابندی سے حاضر ہو جاتی ہے ۔ کیا صرف میرے لیے ؟

"احمد دا !"

اس نے جلدی سے عینک لگا کر خود کو الرٹ کیا۔

"لایئے میں آپ کا سر دبا دوں ۔"

"شکریہ کہو تم کیسے آئیں ۔"

"مجھے آپ سے ایک کام بھی ہے ، اور بہت سی باتیں کرنی ہیں ۔"

"اگر بہت ضروری باتیں نہ ہوں تو کل کالج میں کر لیں گے ــــ

"پلیز ۔ معاف کرنا مجھے اس وقت ضروری کام کرنا ہے ۔"

"اچھا " سروج فوراً اللہ کھڑی ہوئی ۔

"آپ سے مجھے ایک شکایت ہے اگرچہ آپ مجھ کو اس کا حق نہیں دیں گے ۔ مگر آپ اتنے سگریٹ نہ پیا کیجیے ۔"

"گڈ بائی سروج ۔" وہ اپنے لہجے کی نرمی برقرار نہ رکھ سکا۔ سروج چلی گئی ۔ ایک بھگت کی سی نیاز مندی کے ساتھ ۔ اُف یہ لڑکی اس وقت دل چاہ رہا تھا کہ اس کو اس قدر ڈانٹوں کہ مگر کیوں ؟ کسی قصور میں نہیں ۔ بلقیس بیگم میں تم کو بالکل نہیں پسند کرتا ۔ مجھے اتنا وقت ہی کہاں ہے ۔ اچھا تو بھئی اس ہفتہ سوشل ایکشن کے لیے مضمون بھی تو دینا ہے ۔

سورج ابھی ابھی طلوع ہوا تھا۔ کمرے میں ہلکی ہلکی دھوپ آرہی تھی۔ فضا میں خوشگوار سی خنکی تھی۔ تلاوت کا ریکارڈ بج رہا تھا۔ رحمن کس پابندی سے آکر یہ ریکارڈ لگا دیتا ہے۔ قرآن پاک کی روح پرور آیات اور پُرسوز آواز دل میں عجب تازگی کا احساس پیدا کرتی ہے۔ مگر آج طبیعت کچھ کسلمند ہے۔ یا اداس ہے؟ مگر کیوں؟ رات ٹھیک سے نیند آئی۔ مگر یہ تو کوئی خاص بات نہیں ہے راتوں کو جاگنا تو مدتوں سے مقدر بن گیا ہے۔ اور یہی وقت تو ہوتا ہے جو میرا اپنا ہوتا ہے۔ جب .... کیا میں اس لیے ہراساں ہوں کہ زندگی کا سفر اپنے خاتمہ پر ہے۔ اس لیے...... شاید اس لیے کہ ابھی میرے بہت سے کام ادھورے ہیں کتنے ہی مسودے میز کی درازوں میں ہیں اور کتنے ہی میرے دماغ میں۔ جن کو میں اسی امید پر جمع کرتا رہا کہ جب فرائض منصبی کے چکر سے نکلوں گا۔ زندگی میں نسبتاً سکون ہوگا۔ اس وقت میں یہ سب کام کروں گا مگر سات سال ہوئے۔ مجھے ریٹائرڈ ہوئے۔ انھیں نکال کر دیکھنے کی نوبت نہ آئی۔ صبح شام دن ہفتے مہینے اور سال گزرتے رہے۔ وقت بیتتا رہا۔ لیکچروں میں، انٹرویوز میں، لوگوں سے ملنے جلنے میں اور یہاں تک کہ کوچ کا اعلان ہو گیا۔ مگر خیر مجھے اس کا افسوس نہیں ہے۔ ان کاموں کو کرنے میں مجھے لطف آیا۔ خوشی ہوئی۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ جو بھی تھوڑا بہت کام میں نے کیا ہے وہ بس سعی لاحاصل ہی ہے۔

مگر اس سعیٔ لاحاصل میں جو ایک لذت تھی ! اور کون جانے یہ سعی لاحاصل ہی تھی یا پھر...... پھر...... بلقیس اور علی۔ ابھی دونوں ہی کم عمر ناتجربہ کار ہیں۔ علی تو خیر۔ مگر بلقیس بہت جذباتی ہے۔ کاش وہ میرے سامنے شادی کا فیصلہ کر لیتی۔ مگر اب یہ فکریں فضول ہیں یہ صباحت تمھارے بغیر یہ زندگی گزری تو مگر یہ نہ پوچھو کیسے گزری زندگی۔ یہ کوشش کرتا رہا کہ زندگی میں افسردگی اور بے دلی راہ نہ پاسکے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس میں کامیاب ہوا یا نہیں۔ مگر وہ دل کا خلا جو تم سے جدا ہو کر میں نے محسوس کیا تھا، وہ جوں کا توں ہے۔ وہ نہ خلقِ خدا کی خدمت سے بھرا، نہ عبادتِ خدا سے، نہ بچوں کی محبت سے" دو آنسو لڑھک کے ان کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے نکل کر بہہ گئے۔ "عمرِ عزیز کے باسٹھ سال گزر گئے۔ تو کمال حسین صوفی اب رختِ سفر باندھ لو، زندگی کا یہ طویل تھکا دینے والا مگر حسین پرلطف اور خوشگوار سفر ختم ہوا......"

"میاں سو رہے ہیں ؟" بلقیس نے آہستہ سے صفائی کرتے ہوئے رحمن سے پوچھا۔

"نہیں آؤ" "رات کو تم کب آئی تھیں" انھوں نے بلقیس کی فراخ پیشانی کو چومتے ہوئے پوچھا۔

"میاں بہت دیر ہوگئی شاید آپ سو گئے تھے، آپ کا جی کیسا ہے ؟" اس نے جلدی سے ان کی نبض دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا ہوں"

"آج آپ آرام کیجیے میں شام کو ڈاکٹر بیارے لال کو

بلاؤں گی۔"

"میں نے آج شام انھیں چائے پر بلایا ہے۔ تم اب جاؤ اسکول پہنچنے میں دیر ہو جائے گی۔"

"خدا حافظ میاں۔" بلقیس نے ان کے ماتھے کو چومتے ہوئے کہا تو اس کی آواز بھرا گئی اور وہ باہر نکل آئی۔

...... اسکول میں بار بار یہ سوال اس کے دماغ میں گھومتا رہا۔ اگر کبھی زندگی میں یہ مقام آیا کہ میاں نہ رہے تو ...... تو؟ اُف خدا نہ کرے۔ میں بہت قنوطی ہوتی جا رہی ہوں ـــ کیسی بھیانک باتیں سوچنے لگی ہوں! ـــ مگر خیر یہ تو طے ہے کہ میں اب جلدی ہی اسکول چھوڑ دوں گی۔ کام انسان اسی لیے تو کرتا ہے کہ اس کو سکون ملے، اطمینان ہو۔ رہا روزی کمانے کا اور وقت گزارنے کا مسئلہ تو اس کے لیے اسکول میں نوکری کی کیا ضرورت؟ کوئی بھی کام کیا جا سکتا ہے۔ کوئی بے معنی کام کیے احساس جرم تو نہ ہوگا کہ وہ کام جو دنیا کا سب سے با معنی کام ہے وہ ہم اس طرح کر رہے ہیں۔ وہی سوچنے کی عادت! میاں کو صہیب پسند ہیں سمجھ میں نہیں آتا زندگی کو کس ڈھب سے گزارا جائے ـــ

مگر احمد زیدی تم اس قدر مغرور اور خود پرست کیوں ہو؟ تم نے اپنی شخصیت کے گرد اتنے پردے کیوں ڈال لیے ہیں۔ تم ملتے ہو تو کبھی تو یہ لگتا ہے کہ جیسے جیسے تم ـــ مگر مجھے تم سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ تم مجھے اچھے لگتے ہو۔ دل چاہتا ہے کبھی کبھی تم سے ملوں۔ اِدھر اُدھر کی باتیں کریں مگر کبھی مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ تم

جان بوجھ کر مجھے نظر انداز کر رہے ہو۔ تم مجھ سے بھاگنا چاہتے ہو آخر یہ کیوں .... مگر میں میں ......"

"ہلو! بلقیس رضوی کس سوچ میں گم ہو"

"اوہ تم آبھا آج تم سے ملاقات ہی نہیں ہوئی"

"آج میرے سب پیریڈز تھے کئی ٹیسٹ لینے تھے میرا یہ پیریڈ خالی ہے تم بھی خالی ہو نا؟" آبھا نے بلقیس کے پاس کرسی پر بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں آج تمھیں مسز دانیال نے کیوں بلایا تھا؟"

"وہ کہہ رہی تھیں کہ بلقیس بری لڑکی نہیں ہے اگر وہ مسز شرما کے ساتھ رہنا چھوڑ دے تو ـــــ"

"آبھا ان سے کہنا میں جلد ہی اسکول چھوڑ رہی ہوں"

"کیا تم اپنا ٹرانسفر کرا رہی ہو ـــ"

"ٹرانسفر کس امید پر کراؤں گی۔ اس سیٹ اپ کے سبھی اسکول ایک ہی ڈھرے پر چلتے ہیں۔ وہی کلاس ورک ہوم ورک کی گنتی وہی بے تکی کتابیں وہی معاشی الم غلم ...."

"تم کسی پبلک اسکول میں پڑھانے لگو" آبھا نے بلقیس کی بات کاٹی۔

"اگر انتخاب کا مسئلہ ہے تو پھر میں ان ہی اسکولوں کو ترجیح دوں گی کانوینٹ اور پبلک اسکول نہیں آبھا"

"بھئی بلقیس تم میں یہ بڑی خرابی ہے کہ تم خوابوں اور حقیقت کو ملا دیتی ہو"

"ہاں خواب اور حقیقت۔ کبھی کبھی حقیقت اتنی دور چلی جاتی ہے ہماری پہنچ سے اتنی دور کہ وہ ہمیں خواب ہی لگنے لگتی ہے کس قدر قرب کس قدر بُعد ہے ان دونوں لفظوں میں بلقیس نے سوچا
ارے تم دونوں اتنی سنجیدہ کیوں ہو" مینو مرزا نے گلاس زور سے میز پر پھینک کر کہا۔ اور دھم سے کرسی پر بیٹھ گئی۔
"تم سناؤ اتنے دنوں کہاں غائب رہیں"
"بس یہ نہ پوچھو میں رضوی بھئی یہ برا نہ ماننا تم مسلمان بالکل ناقابل برداشت ہوتے ہو"
"مت کرو، کس نے کہا ہے کہ تم انہیں برداشت کرو" آبھا نے چڑ کر کہا۔
"کیا کروں کرنا پڑ رہا ہے آج کل ہماری ساس آئی ہوئی ہیں ناک میں دم کر دیا ہے بڑھیا نے۔ یہ کرو وہ نہ کرو، یہ چیز پاک ہے یہ ناپاک۔ اور کیا لفظ کہتی ہے وہ.... وہ.... وہ...."
"نجس" بلقیس نے مسکرا کر کہا۔
"ساسوں کی قوم تو الگ ہی ہوتی — رہنہ نہ وہ ہندو ہوتی ہیں نہ مسلمان کیوں بلقیس ٹھیک ہے نا" آبھا جین نے کہا۔
"میں کیا بتاؤں میری تو کوئی ساس ہی نہیں ہے"
ہم ہندوستانی خواتین کتنی ہی ترقی کر لیں، پڑھ لکھ جائیں مگر ہمارا ساسوں کا تصور وہی رہے گا۔ جو اب سے سو سال بلکہ شاید اس سے پہلے سے تھا" بلقیس نے سوچا۔
"بھئی بلقیس اور آبھا میں تم دونوں کو ایک نصیحت کرتی ہوں کہ

شادی نہ کرنا"
یہ وہ نصیحت ہے ، رینو جو ہر شادی شدہ غیر شادی شدہ کو کرتا رہتا ہے......
"اور جو کوئی نہیں مانتا" بلقیس نے آبھا کی بات پوری کی۔
"مگر یہ تو بتاؤ تم پر بیتی کیا"
"اور اگر شادی کرو بھی تو اپنی ذات برادری، اپنے مذہب میں کرنا" آبھا اپنی رو میں کہے جا رہی تھی۔
"پھر تم نے کیوں کرلی" بلقیس نے پوچھا۔
اس نتیجے پر تو یہ شادی کے بعد پہنچی ہیں" آبھا نے کہا۔
"میں نے ان سے شادی یہ سوچ کر کی تھی کہ یہ نہ مسلمان ہیں نہ میں ہندو مگر......"
"مگر شادی کے بعد وہ کٹر مسلمان ہو گئے اور تم ہندو....."
آبھا نے بات پوری کی۔
میں ہوئی ہوں یا نہیں۔ اور ہوئے تو وہ بھی نہیں مگر اپنی ماں کی محبت میں آج کل بہت مذہبی ہو رہے ہیں۔ تھالی میں کھانا نہ کھاؤ بندی نہ لگاؤ —"
اور یہ کام کر کے ظاہر ہے تم مسلمان ہو جاؤ گی۔ آبھا نے مسکرا کر کہا اور کاپیاں اٹھا کر دیکھنے لگی۔
"مسلمان ہوں یا نہ ہوں مگر میں یہ کیوں کروں؟ اس لیے کہ ان کی ماں کی مرضی ہے" آبھا کا منھ غصے میں سرخ ہو رہا تھا۔ اس کی بڑی سی بندی لگ رہا تھا کہ اس کے پورے چہرے پر پھیل گئی ہے

"رینو تمھارے گھر میں بھی تو احمد کے کھانے کے برتن الگ ہیں۔" آبھا نے بہت اطمینان سے کاپی دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ تو ماں صرف....."

"ہاں احمد بھی صرف وہ صرف اپنی ماں کو خوش کرنے کو چند دن کو یہ چاہتے ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی سی باتیں اتنی اہم نہیں ہیں بھلا تھالی میں کھانا بھی کوئی اتنی اہم چیز ہے۔ آبھا کہے جا رہی تھی۔

"تم ناحق یہ تقریر کر رہی ہو آبھا۔ مجھ سے دوستی سے پہلے تم بھی کسی مسلمان کے ساتھ کھانا نہیں کھاتی تھیں۔ جبکہ تم خود کو ناستک کہتی ہو۔" بلقیس سوچ رہی تھی۔

"آپ کا فون ہے مسز مرزا" کسی لڑکی نے آکر اطلاع دی۔

"ان ہی کا ہوگا۔ آج صبح صبح لڑائی ہو گئی۔ نہ انھوں نے ناشتہ کیا نہ میں نے" کہتی ہوئی رینو چلی گئی۔

"بے چاری رینو" بلقیس نے کہا اور اخبار دیکھنے لگی۔

"بلقیس آج مسز داتیال نے کیوں تم کو بلایا تھا"

"وہ مجھے یہ اطلاع دے رہی تھیں کہ میں تم اور مسز شرما اسکول کی فضا خراب کر رہے ہیں۔ اسکول میں سیاست زیادہ بگھارتے ہیں۔ پڑھاتے کم ہیں۔ میرے تو کئی معائنے خراب ہو چکے ہیں۔ نوکری تو خیر پکی ہے مگر گریڈ ملنے کا کوئی امکان نہیں ہے، اور پرنسپل بننے کے خواب تو مجھے دیکھنے ہی نہیں چاہیں اُف میں تو تھک گئی" بلقیس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں اور آہستہ آہستہ گنگنانے لگی "کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں ہم

سے منصفی ......"

"اب تم نے سوچا کیا ہے بلقیس"

"مجھے خود بھی نہیں معلوم، مگر میں اب اسکول میں نہیں رہوں گی یہاں میرا دم گھٹنے لگا ہے۔ مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں ایک مشتبہ مجرم ہوں اور پولس میری ہر نقل و حرکت پر نظر رکھ رہی ہے۔ اب مسز دانیال باقاعدہ میری کلاس میں آکر بیٹھتی ہیں۔ یہ دیکھنے کو کہ میں لڑکیوں کو گمراہ تو نہیں کر رہی۔ اچھا نہ مجھ میں تمھاری طرح خاموشی سے حالات سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ ہے نہ مسز شرما کی طرح لڑنے کی طاقت اور نہ اور لوگوں کی طرح اس مشین کا ایک پرزہ بننے کی صلاحیت میں ہتھیار ڈال رہی ہوں مجھے اس کا اعتراف ہے" خیر اس موضوع کو چھوڑو کوئی اور بات کرو مگر اس میں میرا کوئی ذکر نہ ہو ہاں بھئی وہ تمھارے پروفیسر کیسے ہیں ملاقات ہوئی"

اچھا بلقیس کو تک رہی تھی، کیا انجام ہوگا اس لڑکی کا، یہ جب پروفیشن میں جائے گی۔ اس کو اس کے کھوکھلے پن کا سامنا کرنا ہوگا اور یہ جائے گی ضرور۔

تو روز کی طرح یہ دن بھی ختم ہو، اور ٹم ملیز اگر آج؟ تم سے ملاقات نہ ہوتی تو یہ دن بھی اور دنوں کی طرح خاصا پرسکون گزر جاتا! الماس حسین علی تم یہ بات جانتی ہو کہ وہ سفید فام امریکی جب بھی آتا ہے، تمھارے دن کا سکون تہہ و بالا کر جاتا ہے۔

بظاہر نہ مانوں مگر......... بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ قدم قدم پر زندگی کے چیلنجوں کا مقابلہ ہے۔ مگر چیلنج! تو یہ کیا...." بہن جی ادھر سرک جاؤ" الماس نے حیرت سے اُن بڑی بی کو دیکھا جو یہ فرمائش کر رہی تھیں اتنی مختصر سی سیٹ پر تین آدمی پہلے ہی بیٹھے تھے "ادھر لیڈیز سیٹ" مگر الماس کی بات اُدھوری رہ گئی ایک صاحب نے سگریٹ کا دھواں اس کے منہ پر چھوڑ دیا تھا۔

"یہ کون سجن ہیں" پاس بیٹھے ایک صاحب نے ناگواری سے کہا اور الماس نے گھبرا کر کھڑکی سے باہر منہ نکال لیا۔ دم گھٹا جا رہا تھا۔ چاروں طرف لوگ ہی لوگ تھے کہیں کوئی شناسا شکل نظر نہ آجائے اس وقت بات کرنے کا قطعاً موڈ نہیں ہے۔ تب ہی لوگ کہتے ہیں کہ ہم بد اخلاق آدم بے زار ہو گئے ہیں۔ بس مشینوں کی طرح اپنا کام کرتے ہیں۔ تنہائی پسندی کا رجحان بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ خاک بڑھ رہا ہے۔ جدھر نظر ڈالو کوئی نہ کوئی جاننے والا کھڑا ہے اور پرسش احوال ہو رہی ہے۔ آج کل کتنے لوگوں سے ملنا ہوتا ہے طرح طرح کے ملنے والے بس کے ساتھی اسپتالوں، دفتروں کے جاننے والے، بازاروں کے شناسا، بس ہر طرف ایک انسانی بھیڑ ہے اور رونا ہے تنہائی کا۔ بس ہم تو مریض ہیں نقل کے۔ مگر ایک حد تک اس جہاں میں محرم نہ ملنے کا مسئلہ تو ہے ہی۔ شاید ہر زمانے میں رہا ہو۔ ہماری نسل تو سب سے زیادہ اس کی شاکی ہے۔ نئی اور پرانی کتنی جلدی نیا پرانے میں بدل جاتا ہے۔ اب دیکھتے دیکھتے جو نئے تھے وہ پرانے ہو گئے۔ ان کے خیالات نظریات فرسودہ ہو گئے۔ وہ اسی طرح

اب اعتراضات کا نشانہ ہیں جس طرح انھوں نے اپنے "پیش روؤں" کو بنایا تھا۔ یہ لوگ ایک دوسرے پر یہاں اسی طرح فرد جرم عائد ہوتی ہے۔ اور وہ اسی طرح آج کل کے "نوجوانوں" کی "سرکشی" "بدتہذیبی" وغیرہ وغیرہ کا رونا روتے ہیں۔ ریڈیو اسٹیشن بہت اچھی جگہ ہے۔ بھانت بھانت کے انسان آتے ہیں۔ یہاں بیٹھ کر خاموشی سے انسانی نفسیات کا مطالعہ ہو سکتا ہے۔ شاعر، ادیب، جرنلسٹ، موسیقار، لیڈر، عورت مرد لڑکے لڑکیاں — اُف آج جن جدید یے سے ملاقات ہوئی۔ چہرے پر کیا کرب تھا! کلام سُن کر معلوم ہوا وجودیت کا کرب ہے۔ ہوگا جس پر جو گزرتی ہے وہی جانتا ہے مگر نئی نسل سے جو ان پرانے لوگوں کا سلوک ہے وہ ایک حد تک بے دردی کا ہے مجھے یہ بالکل پسند نہیں اور یہ نئے خیر جو بھی ہوں، یہ محسوس ہوتا ہے یہ لوگ سخت فرسٹریٹڈ ہیں۔ ہونا بھی چاہیے اس کی وجوہات بھی ہیں مگر یہ حشرات الارض سے پیچھے کیوں پڑ گئے؟ چھپکلی، مینڈک، گرگٹ الابلا بالکل اسی طرح جیسے بھکاری مزدور عوام، محنت کش کی گردان اس سے پہلے ہوتی تھی۔ خیر بھئی کون ان جھگڑوں میں پڑے تو تمھارا یہ خیال ہے تم کہ میں سنکی ہوں۔ شاید، لفظ سنکی آج تم نے کہیں سے نیا نیا سیکھا تھا — مگر یہ تو اکثر میرے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مجھے نہ جانے کیا ہوتا جا رہا ہے۔ کبھی کبھی تو میں بہت گھبرا جاتی ہوں — یہ خبر سُن کر کہ تم کل اتوار کو کھانے پر آ رہے ہو۔

میں نے تمھارے سامنے سخت واویلا کیا۔ مگر حالت یہ ہے کہ برابر یہ سوچے جا رہی ہوں کہ کل تمھارے لیے کیا کیا پکاؤں —؟

ہاں یہ بھی فیشن ہے جس غیر ملکی کو دیکھو، ہندوستانی کہلانے
پر مرا مٹا جا رہا ہے۔ جانتے ہیں نا یہ جذباتی قوم خوب پھسلائے گی
اور ان کے آگے بچھ بچھ جائیں گے سو الگ ۔ مگر تم تم کیسے ہو؟ یہ
فیصلہ میں اب تک نہیں کر پائی ہوں۔ بعض وقت تو مجھے ایسا محسوس
ہوتا ہے کہ تم وہی ہو۔ جیسا کہ میں۔ مگر تم جب ہندوستانی شاعری پر
گفتگو کرتے ہو۔ اس کے سماجی اور تہذیبی منظر پر تقریر جھاڑتے ہو
تو لگتا ہے کہ تم خالص ہندوستانی ہو ممکن ہے کہ یہ میرا خیال صحیح نہ
ہو مگر تم پانچ سال سے ۔ اس ملک میں ہو تمھیں یہ ملک دل سے پسند
ہے جب تم کھدر کا کرتا پاجامہ پہن کر غالب کا شعر پڑھتے ہو تو میں
تمھارا مذاق تو بہت اڑاتی ہوں۔ مگر اس وقت تم مجھے بہت اچھے
لگتے ہو کتنے شاندار ہو تم، بعض وقت تم سے بات کرتے کرتے چلتے
چلتے مجھے تمھارے چہرے کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے تو
خاصی ایڑیاں اچکانی پڑتی ہیں ۔ کاش یہاں کی چلچلاتی دھوپ
میں تمھارا رنگ گہرا سانولا ہو جائے! ہم ہندوستانیوں کا محبوب
رنگ تو شام رنگ ہے ۔ موہے شام رنگ دئی دے ۔ ——
مورا گورا رنگ لئی لے لئی لے چھپ چھپ جاؤں گی
"سندر نگر سجنو سندر نگر کوئی نہیں ہے"
وہ چونک پڑی ارے بھئی روکنا ارے کنڈکٹر۔
"اب تک سو رہی تھیں ۔۔۔"
"پہلے سے کیوں نہیں آئیں"
"ارے پاؤں تو مت کچلو"

اور وہ چند دھکوں میں بس سے نیچے تھی۔

ہوا میں کسی قدر تپش تھی۔ مگر نہ اتنی کہ ناگوار ہو۔ احمد نے گھڑی دیکھی۔ ایک بج رہا تھا۔ اب تو بس کی گھنٹوں کی چھٹی ہے۔ لنچ ٹائم ہے۔ وہ بس اسٹاپ کے شیڈ میں منڈیر پر ٹک کر سگریٹ جلانے لگا۔ طبیعت کچھ سست ہے۔ رات کونٹینشل اسکول آف ڈرامہ میں بلقیس سے ملاقات ہوئی۔ حسین علی صاحبزادی کا کیا نام ہے ہاں الماس وہ بھی تھیں اور ان کے ایک کزن بھی عجب ٹیڑھا سا نام تھا۔ صہیب۔ سات سال امریکہ میں رہ کر بالکل ہی ہوش ہو گئے ہیں۔ بلقیس اور الماس بلکہ بلقیس کچھ زیادہ ہی اہمیت دے رہی تھی۔ ان حضرت کو۔ اس طبقے کی لڑکیوں کو اسی طرح کے لڑکے متاثر کرتے ہیں۔ ٹھیک بھی ہے ان ہی کے ساتھ ان کی زندگی اچھی گزر سکتی ہے۔ مگر پھر یہ سب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بلقیس بہر قسم کی لڑکی ہے علی بہت ان سے مرعوب ہے اکثر اپنی باجی کا ذکر آتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اگر ان کو اچھی صحبت اور ہاں اسی کا خیال ہے کہ صحیح گائڈینس ملے تو وہ سدھر سکتی ہیں، صحیح لائن پر آ سکتی ہیں" ان کی دوست کون ہیں۔ احمد دا۔ الماس اپنی جو زندگی کی طرف حد درجہ غیر سنجیدہ رویہ رکھتی ہیں" یہ خاتون بھی اصل میں کچھ ہیں ویں نہیں بس پوز کرتی ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ ان کو ایسی کھری سناؤں؟ مگر بھئی مجھے کیا میرا ان سے واسطہ ہی کیا؟ واسطے کا

کیا سوال ہے۔ نہ جانے طبیعت اتنی الجھی ہوئی کیوں ہے۔
علی کہتا ہے کہ میں اس کے گھر کھانا کھاؤں۔ مگر وہ صرف اس کا گھر تو نہیں ہے۔ ان کی وہ باجی خواہ مخواہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں گی کہ میں ان کے مارے چکر کاٹ رہا ہوں۔ سروج کا رویہ روز بروز عجیب ہوتا جا رہا ہے۔ وہ میرے سر پر آخر کیوں مسلط ہوتی جا رہی ہے۔ میں اس سے تو میری پوزیشن بہت خراب ہو جائے گی کالج میں "وہ کار آپ کے لیے مڑ گئی ہے...."

وہ چونک پڑا، سامنے بلقیس اپنی فینٹ میں سے سر نکالے کہہ رہی تھی "آپ کہاں جائیں گے، آئیے میں چھوڑ دوں؟"

"جی مجھے ذرا لودھی کالونی جانا ہے۔"

"آئیے میں اُدھر ہی جا رہی ہوں ــ"

"جی آپ کو خواہ مخواہ زحمت ہوگی۔"

"آپ خواہ مخواہ تکلف کر رہے ہیں۔"

وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں ناحق ہی بیٹھا، یہ نہ جانے کہاں سے ٹپک پڑیں۔ اس نے سامنے آئینے میں دیکھا۔ بلقیس سیٹ پر نیم دراز تھی۔ صندلی پیشانی پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے تھے۔ سرخ باڈر کی کریم رنگ کی سوتی ساڑھی، یہ لڑکی ساڑھیاں اچھی پہنتی ہے۔ سروج نہ جانے کہاں سے ایک سے ایک بھڑکیلی۔ کیا یہ لڑکی خوب صورت ہے کیا معنی ہیں خوب صورتی کے، کسے کہتے ہیں خوب صورتی جو چیز دل کو اچھی لگے یہ سب......"

"کیا بات کروں ان حضرت سے یہ خود سے تو کبھی بولتے ہی نہیں

نہ جانے کہاں گھوم رہے ہیں۔ یہ لودھی کالونی کیوں جا رہے ہیں؟ آؤ شاید کالج سے رہے ہوں گے۔

"الماس بی بی ہیں" کہہ کر ڈرائیور نے کار روک دی۔

"شکر ہے سورن سنگھ نے دیکھ لیا ورنہ تم تو نہ جانے کن خیالوں میں گم تھیں ارے آپ ارے بھئی یہ کیا چمتکار ہے آپ دونوں یہاں"

"جی آپ ....."

"جی میں الماس حسین علی ہوں، الماس نے احمد کی بات کاٹی آپ ہمیشہ بھول جاتے ہیں"

احمد کو بے اختیار ہنسی آ گئی "میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ آپ کو اس قدر حیرت کیوں ہے"

"حیرت بھی ہے خوشی بھی ہے مگر بلقیس یہ ملے کہاں سے گئے" بلقیس نے کچھ دھیرے سے کہا جہاں یہ لڑکیاں ملیں گی کھسر پھسر شروع کر دیں گی۔ چاہے کتنی ہی پڑھ لکھ جائیں مگر ....."

ہاں تو احمد صاحب یا بقول علی کے احمد دا آج کل آپ کیا کر رہے ہیں۔ اور ہاں کل رات تو آپ ایسے ہی غائب ہوئے کہ ڈرامے کے بعد ہم لوگ دیر تک آپ کو دیکھتے رہے بلقیس....."

"تم کو کہاں جانا ہے" بلقیس نے جلدی سے الماس کی بات کاٹی

"ظاہر ہے کہ آکاشوانی"

"آپ کہاں اتریں گے صاحب" ڈرائیور پوچھ رہا تھا۔

"بس یہیں"

"اچھا خدا حافظ، شکریہ مس رضوی"
"تم تو بالکل ہیروئنز کی طرح دل موہ لینے والی ادا سے بیٹھی رہیں"
"تم بہت بے تکی باتیں کرتی ہو الماس"
"اس قدر چڑ کیوں رہی ہو؟ ارے بھئی اتفاق سے ملاقات ہو گئی تھی۔ تو تمہیں اسے گھر پر مدعو کرنا چاہیے تھا۔ بلقیس اس ایٹمی زمانے میں یہ بابا آدم کے زمانے کا عشق بھئی میری سمجھ میں تو آتا نہیں"
"ضروری تو نہیں کہ ہر بات تمہاری سمجھ میں آئے"
"دیکھو بھئی تم مجھ سے تو اڑو نہیں، اس وقت تمہارا دل نہیں دکھ رہا ہے کہ تم نے اس سے بات کیوں نہیں کی؟ آج شام کے بعد تم اس پر پچھتاوگی نہیں کہ تم نے اسے اپنے گھر مدعو کیوں نہیں کیا؟"
"قطعاً نہیں"
"تف ہے تمہارے جھوٹ پر۔ خیر سنو ہم نے اتوار کو ہمارے گھر پر خود کو مدعو کر لیا ہے تم بھی تشریف لاؤ"
"دیکھو"
"کہو تو احمد زیدی کو بلا لوں"
"جی بالکل نہیں" اس کی ضرورت نہیں"
"جیسی تمہاری مرضی، بس یہیں روک دو۔ اچھا بھئی خدا حافظ"
بلقیس آنکھیں بند کر کے سیٹ سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گئی۔ تم کبھی کبھی مجھے بہت اچھے لگتے ہو۔ مگر ڈر لگتا ہے کہ اگر میں تمہارے قریب آئی تو کہیں مجھے شاک نہ لگے کہیں یہ

نہ ہو کہ تم میں وہ سب نہ ہو جو میں سوچتی ہوں۔ میاں کہتے ہیں
میں صہیب کے بارے میں سوچوں۔ الماس کا خیال ہے کہ وہ بہت
موزوں ہے میرے لیے۔ مگر وہ الماس کو پسند کرتا ہے۔ اور مجھے
وہ حضرت خود بالکل پسند نہیں۔ نہ اپنے لیے نہ الماس کے لیے۔ نہ
معلوم کیول دھیر کہاں چلا گیا۔ بے کار ہی وہ شخص اتنا سنجیدہ ہو گیا
کبھی کبھی میں سوچتی ہوں، میں نے غلط کیا۔ میں نے کیول دھیر کو
کیوں جواب دیا۔ جبھی زندگی کو اگر کسی کے ساتھ وابستہ کرنا ہی تھا
تو وہ کیا برا تھا۔ مگر میں اگر اس کو دلی محبت نہ دے سکتی! کیوں
نہ دیتی، یہ سب بے کار باتیں مگر وہ بہت جذباتی تھا۔ اتنے
جذباتی لوگوں سے میرا دل گھبراتا ہے۔ مگر وہ تو خیر جو ہوا، اب
ممکن ہے کیول دھیر۔ مگر مجھے کسی کے بارے میں یہ سب سوچنے کا
کیا حق ہے۔

احمد زیدی تم مجھے واقعی اچھے لگتے ہو۔ مگر کیوں؟ کبھی کبھی
مجھے یہ وہم ہونے لگتا ہے کہ تم میرے دل و دماغ پر مسلط ہوتے
جا رہے ہو۔ خدا کرے یہ سب غلط ہو، میرا دل یہ سوچنے سے
بھی گھبراتا ہے۔ مگر یہ سوچ کر کہ میرے دل میں تمھاری کوئی جگہ
نہیں ہے۔ تم بھی میرے بارے میں نہیں سوچتے ہو میرا دل
اس قدر دکھتا کیوں ہے؟

"صہیب بھائی - آپ نے یکایک لکھنو جانے کا فیصلہ کیوں کر لیا" الماس نے دھڑ سے دروازہ کھول کر اندر آتے ہوئے کہا۔
"اوہ تم ہو" صہیب نے اختیار پر سے نظریں اٹھائیں۔
"افوہ کس قدر سلیقے سے آپ نے اپنا کمرہ سجایا ہے کیا ترتیب ہے! ارے آپ مجھے اس طرح گھور کیوں رہے ہیں۔ اوہ! میں اب سمجھی۔ اس طرح بغیر اجازت آنا آپ کی تہذیب میں سخت بد تہذیبی ہے نا۔ مگر ....."
"الماس اگر خفا نہ ہو تو ایک بات کہوں"
"اگر خفا ہو بھی جاؤں گی تو آپ کا کیا بگاڑ لوں گی"
"بولیے" الماس نے صہیب کی لکھنے کی میز پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
"تمہاری شخصیت میں سخت تضاد ہے کبھی کچھ ہو کبھی کچھ ہو تمہارے خیالات تصورات، نظریات ہر وقت آپس میں ٹکراتے رہتے ہیں اسی لیے تو ۔ خیر مجھے اس بارے میں کچھ کہنے کا حق نہیں ہے کیونکہ یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے"
"باہر رہنے میں بہت سے فائدے ہیں، صہیب بھائی اگر آپ میرے ہندوستانی کزن ہوتے تو بھی میرا مطلب ہے امریکہ پلٹ نہ ہوتے تو کہتے تو آپ یہی ۔ مگر میرے ہر معاملے میں ٹانگ اڑاتے ۔ اور آپ کا یہ کمرہ اس قدر سلیقے سے نہ سجا ہوتا بے حد گندہ بہت بے ترتیب ہوتا اور میں ....."

"الماس آج تم مجھے یہ بتا دو کہ میں یہاں رہوں یا چلا جاؤں"

"میں بھلا کیا کہہ سکتی ہوں یہ آپ کا ذاتی معاملہ ہے"

الماس نے جلدی سے کہا، اور ایک کتاب اٹھا کر اس کے ورق الٹنے لگی۔

"تم ٹم ڈیمز کو کب سے جانتی ہو؟"

ٹم کو؟ کافی دنوں سے جب میں اردو میں ایم، اے کر رہی تھی۔ مگر اس کا تعلق آپ کے لکھنو جانے سے کیسے ہو گیا۔

الماس بات ٹالو نہیں۔ آج میں تم سے صاف صاف کہنا چاہتا ہوں۔ تمہاری ہاں یا نہیں پر ہی میری زندگی کی سب خوشیوں کا انحصار ہے۔ میں تمہیں چاہتا ہوں الماس"

الماس [illegible] ہم گھبرا گئی ڈارے بھئی یہ کیا۔ یہ کب۔ مگر آپ کا ذوق بہت اچھا ہے۔ میری رائے اپنے بارے میں بہت اچھی ہے"

"الماس تم میری بن جاؤ اپنے کو مجھے دے دو"

اور الماس کا سرد ہاتھ صہیب کے مضبوط اور گرم ہاتھ میں تھا۔

الماس ڈارلنگ بولو چپ کیوں ہو۔ ہاں کہہ دو پلیز" صہیب نے کہا ..... حملہ اس قدر اچانک ہوا ہے کہ سوچ رہی ہوں اور وہ اپنے پر جھکتے ہوئے صہیب سے الگ ہو گئی۔

صہیب کرسی پر آ بیٹھا "میں تنہا ہوں اس بھری دنیا میں بالکل اکیلا مجھے ساتھی کی ضرورت ہے چاہنے والے ساتھی کی، بچوں کی اور اور ......"

اور وہ کچھ کہتے کہتے رُک گیا۔

"میں اس قدر نروس کیوں ہو رہی ہوں خواہ مخواہ بھلا یہ کون سی نروس ہونے کی بات ہے۔ مگر یہ ایک دم اس وقت لگ رہے ہیں بالکل بدلے بدلے تو تو......"

"تم مجھے صرف اتنا بتاؤ کیا یہ ممکن ہے؟ کیا تم اس پر سوچنے کو تیار ہو، تم کسی اور کو تو نہیں چاہتی ہو — بولو کیا — میں ناامید ہو جاؤں؟"

"یہ میں کیا بتا سکتی ہوں، یہ آپ کا ذاتی خیال ہے" الماس نے میز سے اٹھ کر پلنگ پر دھم سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اب تم نے اسی کی رٹ لگالی میری بات کا جواب دو"
صہیب جھنجھلا رہا تھا۔

"صہیب بھائی میں نے یہ سوچا ہی نہیں تھا نہ اس کا اندازہ تھا کہ آپ میرے بارے میں یوں سوچ رہے ہیں میں تو بلقیس سے آپ کی شادی کی بات کر رہی تھی — خیر اب سوچوں گی اور آپ کو مطلع کر دوں گی۔"

"سچ واقعی؟ یہ تو بہت امید افزا بات ہے، ہے نا؟"

"آپ اسے امید افزا سمجھیں یا نہ سمجھیں یہ آپ کا......"

"ذاتی معاملہ ہے" صہیب نے بات پوری کی —
اور دونوں ہنسنے لگے۔

"لیجیے یہ بھی خوب رہی۔ آپ مجھی کو پروپوز کر بیٹھے مگر بلقیس"
"بھئی الماس معاف کرنا — سمجھے وہ تمہاری سوڈو انٹیلیکچویل

دوست بالکل پسند نہیں ...."

"دیکھیے میری دوست کو کچھ مت کہیے گا۔ مگر آپ نے مجھ سے یہ سب پہلے کیوں نہیں کہا؟"

"میں تو برابر کہتا رہا مگر تم نے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی تم نے کبھی میری آنکھوں میں نہیں جھانکا۔ اگر دیکھتیں تو تمھیں اپنی شبیہہ نظر آتی۔ تم نے میرے دل کی دھڑکنوں کو نہیں سُنا اگر سنتیں ....."

"اچھا، اچھا بس خدا کے واسطے یہ شاعری چھوڑیے یہ بتائیے کہ اب جانے کے بارے میں کیا ارادہ ہے؟"

"جاؤں گا تو مگر ابھی نہیں"

"تو اس کا مطلب ہے کہ اب آپ یہ ڈراما ئی ایکزسٹ نہیں دیں گے"

صہیب بے اختیار ہنس پڑا۔

"اچھا تو اب میں اماں جان سے کہے دیتی ہوں کہ آپ نہیں جا رہے ہیں۔ اور ابھی میں چلوں دفتر کو دیر ہو رہی ہے" الماس نے صہیب کے گلدان سے بڑا سا گلاب نکال کر اپنے بالوں میں اڑستے ہوئے کہا اور باہر نکل گئی۔

بہت اچھا ہوا بات ہو گئی۔ دل پر کتنا بوجھ تھا۔ بہت پیاری بہت اچھی لڑکی ہے۔ تم یقیناً مجھے پسند کرتی ہو مگر وہ امریکی؟ مگر نہیں ـــ یہ میرا وہم تھا۔ تمھاری تو عادت سب سے بے تکلفی سے ملنے کی ہے۔ تمھارے دل میں اگر اس کا ذرا بھی خیال ہوتا تو تم

فوراً کہہ دیتیں۔ تم بہت کھلے دل کی لڑکی ہو۔ میں آج بہت خوش ہوں۔ بے حد خوش ۔ مگر دل کی بے قراری اور نہیں بڑھ گئی ہے؟ تمھیں پانے کی طلب تمھارے تندرست جوان اور خوب صورت جسم کو اپنی باہوں میں لینے کی آرزو۔ غیر ملکی لڑکیوں میں یہ بات کہاں؟

"بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں۔" وہ چونک پڑا

"اچھا ابھی آیا۔"

افوہ آج میں کتنا تھک گئی ہوں کبھی کبھی تو کام کی وہ یورش ہوتی ہے کہ بس.....

"آج آپ نے چائے نہیں منگوائی مس علی۔"

"جی اں ہاں کیا بج گیا؟ ارے ساڑھے گیارہ ۔ ابھی ٹیلیفون کرتی ہوں۔"

"آج ڈرامے کی ریہرسل ہے مگر ابھی تک کسی آرٹسٹ کا پتہ نہیں ہے مجھے آج ذرا جلدی جانا تھا مسز سکینہ اسپتال میں ہیں۔"

"ارے ہاں اب کیسی ہیں مسز سکینہ۔ آج تو نہیں کل میں ضرور آپ کے ساتھ انھیں دیکھنے جاؤں گی۔"

"آپ میرے ساتھ چلیں۔ یہی بڑی بات ہے چاہے انھیں ہی دیکھنے سہی۔"

"میں حاضر ہو سکتا ہوں۔"

"سامنے ایک بوسیدہ پورٹ فولیو دبائے تمنائی صاحب کھڑے تھے"

"آیئے" سکسینہ صاحب کے لہجے سے نرمی غائب ہو چکی تھی

"بھئی آپ نے بہت دنوں سے ہم کو یاد نہیں کیا تھا سوچا سلام کرتے چلیں"

"جی پچھلے ہی مہینے تو آپ کو بلایا جا چکا ہے" اور سکسینہ صاحب فائلیں دیکھنے لگے۔

"ہیں ہیں۔ آپ کیسے ہیں۔ رانی بٹیا کیسی ہیں۔ ماشاءاللہ کافی بڑی ہو گئی ہوں گی۔ اب تو اور بھی سکسینہ کل تمھارا مضمون پڑھا۔ بھئی آپ نے کیا معرکے کی چیز لکھی ہے"

"ہوں" سکسینہ صاحب نے لاپرواہی سے کاغذات پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔ الماس کا دل کٹ کر رہ گیا۔ اس نے کنکھیوں سے دیکھا۔ ان کے چہرے پر بلا کی نقاہت تھی۔ میلے پیر پلاسٹک کی چپلوں سے آدھے باہر نکلے ہوئے تھے۔ کرتا پاجامہ میلا تھا۔ اور وہ جیب سے چار مینار نکال کر اسے دوسری قسط میں پی رہے تھے سکسینہ صاحب کاغذات پر تیزی سے دستخط کر رہے تھے۔

"آپ کا مزاج کیسا ہے؟ الماس نے یکایک تمنائی صاحب سے پوچھا۔

"بس زندہ ہوں تم کیسی ہو بیٹی! بہت مصروف تھیں اس لیے میں......"

"آپ ادھر ہی تشریف لے جائیے" سکسینہ صاحب نے

ان سے بے حد رکھائی سے کہا اور خود ٹیلیفون کرنے لگے۔

"آیئے یہاں تشریف لایئے" الماس نے کرسی بڑھائی "میں نے پچھلے دنوں "شعلہ" میں آپ کی غزل پڑھی۔ بہت اچھی لگی۔ ابا جان بھی بہت تعریف کر رہے تھے" اس نے یوں ہی اڑا یا۔

تمنائی صاحب نے خوش ہو کر اپنی شاعری کے رموز و نکات اسے سمجھانے لگے۔ ان کے دیوان پر جو ملک کے مقتدر لوگوں کی رائیں چھپیں گی۔ وہ ان کا تفصیل سے ذکر کر رہے تھے۔ سکسینہ صاحب کسی سے ٹیلیفون پر کہہ رہے تھے "شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو بس جلدی آؤ، زیادہ نخرے نہ بگھارو" اور الماس سوچ رہی تھی، تمنائی صاحب کو لگتا ہے۔ کہ کوئی بہت سخت بیماری ہے ان کا چہرہ بالکل۔ ہلدی کی طرح زرد ہے سانس دھونکنی کی طرح چل رہی ہے شاید یہ بھوکے بھی ہیں۔ پہلے دفتر میں کلرک تھے اب ایسٹارڈ ہو گئے۔

بیوی کینسر کی مریض ہیں۔ بیٹا گھر سے بھاگ گیا ہے۔ ایک لڑکی ہے۔ مشاعرے اور ریڈیو کے پروگراموں پر گزر ہے۔ کاش میں ان کے لیے کچھ کر سکتی!

بیرا چائے رکھ رہا تھا "دیکھو بوائے ایک سیٹ چائے اور کچھ سینڈوچز جلدی سے لاؤ" الماس نے کہا

"میں ابا جان سے کہوں گی کہ وہ کچھ ان کے لیے کچھ کریں۔

"ہلو سکسینہ" ایک سریلی آواز نے کہا۔

"ہلو" سکسینہ صاحب نے زور سے کہا، "آؤ ادھر آؤ، انھوں

نے اپنے وہ آرام کرسی پیش کی جو وہ اپنے خاص مہمانوں کو پیش کرتے تھے۔

"اچھا بیٹی میں اب چلوں۔" تمنائی صاحب نے کنکھیوں سے چائے کو دیکھ کر کہا "نہیں نہیں آپ تشریف رکھیے میں نے آپ کے لیے چائے منگائی ہے۔"

اور اس نے ٹرے اٹھا کر سکینہ صاحب کی میز پر رکھ دی

"ہلو۔" مسٹر فیروز فیڈرک نے کہا۔

"ہلو" الماس نے بے حد رکھائی سے کہا اور تمنائی صاحب کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"ہمیں معلوم ہے کہ تم بہت مصروف ہو مگر کبھی کبھی ہم کو بھی پوچھتی رہو تو کیا گناہ ہے۔" سکینہ صاحب فیروزہ فیڈرک سے کہہ رہے تھے۔

فیروزہ فیڈرک نے ایک قہقہہ لگایا۔ الماس نے چائے بنائی اور سینڈوچیز کی پلیٹ تمنائی صاحب کی طرف بڑھا دی۔

"آپ کسی دن ہمارے گھر پر تشریف لائیے۔ ابا جان آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔"

"ضرور، ضرور، ضرور آؤں گا۔" تمنائی صاحب نے سینڈوچ منھ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"مس حسین علی آپ اوہ آپ تو اس وقت بہت مصروف ہیں۔" سکینہ صاحب نے چائے پیتی ہوئی الماس سے کہا۔

"جی بالکل اسی طرح جس طرح آپ مصروف ہیں۔" الماس

نے کہا۔

"اچھا بیٹی میں اب چلوں" تمنائی صاحب کہہ رہے تھے۔

"اچھا خدا حافظ" وہ کرسی سے کھڑی ہو گئی۔

"مس حسین علی"

"جی" الماس نے بہت رکھائی سے کہا۔ سکسینہ صاحب گھبرا گئے۔

"جی وہ میں کہہ رہا تھا وہ ٹیپ کہاں ہیں"

"میں ابھی دیکھتی ہوں" اور اٹھ کر ٹیپ دیکھنے لگی۔

شکر ہے کہ اس وقت انھوں نے کچھ کہا نہیں ورنہ میں ان سے الجھ پڑتی۔ مگر کیا فائدہ ہے۔ نہ جانے آج طبیعت اتنی الجھی ہوئی کیوں ہے؟ صبح صبح صہیب بھا.... نے عجیب اوٹ پٹانگ باتیں کر دیں۔ آتے ہی تم کا فون ملا۔ یا تو شام کو تم ملو ورنہ میں آتا ہوں"

آج اس سے ملوں؟ نہیں یہ ٹھیک نہیں ہو گا۔ میں بلقیس کے پاس جاؤں گی۔ اسے یہ سب بتا دوں گی۔ کیا بلقیس کو افسوس ہو گا؟ میرے خیال میں تو بالکل نہیں۔ اسے صہیب پسند ہی نہیں ہیں۔ کیا مجھے پسند ہیں؟ بلقیس، لگتا ہے احمد زیدی کو پسند کرتی ہے اور میں؟ اُف یہ کیا جھگڑے ہیں سب۔ تم؟ مگر اس نے تو کبھی یہ نہیں کہا۔ کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ مجھے اندازہ ہے کہ وہ مجھے ۔ نہیں نہیں ۔ شاید یہ میری خوش فہمی ہو! مگر اس میں خوش فہمی کی بات کیا ہے۔ تم سے ملنا آج مناسب نہیں ہے۔ خیر بلقیس سے مل کر

دیکھا جائے۔ وہ کیا کہتی ہے گھر پر فون کر دوں" مس حسین علی پانچ بج رہے ہیں۔

منیر عالم کہہ رہا تھا" ایں ہاں وہ چونک پڑی"

"آج آپ ہیں کہاں" منیر عالم ہنس رہا تھا۔

میں ذرا اونگھ گئی تھی" اور الماس اپنی چیزیں سمیٹنے لگی

"ہلو الی کیا دفتر سے سیدھی آ رہی ہو" بلقیس نے دور سے آتی ہوئی الماس کو دیکھ کر کہا۔

"ہاں بلقیس۔ مجھے تم سے بہت ضروری باتیں کرنی تھیں میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔ ذرا گرم گرم چائے پلواؤ" الماس نے وہیں لان میں دھم سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے کرسی منگا رہی ہوں"

"بس بس رہنے دو"

"کیا بات ہے تم آج بہت پریشان سی لگ رہی ہو"

"میں بہت مصیبت میں ہوں بلقیس"

"کیا ہوا"

"جو بھی ہو بہت برا ہوا"

"اُفوہ بھئی بتاؤ ہوا کیا"

"صہیب بھائی مجھ پر عاشق ہو گئے ہیں"

"ارے واقعی سچ یہ تو بہت اچھا ہوا"

"تمھیں ذرا بھی افسوس نہیں ہوا؟"

"افسوس کیوں؟ ارے ہاں بھئی بہت ہوا۔ اور افسوس

کیسا صدمہ ہوا۔ سخت۔ اور ہاں میں تو تم پر دعویٰ کروں گی"
"مذاق نہ کرو۔ اب میں کیا کروں"
"کہہ دو جناب یہ دل میں کسی اور کو پہلے ہی دے چکی ہوں اس لیے سوری"
"مگر میں نے تو اپنا دل ول کسی کو نہیں دیا۔ جھوٹ بول دوں؟"
"نہیں یہ ایسا کوئی جھوٹ بھی نہیں ہے۔ تم بچارا"
"اس کا یہاں کیا ذکر ہے" الماس نے جلدی سے کہا۔
"دیکھو اب بنو مت تم خاصی اس کے عشق میں مبتلا ہو"
"عشق ذرا زیادہ سیریس چیز ہے۔ مگر وہ مجھے اچھا ضرور لگتا ہے۔ مگر بلقیس میں اس بدتمیز سے شادی تو نہیں کر سکتی"
"کیوں؟"
"انسان کی کچھ مجبوریاں بھی تو ہوتی ہیں" اور پھر الماس خود ہی ہنس پڑی "بے کار ہی میں اس قدر دکھ بھری باتیں کرنے لگی بس صاف بات یہ ہے کہ شادی وادی کا چکر وہ بھی تم جیسے بے وقوف سے بالکل ٹھیک نہیں ہے"
"تم تو خبطی ہو۔ الماس مجھے نہ معلوم کیوں یہ ڈر لگتا ہے کہ تم اپنی زندگی کا غلط فیصلہ کر ڈالو گی"
"بلقیس تمہارا رویہ صہیب بھائی بے چارے کی طرف سے خاصا بیدردی کا ہے۔ وہ اتنے برے نہیں ہیں مگر تم نے تو انھیں پہلے ہی دن ناپسند کر دیا"
"مجھے وہ پسند ہیں یا نہیں یہ الگ بات ہے۔ مگر الماس تم اس

معاملے کو سنجیدگی سے سوچو ۔ اور پلیز جلدی نہ کرو ۔ میں ٹم سے بات کروں گی ۔ دیکھوں وہ کیا کہتا ہے ۔"

"تم بات کرکے کیا کروگی ۔ بلقیس وہ کچھ بھی کہے مجھے اس سے کیا ۔"

"خیر آپ صہیب سے ابھی کچھ نہیں کہیں گی ، سمجھیں ۔ بگرنگ بہت اچھی رہی ہو ۔ یہ اُڑا اُڑا اسمارٹنگ ، بکھری بکھری زلفیں ، ساری ہنسی مذاق ، تیزی طراری ، رفو چکر ۔" بلقیس نے ہنستے ہوئے کہا ۔

"تم بہت خوش ہو مگر ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے ۔" الماس گنگنانے لگی ۔

اچھا ، اچھا اب گانے کی کوشش نہ فرماؤ ۔ اندر چلو یہاں تو بہت مچھر ہیں ۔

اگر اپریل میں یہ گرمی کا حال ہے ۔ تو مئی جون میں کیا ہوگا ؟ بلقیس نے گلدان میں پھول سجاتے سجاتے سوچا ۔۔

نہ معلوم تلیا نے پلاؤ کے لیے اچھے چاول لیے ہیں یا نہیں ؟ علی اب تک غائب ہے ۔ فرج کو زرا تیز کردوں تاکہ پڈنگ اچھی طرح ٹھنڈی ہو جاتے ۔ میاں کے پاس یہ حضرات جو بیٹھے ہیں انھیں اب جانا چاہیے ۔

"بھئی بٹیا تمھاری سلاد کے لیے یہ ٹماٹر کافی ہوں گے اللہ

یہ تو ہیں نہیں "

"ہاں ٹھیک ہیں۔ خلیا دیکھو کباب تم ہی تلنا رحمن کو بالکل اچھے کباب تلنے نہیں آتے "

"ہاں ہاں، میں ہی تلوں گی۔ اسے آتا ہی کیا ہے سوائے تیہماد کھانے کے۔ اور میں کہتی ہوں اب میاں کو تھوڑی دیر آرام کرنا چاہیئے نا۔ آج بارہ ایک بجے تک یوں ہی ہوحق رہے گا اس گھر میں، تو سب لوہے کا پیٹ کھانے کر آتے ہیں ـــ

وہ بڑبڑاتی ہوئی کچن میں چلی گئیں۔ جب بھی گھر میں دعوت ہوتی ہے۔ ان کا موڈ یوں ہی بگڑتا ہے۔ اگر میاں کے پاس جو یہ حضرات بیٹھے ہیں۔ انھیں جانا چاہیئے۔ آج میں کون سی ساڑھی پہنوں، اس قدر گرمی ہے۔ وہ باہر آئی تو دیکھا میاں اکیلے بیٹھے ہیں، خاموش تھکے تھکے سے نڈھال۔

"میاں" بلقیس نے پکارا۔

"کون؟ بلقیس بیٹے۔ ابھی تم تیار نہیں ہوئیں۔ ہاں میں نے سلیمان عباس کو بھی مدعو کر لیا ہے۔ پاکستان سے آئے ہیں میرے کلاس فیلو ہیں نا، عرفان حیدر ان کے بیٹے ہیں۔ جرنلسٹ ہیں تم سے بھی ملنا چاہتے ہیں "

"بہت اچھا میاں ـــ آپ مہمانوں کے آنے سے پہلے تھوڑی دیر آرام کر لیجیے "

"باجی" علی دور سے چلایا۔

"اچھا، تو تم اب آئے ہو"

"باجی میں کیا کروں، میں نے بہت کوشش کی مگر۔۔۔"
اس لیے کہ کسی گندے چائے خانے میں بیٹھے سیاست جو بگھار رہے تھے، یاد ہی نہیں رہا ہوگا۔"
"نہیں باجی یہ مت کہا کیجیے ایک بات کہوں۔"
"اب اور کسے بلایا ہے۔ میرے خیال میں تمہارے سبھی چہیتے تو آ رہے ہیں۔ اتل، مجید، پورنما سروج اور احمد دا۔"
"وہ تو ٹھیک ہے باجی مگر ایک بات ہے۔ آپ احمد دا کی بہت خاطر کیجیے گا۔ آپ ان سے بہت اچھی طرح ملیں گی ہیں نا۔"
"مگر کیوں۔"
"اس لیے کہ وہ میرے احمد دا ہیں۔ اور آپ میری باجی اور دیکھیے اماں ابی کو منع کر دیجیے گا۔ وہ احمد دا سے بالکل غیر متعلق باتیں نہ کریں۔ نہ معلوم باجی احمد دا آپ کو مغرور کیوں سمجھتے ہیں۔"
"اچھا بہت دلچسپ یہ تو بالکل نیا الزام ہے کیا کہہ رہے تھے۔"
"کہہ تو کچھ نہیں رہے تھے۔ مگر مجھے ان کی باتوں سے یہ اندازہ ہوا۔"
"اونھ سمجھا کریں مجھے کیا؟ اچھا تم تیار ہو کر آؤ۔ جب تک میں سلاد بنا رہی ہوں۔ پھر میں تیار ہونے جاؤں گی۔" بلقیس نے کچن کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔
میں سوچتا ہوں کہ باجی ہاں باجی کی اپنی کوئی رائے نہیں ہے۔ وہ تو بس میاں کے قدم بہ قدم ہیں۔ اسی لیے تو اگر باجی اور احمد دا کی دوستی ہو جائے تو باجی کی شخصیت بن جائے۔

یہ سلاد بنانے اور پھول سجانے کے علاوہ بھی کچھ کریں۔ اسکول میں پڑھاتی ہیں۔ بہت اپنے کو محدود کرلیا ہے، انھوں نے بسرِ وج بالا احمد دا کو بہت چاہتی ہے۔ مگر وہ اس کو ذرا بھی لفٹ نہیں دیتے۔ سروج ابھی لڑکی ہے، اس نے کس قدر اپنے کو بدلا ہے۔ اس طرح گندے محلّوں میں جاکر کام کرنا گندے چائے خانوں میں چائے پینا۔ مگر وہ یہ سب احمد دا کی وجہ سے کرتی ہے اور پورنما حیرت تو واقعی اس پر ہے کہ کس قدر قدامت پسند ہے اس کا خاندان کس طرح اس نے بغاوت کی۔ مگر انو تم میری طرف سے اتنی کٹھور کیوں ہو گیا تم دور سے چمکتا ہوا چاند ہو اور میں ایک نادان بچہ! مگر چاند اب دور کہاں رہا؟ خیر چاند دور ہو یا نہ ہو مگر تم مجھ سے بہت دور ہو یہ میں جانتا ہوں۔

"علی باہر آؤ"

"اچھا باجی ابھی آیا" اس نے برش میز پر رکھتے ہوئے آئینے میں خود کو دیکھا، خاصا اسمارٹ لگ رہا ہوں اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

"احمد دا میں تو بالکل متفق ہوں" سروج نے کافی کا چھوٹا سا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"اتل تمھیں کیا اعتراض ہے" احمد اتل سے مخاطب تھا۔ بات یہ ہے احمد دا سروج جی تو یہ کہہ کر "میں متفق ہوں بات

ہی ختم کردیتی ہیں" مجید نے کہا۔

"مگر تم بتاؤ ناکہ تمھیں کیا اعتراض ہے"

احمد کی آواز جھنجھلاہٹ میں خاصی تیز ہو گئی تھی۔

"ارے ارے آپ کس پر برس رہے ہیں۔ اور جناب یہ سراسر وعدہ خلافی ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ آج رات سیاست پر کوئی گفتگو نہیں کریں گے" الما نے احمد کے پاس آکر کہا۔

"آپ کو سیاست سے اس قدر الرجی کیوں ہے" احمد نے خاصی رکھائی سے کہا۔

"نئی زندگی نے سوچنے کو اتنے موضوعات دیے ہیں کہ انسان ان پر سوچتے سوچتے گھبراتا جاتا ہے۔ پھر سوچنے سے یہ نقصان بھی تو ہوتا ہے۔ کہ اس کی کمزوریاں خامیاں اس کے نقصانات سبھی نظر آتے ہیں۔ ان میں بہتری تو کچھ ہو نہیں سکتی، بس جلتا ہے کڑھتا ہے ..."

"یہ تو کوئی بات نہیں ہے" سروج نے جلدی سے کہا۔

"جدوجہد ہی تو سب کچھ ہے۔ یہ تو بڑی آسان بات ہے کہ انسان حالات کے ہاتھوں مجبور ہو جائے۔ جو ہوتا ہے ہوتا رہے"

"یہ سب احمد واتے آج شام کو کہا تھا" مجید نے اتل کے کان میں کہا اور دونوں ہنسنے لگے۔ سروج نے مڑکر ان کو دیکھا۔

"سروج جی یہ سمجھ لیجیے انسان بالکل بے بس ہے بالکل

مجبور" بلقیس نے گفتگو میں شامل ہوتے ہوئے کہا۔
"چلو تم آئیں تو ان پاکستانی حضرت سے تمہیں فرصت تو ملی۔
عجب چغد انسان ہیں" الماس نے کہا۔
"ارے آہستہ بولو۔ وہ میاں کے دوست کے بیٹے ہیں"
کسی سے بات کریں گی تو اس لیے کہ وہ میاں کے دوست کے
بیٹے ہیں۔ اس میں بھی کوئی ان کی پسند ناپسند نہیں ہے بھئی یہ
کس قسم کی لڑکی ہے۔ لوگ تو اس سے بے حد انقلابی قسم کی
باتیں منسوب کرتے ہیں۔ اونھ لوگ کون؟ علی ہی نا! احمد نے
بلقیس کو دیکھتے ہوئے سوچا ۔
"آپ اور کافی لیں گے احمد صاحب، معاف کیجیے گا میں
ذرا ادھر....."
نہیں کوئی بات نہیں۔ احمد نے بہت بے نیازی سے
کہا اور مجید کی طرف مخاطب ہوا۔ اب کمال صاحب سے
ہم لوگ اجازت لیں"
"بلقیس میں جا رہا ہوں۔ میاں سے معذرت کر دیتا"
"تم بہت اداس تھا" "ارے تمہیں کیا ہوا" بلقیس نے
جلدی سے پوچھا۔ "تم یہ تمہارا منھ کیوں ایک دم پھول گیا"
الماس نے تم کے پاس آکر کہا ۔ "الماس ارے تم یہاں ہو"
صہیب کہہ رہا تھا "صہیب بھائی ان سے ملیے یہ ہیں احمد صاحب
پڑھاتے تو لڑکے ہیں، مگر....." "الماس اپی" علی نے الماس
کو گھورا ۔

"جی ہم دونوں ایک دوسرے سے تفصیلی ملاقات کر چکے ہیں۔"
احمد نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا بلقیس خدا حافظ۔" اور ٹم چلا گیا۔ الماس ایک دم خاموش ہو گئی۔

"الماس اپی۔" علی نے پکارا "ارے آپ ہیں کہاں ——"
علی نے الماس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"آں ہاں، کیا تم کچھ کہہ رہے تھے۔" الماس اب چلیں۔
صہیب نے الماس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر بے حد اپنائیت سے کہا۔ الماس جلدی سے الگ ہو گئی۔

"بلقیس ان سے رخصت ہو، سلیمان جا رہے ہیں۔" میاں کہہ رہے تھے بلقیس ادھر مڑ گئی۔

"بھئی احمد تم لوگوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ کبھی کبھی آجایا کرو میاں —— اور تم بھی بی بی۔ تم تو ہماری ہم وطن ہو۔"
میاں نے سروج کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"اب ہم لوگوں کو اجازت دیجئے۔"

"ہاں چچا جان۔ آپ بہت تھکے تھکے لگ رہے ہیں۔"
الماس نے کہا۔

"بلقیس اور الماس دونوں تھوڑی دیر بعد یہ اطلاع ضرور دے دیتی ہیں کہ میں تھک گیا ہوں۔ میں تو خود اس کا اندازہ کر ہی نہیں سکتا۔" میاں احمد سے مخاطب تھے —— احمد مسکرانے لگا۔

"ارے اگر آپ ایسے ہوتے یعنی میرا مطلب ہے اگر آپ اپنی تھکن کا اندازہ خود کر لیتے تو پھر رونا کیا تھا۔ کیوں نا بلقیس" الماس نے سامنے سے آتی ہوئی بلقیس سے کہا۔

"بلقیس سورن سنگھ سے کہہ دو۔ گاڑی نکال لے یہ سب لوگ جا رہے ہیں۔" "ابھی سے" اور بلقیس کی نظریں آپ ہی آپ احمد کی طرف اٹھ گئیں اور یہ دیکھ کر کہ وہ بھی ادھر ہی دیکھ رہا ہے وہ گھبرا کر سورن سنگھ کو بلانے چلی گئی۔

جب بلقیس انٹرنس ہال میں داخل ہوئی تو احمد الماس سے کہہ رہا تھا "زندگی کے سوالات کے جواب تلاش کیجیے۔ ان سے منھ نہ چرائیے زندگی سے فرار کوئی صحت مند چیز نہیں ہے۔"

"زندگی کے بہت سے سوال ایسے ہیں جن کا کوئی جواب ہے ہی نہیں۔" بجائے الماس کے بلقیس نے جواب دیا۔

"ایسا نہیں ہے مس رضوی۔"

"تم آئیں مجھے بہت خوشی ہوئی، اور اگر برا نہ مانو تو ایک بات کہوں۔" علی نے پورنما سے کہا۔

"کہو۔"

"آج تم بہت اچھی لگ رہی ہو۔ سرخ رنگ تم پر بہت اچھا لگتا ہے۔"

"اطلاع پائی۔" پورنما نے بہت سنجیدگی سے کہا اور مجید کی طرف مخاطب ہو گئی۔

"ارے تم کہاں چلیں، ابھی سے الماس۔"

"ہاں ہم بھی ان ہی لوگوں کے ساتھ نکل جائیں گے" الماس نے کہا اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"خدا حافظ بلقیس بہت بہت شکریہ۔ بہت اچھا وقت کٹا" صہیب نے منھ سے پائپ الگ کرکے بہ مشکل کہا، اور آگے الماس کے پاس جاکر بیٹھ گیا۔

"بائی بائی" پورنما نے کھڑکی سے منھ نکال کر کہا۔

"بائی بائی" بلقیس نے گیٹ کا پھاٹک بند کرتے ہوئے جواب دیا۔ میاں اور علی اندر جا چکے تھے۔

"تو احمد زیدی تمھارا یہ خیال ہے کہ زندگی کے سوالات کا جواب تلاش کرنا چاہیے۔ آج کا یہ ڈنر اچھا رہا۔ اگر سلیمان عباس نہ آتے تو اور بھی اچھا رہتا۔ بالکل انٹرویو لینے کے انداز سے بات کرتے ہیں۔ یہ حضرت فرما رہے تھے "ہندوستان آکر خاصی مایوسی ہوئی۔ مگر آپ سے مل کر میری رائے میرا مطلب ہے میرا ہندستان میں ہی رہنے کو دل چاہنے لگا۔"

"آج تم کو کیا ہو گیا۔ آیا تھا۔ تو اچھا خاصا تھا۔ یہ صہیب تو بے حد الماس پر اپنا حق جمانے لگے ہیں۔ پورے وقت وہ اسی کے سر پر مسلط رہتے ہیں۔ آج الماس بھی کچھ چپ چپ تھی۔ تم اور الماس دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔ مگر پھر بھی دونوں اس کے اقرار سے گھبراتے ہیں۔ آخر کیوں؟ ارے ساڑھے گیارہ ہو رہے ہیں۔ میاں کو اب سونا چاہیئے۔ بلقیس نے میاں کے کمرے کی لائٹ جلتے دیکھ کر سوچا۔

"میاں اب سو جائیے" بلقیس نے کھڑکی سے جھانک کر کہا اور لائیٹ بند ہوگئی۔

صاف شفاف آسمان پر بے شمار تارے بکھرے ہوئے تھے۔ فضا میں خوشگوار خنکی تھی۔ روشنی اور صاف چاندنی میں لان کی ہری ہری گھاس اور رنگ برنگے پھول بہت اچھے لگ رہے تھے اُف میں کبھی کبھی اپنے دل میں اس قسم کا خلا محسوس کرتی ہوں۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ زندگی یوں ہی گزارنی ہوگی۔ بے مقصد ویران تنہا۔ تنہائی تو ہر انسان کا مقدر ہے مگر میں؟ اسکول کے حالات روز بروز خراب ہوتے جا رہے ہیں یا یوں کہوں کہ میں اب اس نتیجے پر پہنچ رہی ہوں کہ میں ان حالات میں کام نہیں کر سکتی۔ میاں کا کہنا ہے حالات کو سدھارنا چاہیے۔ کوشش جاری رکھو۔ ضرور کامیابی ہوگی۔ جنگ کا میدان صبر و تحمّل نرمی اور ان تھک کوشش سے جیتا جاتا ہے۔ وہی گاندھیائی فلسفہ آپھا کا مشورہ ہے کہ کسی اچھے اسکول میں ٹرانسفر کرا لو۔ مسز شرما کہتی ہیں یہ سب بے کار ہے۔ یہیں کام کرو اور ان حالات سے لڑو۔ علی اور الماس کہتے ہیں نوکری چھوڑ دو۔ میں کیا کروں گی۔ یہ فیصلہ میں ابھی تک نہیں کر پائی ہوں۔ میں کیا چاہتی ہوں۔ شاید یہ خود میرے ذہن میں بھی صاف نہیں ہے۔ مجھے کیا تلاش ہے؟ کچھ پتہ نہیں۔ کہاں جانا ہے؟ راستہ نظر نہیں آتا۔ چلنا چاہتی ہوں مگر سوجھتا نہیں؟ گاڑی ان لوگوں کو پہنچا کر آ بھی گئی۔ بارہ بج گئے تو اب میں جا کر سو جاؤں۔ زندگی کی ایک اور صبح! وہ بھی اور

سب سبجوں کی طرح بے مقصد بے رنگ گزر جائے گی۔

"بہرحال یہ تو ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اورنگ زیب متعصب بادشاہ تھا۔ اس نے ہندوؤں پر بہت ظلم کیے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب یہ حقیقت ہے تو یہ کورس میں ......"

"مگر مسز رینا میں یہ کب کہہ رہی ہوں کہ آپ یہ سب نہ پڑھائیں مگر میں تو یہ کہہ رہی ہوں ــــ"

"بھئی مس رضوی تم لوگ اورنگ زیب کے کارنامے لاکھ چھپاؤ جو حقیقت ہے وہ تو ہے ہی ...."

"مسز رینا مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ بلقیس کی اورنگ زیب سے کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔" آبھا نے مسز رینا کی بات کاٹی۔

"یہ بگڑ تو ایسی ہی رہی ہیں" مسز رینا نے طنز سے کہا اور کاپی دیکھنے لگیں۔

"میں تو صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ اورنگ زیب ایک بادشاہ تھا۔ اس نے جو بھی کیا وہ سیاسی مصلحتوں کے بنا پر کیا ہم کو ان چیزوں کو اسی روشنی میں دیکھنا چاہیئے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے ..."

"اصل میں ضرورت اس بات کی ہے۔ تاریخ دوبارہ لکھی جائے" مسز پاٹھک نے جلدی سے بلقیس کی بات کاٹی۔

"یہی میں نے کہا تھا جس پر مسز شرما بنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ گئیں" مسز رینا نے کاپی دیکھتے دیکھتے اطلاع دی۔

"جی نہیں، آپ نے یہ نہیں کہا تھا۔ آپ تو کہہ رہی تھیں کہ مسلمانوں کی دقت کی تاریخ ہے اس لیے ــــ

"یہ کیا ہو گیا ہے ہر وقت ہندو مسلمان۔ ہندو مسلمان ؟"
مسز سوندھی نے چڑ کر مسز شرما کی بات کاٹی۔

"میرے خیال میں ان مسئلوں پر اسکول میں بات نہیں ہونی چاہیے" مس انصاری نے قطعیت کے لہجے میں کہا۔

"میرے خیال میں تو ضرور ہونی چاہیے۔ اگر ہم لوگ اپنے خیالات کا اظہار ایک دوسرے کے سامنے کھلے دل سے کریں تو بہت سی غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں" بلقیس نے کہا۔

"بھئی کھل کر گفتگو تو تب ہو جب ہم لوگوں کے دلوں میں چور نہ ہو" مسز شرما نے اظہار خیال کیا۔

"اور تمہارا یہی کام ہے کہ سب کے دلوں کے چور پکڑتی رہو" مسز ماتھر نے چڑ کر کہا۔

"اور کیا میں اس کی قائل نہیں ہوں کہ ہر وقت یہ مالا جپوں ہندو مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اور دل میں ......"

"بس زیادہ باتیں مت بناؤ مسز شرما اگر تم میرے منہ لگیں تو اچھا نہیں ہو گا" مسز سوندھی نے چڑ کر کہا۔

"اگر آپ لوگ کہیں تو میں کلاس چھوڑ دوں" مس فاروقی نے اسٹاف روم کے دروازے پر آکر دریافت کیا۔

"مسز دانیال آرہی ہیں" کسی نے جلدی سے آکر اطلاع دی۔

مسز ریتا کاپیاں دیکھنے میں مشغول ہو گئیں مسز ماتھر رجسٹر بھرنے لگیں۔ مسز فضل علی کاپیاں اٹھا کر کلاس کی طرف مڑ گئیں۔

"آپ لوگ اس وقت خالی کیسے ہیں؟"
"سب چپ تھے۔"
"میں آپ لوگوں سے کہہ رہی ہوں۔"
"میرا تو پیریڈ فری ہے" مسز شرما نے مسز دانیال کو اپنی طرف گھورتے دیکھ کر کہا۔
"اور آپ دونوں کا؟" انھوں نے بلقیس اور آبھا کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔
"ہم دونوں بھی خالی ہیں" آبھا نے جلدی سے کہا۔
"تعجب ہے۔"
"آپ ٹائم ٹیبل دیکھ لیجیے" مسز شرما نے اپنی نوٹ بک اُن کی طرف بڑھائی۔
"آپ تینوں میرے ساتھ آفس میں آئیے۔"
"مگر اسٹاف روم میں صرف ہم تینوں تو نہیں ہیں مسز دانیال" بلقیس نے آہستگی سے کہا۔ اس کا چہرہ غصّے سے سُرخ تھا۔
"زیادہ باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو میں کہہ رہی ہوں وہ کیجیے۔" "اس لیے کہ آپ پرنسپل ہیں؟" مسز شرما نے چڑھ کر کہا۔
"مسز شرما تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم کس سے مخاطب ہو" مسز دانیال زور سے چیخیں۔
"چلیے چلیے مسز شرما۔ چلو آفس میں چلو یہاں کلاس ہو رہے ہیں" آبھا نے گھبرا کر کہا۔
"اچھا یہ اب آپ مجھے بتا رہی ہیں اس سے پہلے جو آپ تینوں

رڑ رہی تھیں ، اس وقت یہ خیال نہیں آیا۔
"تم لوگوں نے تو میرا چین اور سکون غارت کر دیا ہے۔ اسکول کی فضا خراب کر دی ہے"
"جب سے مسز شرما آئی ہیں ہندو مسلمان کی باتیں ہونے لگی ہیں"۔ مسز سوندھی نے بہت مؤدب لہجے میں کہا۔
"اور کیا اس سے پہلے تو صرف اسکول میں ہندو مسلمان بھائی بھائی کا جاپ ہی ہوتا تھا"
"مسز شرما" مسز دانیال زور سے چیخیں۔
"میں آپ سے ...."
"جی ضرور لیجیے۔ آپ مجھ سے ایکسپلینیشن ہی تو لیں گی"
"لیجیے — چلیے" مسز شرما نے مسز دانیال کے ساتھ آفس کی طرف چلتے ہوئے کہا
"آپ دونوں بھی آئیے" انھوں نے آبھا اور بلقیس کی طرف اشارہ کیا۔
چلو آبھا نے بلقیس سے کہا اور دونوں آفس کی طرف چلی گئیں۔
یہ سب کیا ہے آج جو کچھ ہوا کس قدر تکلیف دہ تھا۔
مسز شرما نے بے حد کھری کھری سنائیں مگر یہ سب اچھا تو نہیں لگتا ہے۔ لڑکیوں پر ان سب باتوں کا کیا اثر پڑتا ہو گا۔
"ہلو بلقیس" وہ چونک پڑی۔ سامنے تم کھڑا تھا"
"ارے تم کہاں ؟"
"ذرا ادھر ایک کام سے آیا تھا، چلو ٹیکسی لے لیں۔ آج تمھیں

کار لینے نہیں آئی۔"

"نہیں میاں کو کہیں جانا تھا۔"

"تم تم ہو کیسے۔ اس دن سے تو تم سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔" بلقیس نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اچھا ہوں۔"

"کیا بات ہے تم آج کل بہت اداس ہو۔ آج کل کیا تمھاری کچھ الماس سے لڑائی ہے؟"

"میری اس سے لڑائی کیسے ہو سکتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ لڑائی کے لیے گہری محبت اور دوستی کی ضرورت ہوتی ہے اور میری تو اس سے ....."

"اونھ یہ سب باتیں وہ مذاق میں کرتی ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ وہ کب مذاق کرتی ہے کب سنجیدہ ہوتی ہے تمھاری دوست آج کل میرے لیے ایک سوال بن گئی ہے۔ تم اسے حل کرنے میں میری مدد کرو نا۔"

"اوّل تو وہ کوئی ایسا مشکل سوال نہیں ہے۔ اور اگر ہے بھی تو تمھیں کیا مصیبت پڑی ہے اسے حل کرنے کی۔"

"تمھاری سر پھری دوست مجھے بہت پسند ہے بلقیس۔ میں اسے چاہنے لگا ہوں، آئی تو ہر۔"

"مگر تم نے یہ بات کبھی اس سے کہی کیوں نہیں۔"

"میں اس سے بہت ڈرتا ہوں۔ کہیں وہ یہ بھی مذاق میں نہ اڑا دے۔"

"تو پھر صبر کرنا۔"

"نہیں یوں نہ کہو، بلقیس وہ مجھ سے نہ ہو گا"
"آؤ تم بھی آؤ۔ اب کہاں جاؤ گے دھوپ میں؟" "میں بھی اٹھ جاؤں"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ آج الماس شام کو آئے گی اور میں تم دونوں کا ملن کرا دوں گی۔ میں ابھی آئی تم یہیں بیٹھو خلیا تم بھی کھانا کھائے گا" بلقیس نے اپنے کمرے میں جاتے ہوئے کہا ——

"آج تم سے بات کروں گا۔ نہ جانے تم کیا جواب دو گی مجھے معلوم نہیں کہ تمھارے دل میں کیا ہے کہیں تم اپنے اس مغرور کزن کو تو نہیں چاہنے لگی ہو۔ نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا تم مجھے —— مگر میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ تم مشرقی لڑکیوں کے دل کی بات جاننا بہت مشکل ہے۔ یہ کون جان سکتا ہے بھلا۔ مگر تم لوگ ہوتی بہت اچھی ہو۔ اور تم ان سب میں سب سے اچھی سب سے دل فریب ہو الماس حسین علی۔

ہم لوگوں کے حالات، مشکلات اور مسائل اپنی نوعیت میں الگ بھی ہیں اور ایک بھی۔ ہم سے مطلب میں اور بلقیس ہی نہیں آبھا جین، رینو مرزا، مسز شرما بھی ہیں۔ احمد زیدی صہیب احمد سروج بالا اور علی اختر بھی ہیں۔ ہم سب نوجوان جنھوں نے ہندوستان کی تقسیم کے بعد ہوش سنبھالا۔ اب یہی دیکھو کم ویز

مجھے یہاں تمھیں اس گروپ سے الگ کرنا پڑا۔ یہ ٹھیک ہے کہ تم بھی ہماری نسل کے ہو مگر تمھارا ملک تمھارا کلچر تمھارے مسائل سب ہم سے الگ ہیں۔ تم نے مجھے پرپوز کر کے خاصی مشکل میں ڈال دیا۔ کیونکہ مشکل یہ ہے کہ تم اچھے بہت لگتے ہو۔ تمھارے بارے میں میں آپ ہی آپ سوچنے لگتی ہوں۔ بہت چاہتی ہوں تمھیں تمھارے خیالات کو اپنے ذہن سے جھٹک دوں۔ مگر میں جتنی یہ کوشش کرتی ہوں تم اتنے ہی میرے دل و دماغ پر چھانے لگتے ہو — پانچ سال: پورے پانچ سال سے میں تم کو جانتی ہوں۔ شروع شروع میں تم مجھے بالکل ویسے ہی لگے — جیسے کہ سب غیر ملکی ہوتے ہیں۔ مگر رفتہ رفتہ ہماری دوستی بڑھی ہم ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارنے لگے — یہاں تک کہ تم میرے گھر آنے جانے لگے جب میں فائنل میں تھی تو مجھے محسوس ہوا کہ میں تمھارے بارے میں کچھ زیادہ سوچنے لگی ہوں — فوراً میں نے اپنے سوچنے پر پابندی لگائی۔ مگر تم ڈھیٹ بنے۔ جب دیکھو دندناتے میرے تصور میں آنے لگے — میں نے تم سے آنکھیں چرانی شروع کر دیں — سوچا یونیورسٹی چھوڑ دوں گی تم سے کوئی واسطہ نہ رہے گا بھول بھال جاؤں گی۔ مگر تم اس کے بعد کہیں نہ کہیں ملتے رہے۔ دفتر میں گھر پر، جلسوں میں، بسوں میں تم نے اباجان سے دوستی کر لی اور اکثر گھر آنے لگے۔ یہاں تک کہ تم اماں کو بھی اچھے لگنے لگے۔ وہ کس ذوق شوق سے تم کو گلاوٹ کے کباب پسندے اور روٹیاں کھلاتی ہیں۔ اگر کچھ دن تم نہ آؤ تو فوراً اباجان یا مجھ سے تمھیں فون کراتی ہیں

اصرار سے بلاتی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے تم اس ملک کے رہنے والے ہو، جسے ان کے بیٹے نے بسا لیا ہے۔ جب وہ تمہارا پردیسی ہونے پر رحم کھاتی ہیں۔ انھیں اپنا بیٹا یاد آجاتا ہے۔ جو ان کے خیال میں پردیس میں نہ جانے کیسے کیسے دکھ اٹھا رہا ہوگا! اکلوتا بیٹا جس کے پروان چڑھنے کے خواب ان کی آنکھوں نے اس وقت سے دیکھنے شروع کر دیے تھے جب اس نے جنم لیا تھا۔ بیٹا جو ہر ہندوستانی ماں کی کمزوری ہوتا ہے۔ محبت کا جذبہ ملک کلچر مذہب ہر چیز کے فرق کو پس پشت ڈال دے دیتا ہے۔ تم بھی تو یہی کہتے ہو۔ مگر تم کیا وہ تم کو اپنی بیٹی کے شوہر کی حیثیت سے پسند کر لیں گی؟ تم تو فوراً ہاں کہہ دوگے۔ اس لیے کہ تم تو اس الماس حسین علی کو جانتے ہو جو بہت آزاد ہے۔ جس نے لڑکوں کے ساتھ پڑھا ہے۔ جو مردوں سے آزادانہ ملتی ہے۔ جلسے جلسوں میں شرکت کرتی ہے۔ جسے اپنی پسند کی شادی کرنے کا سو فی صدی اختیار ہے۔ جو لا مذہب باپ کی بیٹی ہے۔ جو اپنے زمانے کے بے حد انقلابی روایت شکن انسان تھے۔

مگر تم یہ نہیں جانتے کہ وہ ہر سال محرم میں زمان پور ضرور جاتے ہیں۔ اپنے وطن جہاں وہ شب عاشور کو مردانی مجلس میں انیس کا مرثیہ بے حد ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔ جب زلف کو کھولے ہوئے لیلائے شب آئی۔ دسویں کو تابوت کے ساتھ ننگے پیر کربلا جاتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ان کی یہ آزاد ترقی پسند بیٹی بھی ہرے

دوپٹے اوڑھ کر اپنی گاؤں کی بھاوجوں بہنوں، پھوپھیوں اور خالاؤں کے ساتھ نوحے پڑھتی ہے۔ اور ماتم کرتی ہے۔ سختیاں جھیلی ہیں اسلام کو پھیلانے میں ہاں سختیاں جھیلی ہیں۔ سر کٹا، گھر بھی لٹا، شاہ کا ویرانے میں، ویرانے میں۔" اُف یہ کس قدر حیرت ناک خبر ہوگی کہ سید امداد حسین رضوی جن کا سلسلہ براہ راست آٹھویں امام امام رضا علیہ السلام سے ملتا ہے۔ ان کی پرپوتی نے ایک غیر مذہب سفید فام امریکی سے شادی کرلی! اور یہ خبر بڑے ابا کے لیے کس قدر دکھ کا باعث ہوگی۔ ہاں بڑے ابا زمان پور عبارت ہے بڑے ابا کی ذات سے۔ زمان پور لکھنو اور کان پور کے درمیان ایک چھوٹا سا گاؤں جہاں گنگا بہتی ہے۔ جہاں زمینداری ختم ہونے کے بعد بھی میاں کی ڈیوڑھی اسی طرح گاؤں والوں کے لیے تنظیم کی جگہ ہے۔ جہاں ان کے دکھ درد کی دوا بھی ملتی ہے۔ اور تعویز گنڈے بھی۔ قانونی مشورے بھی ملتے ہیں اور گھریلو جھگڑے بھی نمٹائے جاتے ہیں۔ وہ میاں اور ان کے گھر والوں سے والہانہ پیار کرتے ہیں وہ سال بھر محرم کا انتظار کرتے ہیں۔ جب شہروں سے بھیا بٹیا بیں اور بہوئیں آئیں گی۔ اور حویلی میں چہل پہل ہوگی چوکی اٹھے گی مجلس ہوگی۔ زمان پور جہاں نیچ ذات کے لوگ ابھی نیچ ذات کے ہی کہے جاتے ہیں۔ اب بھی وہاں کی عورتیں میاں کے گھر والوں کے پیر چھوتی ہیں۔ اور ہزار منع کرنے پر بھی نہیں مانتیں کیوں کہ یہ ان کے "پرکھوں" سے ہوتا آیا ہے۔ جن کو میاں کے گھر والے "بھوجی" "چاچی" اور "خالہ" کے رشتوں سے بلاتے ہیں۔

عجیب بات ہے ؟ زمان پور میں اب بھی ہندو عورتیں مسجد
میں اپنے بچوں کو لاکر جھڑواتی ہیں ۔ محرم کی سات تاریخ کو سقہ بناتی
ہیں، دس کو چوکی کے نیچے سے نکالتی ہیں ۔ اور ہرے کرتے طوق اور
بیڑیاں پہناتی ہیں ۔ اور ہولی ! کتنی دھوم کی ہولی ہوتی ہے،
ہمارے زمان پور میں ۔ ہاں ہولی کے دن سید احقاق حسین رضوی
ہمارے بڑے ابا جن کے مذہبی اصول کڑے اور بے لوچ ہیں ۔
جن کا زیادہ تر وقت مسجد میں خدا کی عبادت میں گزرتا ہے ۔ جو
نجس ہونے کے ڈر سے دو انگل اونچا پاجامہ پہنتے ہیں ۔ ہندو
دھوبی کے ہاتھ کے دھلے کپڑوں کو گنگا میں غوطے دے کر پہنتے
ہیں ۔ ہولی کے دن گاؤں کے لڑکوں سے اپنے ماتھے پر گلال لگواتے
ہیں ۔ بنیوں کے گھر سے آیا ہوا پکوان کھاتے ہیں اور گھنٹوں کلیاں
کر کرکے اپنا منھ پاک کرتے ہیں ۔ مگر زمان پور کی دیوالی تو ہولی
سے بھی زیادہ خوب صورت ہوتی ہے ۔ پوری حویلی ننھے ننھے
دیوں سے جگمگانے لگتی ہے ۔ شکر کے کھلونے اور کھیلیں کتنے اچھے
اور مزے دار کھلونے بناتے ہیں ۔ ہمارے یہاں کے حلوائی ۔
ہاں ٹم ڈیئر تم الماس حسین علی کے اس پس منظر سے کہاں
واقف ہو ؟ تم جو میرے لیے ایک بڑا سا سوالیہ نشان بن گئے
ہو ؟ اُف یہ سب کیا ہے ؟ یہ زندگی کا کون سا مقام ہے جس کے
ہر موڑ پر ایک سوال ہے ؟ نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا ۔
میں بہت سوچ سمجھ کر اپنی زندگی کا فیصلہ کروں گی ۔ پھر جو بھی ہوگا
اس سے سمجھوتہ کروں گی ۔ میں کروں گی ۔ میں جو چاہوں کر سکتی

ہوں۔ لمبا چوڑا سُرخ و سفید سراپا۔ آنکھوں میں بلا کی شوخی نہیں، نہیں تم تم مجھے یوں کمزور نہ بناؤ۔ ارے یہ میری آنکھیں کیوں بھیگی جا رہی ہیں۔ نہیں نہیں اس نے سر کو ایک جھٹکا دیا۔ نرم تکیہ میں اپنا سر گھسایا ـــ اور ـــ ہاں! نہیں، نہیں اب میں سو جاؤں گی ـــ

کل میں یہ لفافہ جا کر مسز دانیال کو دے دوں گی۔ اور ایک مہینے بعد میرا اس اسکول سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ بظاہر یہ بہت معمولی بات ہے۔ مگر اس کا میری زندگی سے کتنا گہرا تعلق ہے۔ یہ کوئی نہ جان سکے گا۔ معلمی کا پیشہ میں نے یوں ہی نہیں اختیار کر لیا تھا ـــ اس کے پیچھے میرا ایک مقصد تھا کس حوصلے اور عزم سے میں اس لائن میں آئی تھی۔ مگر چند سال بعد مجھے اپنی منزل کی دوری کا احساس ہو گیا۔ وہ منزل! ہاں مجھے لگتا ہے کہ کبھی نہ پا سکوں گی۔ مجھے اس سلسلے میں جو مایوسیاں ہوئی ہیں۔ صرف میں ان کا احساس کر سکتی ہوں، جس سے کہوں گی۔ وہ ان کو ذرا بھی اہمیت نہ دے گا وہ باتیں جن کا لوگوں کو احساس بھی نہیں ہوتا ہے اور مجھ جیسے دیوانے اگر اس کا احساس دلائیں تو وہ یوں دیکھتے ہیں جیسے کہہ رہے ہیں "کس دنیا کی باتیں کر رہی ہو" بہر حال یہ فیصلہ میں نے سو فی صدی اپنی مرضی سے کیا ہے مگر پھر میں دکھی کیوں ہوں؟ ایک دفعہ یہی بات مجھ سے امی جان

نے کہی تھی۔

"بعض فیصلے انسان اپنی خوشی سے کرتا ہے مگر ان کو کرتے وقت اور اس کے بعد اس پر کیا گزر جاتی ہے یہ وہی جان سکتا ہے۔" یہ بات امی جان نے کیوں کہی تھی۔ کب کہی تھی یاد نہیں آرہا۔ مگر امی جان کی زندگی تو بہت پرسکون بہت بھرپور تھی انھیں .... یہ تو میں بھی ہوں نا — مگر بلقیس رضوی اب تم کروگی کیا۔ ریڈیو پر نیوز ریڈر ہوگی کسی دفتر میں کلرکی کروگی، کسی ایجنسی میں ٹرانسلیٹر بنوگی؟ یہ سوچنے کے لیے ابھی وقت ہے یہ کام تو ہوگا وقت گزاری کے لیے ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے۔ مگر اس سے زندگی کا خلا تو نہیں بھرے گا زندگی کی بے مقصدیت تو دور نہیں ہوگی۔ میاں کا اصرار ہے ہسٹری میں ریسرچ کرلوں پھر؟ اس کے بعد کسی باہری یونیورسٹی سے اعلیٰ ڈگری لے لوں — احمد زیدی! علی کہہ رہا تھا کہ تم چاہتے ہو کہ میں تمھارے میگزین میں کام کروں۔ یہ تم مجھ سے خود نہیں کہہ سکتے تھے؟ مگر خیر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کیا۔ یہ راہ میرے لیے مناسب ہوگی۔ میں اس کام سے مطمئن ہوں گی؟ نہیں تمھارا دن رات کا قرب نہیں۔ مناسب نہیں ہوگا۔ میں تمھارے قرب سے کیوں گھبراتی ہوں۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ اپنے سے ڈر لگتا ہے کہ نہیں ہاں — میں بہت جذباتی ہوں۔ بہت کمزور طبیعت کی ہوں۔ تو احمد زیدی کیا میں تم کو چاہنے لگی ہوں — مگر — مگر — میں ناحق ہی یہ بات سوچ سوچ کر اپنا دماغ پریشان کر رہی ہوں۔ میں جسے چاہوں گی وہ شاید اس دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ تم مجھے اچھے

بہت لگتے ہو۔ مگر تمہاری خودپسندی اس سے بھی زیادہ اپنے
خیالات اور نظریات کے سلسلے میں تمہارا کٹرپن، جن کے خلاف
تم ایک لفظ بھی نہیں سن سکتے۔ اس کے علاوہ ہر آئیڈیالوجی ہر
نظریے، ہر مکتب فکر سے تمہیں انکار ہے۔ تمہارا رویہ اس سلسلے
میں بالکل وہی ہے جو کٹھ ملاؤں کا مذہب کے بارے میں ہوتا ہے
شاید یہ ہماری ساری قوم کی خصوصیت یا پھر انسان کی فطرت
ہی یہی ہے کہ ہم میں سے زیادہ تر لوگ کسی نہ کسی تعصب اور
کٹرپن کا شکار ہوتے ہیں۔ چاہے کوئی سیاسی نظریہ ہو یا ادبی
مذہب کی سی جذباتیت اور سختی سے اس پر عقیدہ رکھتے ہیں۔
اور اس کے علاوہ ہر نظریہ، ہر خیال کی نہ صرف تردید کرتے ہیں بلکہ
اس کا وجود بھی نہیں برداشت کر سکتے۔ ہم نے یہ سمجھ کر مذہب
کو اپنی زندگیوں سے نکال دیا کہ یہی فساد کی جڑ ہے۔ مگر اب
اب کیا ہے؟ اف قدم قدم پر طرح طرح کے اشوز ہیں۔ مجھے
تو یہ لگتا ہے، سب کچھ الوژن ہے صرف الوژن، یہ سب کچھ بھی
نہیں ہے۔ بس ہر خیال بے معنی ہر عقیدہ بے بنیاد اور کھوکھلا
ہے ہم لوگوں کو کسی چیز سے ذہنی اور جذباتی وابستگی نہیں ہے
شاید یہی ہماری بدنصیبی ہے۔ مگر یہ کیوں ہے۔ اے خدا ہمارے
حصے میں یہ کون سا دور آیا ہے۔ کیا واقعی یہ ہے یا صرف ہم
محسوس کرتے ہیں۔ ہم کس قدر بے بس اور مجبور ہیں۔ تو آگہی
ہماری خطا اور بےبسی اس کی سزا ہے۔ ہم کیا کریں؟ ہم کیا
کر سکتے ہیں! زندگی ہے تو اس کے کرب کو بھی برداشت کرنا ہے

کسی نہ کسی صورت میں۔ آج میاں نے بتایا کہ علی کو اسکالرشپ
مل گیا ہے۔ وہ بھی چلا جائے گا۔ علی کی طرف سے بہت فکر ہے۔ وہ
بہت جذباتی ہے اور ماحول سے حد سے زیادہ متاثر ہونے والا
آج کل حضرت خاصے عاشق ناکام بنے ہوئے ہیں۔ شاید انو یما
کے عشق کا خاتمہ ٹریجڈی پر ہو گیا۔ وہ مجید سے شادی کر رہی ہے۔ مگر امید
ہے کہ علی جلد ہی کوئی نیا افیئر شروع کر دے گا۔ تم چلے جاؤ گے
علی تو گھر میں سناٹا ہو جائے گا۔ تم بہت یاد آؤ گے۔ بے چاری
خلیا ان کو تو یہ پتہ بھی نہیں ہے کہ تم سات سمندر پار جا رہے ہو
وہ کتنی دکھی ہوں گی۔ بھئی یہ بھی علی کا کمال ہے ہاں کمال ہی ہے ایک
ریگستان سے چشمہ نکال دیا۔ خلیا کے دل سے بڑا ریگستان اور کیا
ہوگا۔ میں بچپن میں ان سے کس قدر چڑتی تھی! یہ مجھے ہر وقت جھڑکتی
رہتی ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر ٹوکنا۔ خفا ہونا کنگھی کرتیں تو وہ
جھٹکے دیتیں۔ کہ بس دم نکل جاتا۔
امی جان سے شکایت کرتی تو وہ الٹا مجھی کو ڈانٹتیں، امی
جان کس قدر ان کی ناز برداری کرتی تھیں! کوئی رومانی کہانی خلیا
کی غیر رومانی شخصیت سے وابستہ ہے۔
جب علی ہوا تو امی نے ان کو یہ کہہ کر اسے ان کی گود میں دیا
تھا "لو زمانی بیگم یہ تمھارا بیٹا ہے" میں نے اشتیاق سے خلیا کے
چہرے کی طرف دیکھا شاید اسی وقت ان کے چہرے پر مسرت کی
ہلکی سی پرچھائیں دیکھ لوں۔ مگر ان کا چہرہ اور کرخت ہو گیا تھا
وہ خالی خالی نظروں سے علی کو بیٹھی گھورتی رہیں۔ میں حیران رہ

گئی۔ اس دن میں نے طے کر لیا کہ نرمی محبت اور مسرت کے جذبے سے ان بے چاری کو خدا نے یکسر محروم رکھا ہے۔ میں اس وقت یہ کیسے سمجھ سکتی تھی کہ اس وقت انھیں اپنا چند مہینے کا بچہ یاد آگیا ہوگا۔ جسے ان کی گود سے چھین کر پھینک دیا گیا تھا اور وہ خود نواب رحمت اللہ خاں کی خواب گاہ میں پہنچا دی گئیں تھیں کہ نواب صاحب ان کے حسن و جمال اور معصومیت کو دیکھ کر ان پر فدا ہو گئے تھے۔ پھر خلیا وہاں سے کس طرح نکلیں کس طرح اپنے شوہر کے پاس پہنچیں۔ اور ان کو اس پر تیار کرنے کی کوشش کی کہ وہ ان کو لے کر کہیں راتوں رات چلا جائے مگر اس نے انھیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بچہ بھی چھین لیا اور خلیا نے پاس کے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ کس طرح وہ دریا سے نکالی گئیں۔ کس طرح وہ امی کے میکے پہنچیں اور کس طرح امی اور میاں ان کو اپنے ساتھ لے آئے۔ اور زندگی بھر دونوں اس ظلم و ناانصافی کا ازالہ کرتے رہے جو خلیا کے ساتھ ہوا تھا یہ مجھے امی جان نے بہت بعد میں بتایا تھا پھر ایک دن شاید علی چند مہینے کا ہوگا میں کس قدر حیران ہوئی تھی یہ دیکھ کر کہ خلیا علی کو گود میں لیے اس پر لاتعداد بوسوں کی بارش کر رہی ہیں۔ اور ان کی بڑی بڑی شربتی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ رہا ہے۔ اس وقت ان کے چہرے پر جو نرمی محبت اور مسرت کا عکس تھا۔ اس نے ان کے چہرے کو بالکل بدل دیا تھا۔ میں خاموش کھڑی دیر تک ان کو دیکھتی رہی۔ علی اب تک جاگ رہا ہے۔ ضرور رچیا بھی اس کی کرسی سے لگی اونگھ رہی ہوں گی۔ جب تک

وہ سو نہیں جاتا وہ وہاں سے نہیں ٹلتیں۔ مگر اب جب علی چلا جائے گا؟ ارے گیارہ بج گئے۔ جانے میاں سوئے کہ نہیں یہ کاپیاں بھی دیکھنی ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ اسکول میں کسی کو بھی پتہ نہ چلے کہ میں نوکری چھوڑ رہی ہوں۔ اسی زمانے میں جب ہر طرف بے روزگاری ہے میرا اس طرح نوکری چھوڑنا کافی حیرت ناک بات ہے نا؟ مجھے اسکول چھوڑتے ہوئے بہت دکھ ہو رہا ہے میری شاگردنیں وہ بھی جنہوں نے مجھ سے پڑھا اور وہ بھی جن سے میرا براہِ راست کوئی تعلق نہیں تھا۔ کبھی نے مجھے محبت دی تھی مگر ریحانہ بیگم تم ان میں سب سے اچھی تم لگتی ہو۔ میں تمہاری طرف سے فکرمند ہوں۔ تمہارا کیا ہوگا؟ تم میں بہت صلاحتیں ہیں تمہاری جرأت صاف گوئی عزت نفس اگر اس کو صحیح رہنمائی ملے تو تم بہت کچھ بن سکتی ہو ـــ تم جو یہ کہتی ہو کہ "صرف آپ ہی ہیں جو مجھے اچھا سمجھتی ہیں ورنہ اور سب تو بس ہر وقت مجھے ڈانٹا کرتے ہیں۔ مجھے کوئی نہیں سمجھتا میرا کوئی دوست نہیں ہے۔" تمہارے ماں باپ تمہارے شاکی ہیں کہ تم گھر کا کوئی کام نہیں کرتیں۔ بھائی بہنوں کو ڈانٹتی ہو، مارتی ہو۔ اور اپنے چچازاد بھائی سے جو تمہارا منگیتر بھی ہے بہت زبان چلاتی ہو۔ اور بقول تمہاری ماں کے "وہ بھی تم سے بددل ہوتا جا رہا ہے۔" اسکول میں استانیاں تم سے خفا رہتی ہیں۔ اس لیے کہ تم ان کو جواب دیتی ہو۔ بددماغ ہو ضرورت مند ہوتے بھی فیس کی معافی کی درخواست نہیں دیتیں۔ غلط سزا پر احتجاج کرتی ہو۔

کلاس میں بحث کرتی ہو مگر تم مجھے بہت عزیز ہو، ریحانہ بیگم کاش میں تمھارے لیے کچھ کر سکوں۔

"بھیا گیارہ بج گئے ہیں اب سوؤ گے کہ نہیں۔"

"بھئی خلیا خدا کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دو۔ مجھے ضروری کام کرنا ہے۔" علی جھنجھلا رہا تھا۔

نہ جانے یہ کیسی پڑھائی ہے تم لوگوں کی، ختم ہی نہیں ہوتی۔ آدھی آدھی رات تک ادھر بٹیا جاگتی رہتیں ہیں ادھر تم۔"

"افوہ خلیا۔ لو اب تو پیچھا چھوڑ دو۔" علی نے لائٹ بند کردی تھی بلقیس کو ہنسی آگئی۔ اس نے لیمپ بند کیا اور سر تکیہ پر رکھ دیا۔ اُف آج میں کس قدر تھک گئی ہوں، اب سونا چاہیئے۔

"بلقیس بیگم یہ زندگی سے فرار ہے۔" اسے محسوس ہوا وہ پاس ہی کھڑا اپنی گھمبیر آواز میں کہہ رہا ہے اُف میں کیا کروں کیا نہ کروں۔

وہ جس سے دل کو سکون ہو ضمیر مطمئن ہو۔۔ دل کا سکون! ضمیر کا اطمینان کیا کیا یہ ممکن ہے؟ ضمیر کی چبھن ضمیر کا اطمینان آخر ضمیر ہے کیا؟ الفاظ صرف الفاظ ملے ہیں ہم کو اور ان کے معنی ان کی تلاش بے سود تلاش۔

"آج کل میں کیسی کشمکش میں مبتلا ہوں۔ کتاب کا کام بھی نہیں ہو رہا ہے۔ دل ہی نہیں لگتا کبھی سوچتا ہوں چلا جاؤں کہیں اور

دہ کر اپنا کام پورا کروں ۔ اور پھر واپس چلا جاؤں ۔ مگر اس پر بھی دل پوری طرح تیار نہ ہوتا ۔ وہ مجھے اتنی اچھی کیوں لگتی ہے ۔ پہلے ہی دن اسے دیکھ کر مجھے یہ محسوس ہوا تھا کہ میں ۔ مگر میں سوچتا ہوں وہ ایک سراب ہے ۔ وہ ایک خواب ہے ، وہ جس کی محبت میں میں خود کو کھو دینا چاہتا ہوں ۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں یہ خیال چھوڑ دوں وہ کسی اور کی ہے وہ کسی اور کو چاہتی ہے ۔ پھر میرے لیے لڑکیوں کی کوئی کمی ہے ؟ میرے اپنے خاندان ہی میں ارمانہ حمیرہ زہرہ عذرا مگر دل تمہارے لیے علاوہ کسی کے بارے میں سوچنے پر بھی آمادہ نہیں ہوتا ہے ۔ میں اتنی لڑکیوں سے ملا ہوں ۔ میں نے .... ہاں میں ان کے ساتھ ہر قسم کے تجربات سے گذرا ہوں ۔ یہ کشش مجھے تمہارے علاوہ کسی میں اور کیوں محسوس نہیں ہوتی ؟ یہ کیا ہے ؟ اسے میں کیا نام دوں ؟ میں اس ملک میں جو کبھی میرا تھا اس میں رہنا نہیں چاہتا ۔ مگر اس ملک کی واحد کشش تم ہو ، الماس تمہاری خاطر اور جب تم میری ہو جاؤ گی تو پھر مجھے یقین ہے کہ میں تم کو اس پر بہت جلد تیار کر لوں گا ۔ کہ ہم پھر واپس چلیں ۔ یہ ملک تہذیب قوم مذہب یہ وہ حصار ہیں جن میں گھٹ کر انسان دم توڑ رہا ہے ۔ ان سے ہمیں اب آزاد ہونا چاہیئے ۔ تمہارے خیالات اس سلسلے میں مجھ سے بہت مختلف ۔ تم تو تو اپنے گاؤں سے بھی شدید جذباتی محبت ہے وہاں کی ایک ایک چیز کا ذکر تم اس محبت اور عقیدت سے کرتی ہو کہ مجھے تم میں اور پھوپی جان میں اس وقت کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا ہے ۔ مگر پھر بھی مجھے پسند ہو ، میں سب ٹھیک کر لوں گا سب ٹھیک

کروں گا۔ مگر میرے دل کا وہ کانٹا وہ سفید منھ کا بندر وہ سالا امریکی
مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہ تمھارا دیوانہ ہے اور تم بھی .... نہیں نہیں
تم تو مجھ سے یوں ہی ہنستی بولتی ہو۔ مگر اسے دیکھ کر تمھارے چہرے
پر جو شادابی آجاتی ہے آنکھوں میں چمک آجاتی تو وہ میرا کیا وہم
ہے آخر وہ اس گھر پر اس قدر چھایا ہوا کیوں ہے۔ پھوپا جان اس کو
اس قدر اہمیت کیوں دیتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے وہ مجھے پسند نہیں
کرتے۔ ایک دفعہ بحث میں میں نے انھیں لاجواب کر دیا۔ اب وہ
مجھ سے کسی موضوع پر بات کرتے کتراتے ہیں۔ بے چارے ان کو یہ
عادت کہاں۔ ان کا شمار تو ملک کے دانشوروں میں ہوتا ہے! ہمارا
ملک جہاں جس نے دو لفظ پڑھ لیے وہ دانشور بن بیٹھا۔ اتنے دن
ہو گئے مجھے یہاں آئے۔ ایک شخص بھی تو ایسا نہ ملا جس سے مل کر خوشی
ہوتی۔ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کے پاس کچھ ہے۔ اُف کس قدر چالاک
ہے یہ ــ انسان یہ جانتا ہے نا کہ الماس، کن چیزوں سے خوش ہوتی
ہے ــ بالکل ایسا لگتا ہے جیسے اس کی عمر ہندوستان میں گزری
ہو۔ جب بات کرے گا ہندوستان کے کلچر کی۔ یہاں کی ہر چیز کو پسند
کرنے کا ڈھونگ کس کامیابی سے رچاتا ہے۔ اُف کیا کروں اسے
دیکھ کر مجھے نہ جانے کیا ہو جاتا ہے۔ ظاہری اخلاق بھی تو نہیں برت
پاتا ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے ـ تمھیں چاہتا ہے الماس تمھیں ــ
نہ جانے تم سو رہی ہوگی یا ...... اگر جاگ رہی ہوگی تو کس کے
خیالوں میرے یا اس کے؟ اس کے! نہیں نہیں تمھیں میری بننا ہوگا۔
بننا ہوگا ــ ارے یہ مجھے کیا ہوا جا رہا ہے۔ تم کتنی خوب صورت

ہو تمھارے حسین لب و رخسار کاندھوں پر لہراتے سنہری بال
تمھارا سڈول تندرست جسم میں اس کو..... کب..... جانے
پا بھی سکوں گا کہ نہیں ؟

وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا، گلا خشک ہو رہا تھا۔ نیند آنکھوں سے
کوسوں دور تھی۔ جسم تھکا ہوا تھا۔ دل میں عجب بے چینی تھی۔ جگ سے
پانی نکالا — مگر یہ تو گرم ہے — وہ باہر نکل آیا پھوپھی جان کے کمرے
کی لائٹ بند تھی شاید پھوپھی جان بھی سو گئی تھیں۔ مگر الماس کیا وہ
بھی سو گئی وہ ڈرائنگ روم میں آیا۔ الماس لیمپ جلائے کچھ پڑھ
رہی تھی۔

"ارے صہیب بھائی آپ ابھی تک سوئے نہیں ؟"
الماس ایک دم پلٹی۔

"اور تم بھی تو" صہیب کی آواز میں لرزش تھی۔

"میں ؟ میں تو یہ ناول پڑھ رہی تھی بہت دل چسپ ہے۔
بے چارے ہیرو صاحب نے اپنی محبوبہ کو پانے کے لیے بڑے
بڑے بہروپ بھرے۔ آپ کو معلوم ہے اچھے خاصے ڈاکٹر کیا بن
گئے پیبیرے۔ بھئی واہ کیا مزے کی ناول ہے میں آج بہت تھکی
ہوئی تھی اتنی کہ نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔ یہاں آئی اماں کی الماری
یہ ناول مل گئی۔ ڈیڑھ گھنٹے میں ختم ہو گئی اور اب میں جا رہی ہوں
سونے ارے بھئی کچھ بولیے تو اس نے حیرت سے صہیب کو دیکھا
کیا بات ہے پانی لاؤں ؟"

"کون ہے" پھوپھی جان کی آواز آئی۔

"کوئی نہیں امی ہم لوگ ہیں" الماس نے اطمینان سے کہا
اور فریج سے ٹھنڈے پانی بوتل نکالنے لگی گیا۔
"واقعی اس لڑکی کے دل میں میرا کوئی خیال نہیں ؟ اور وہ
اپنے کمرے میں چلا گیا"
"صہیب بھائی کہاں چلے گئے، عجیب آدمی ہیں آپ بھی"
الماس کہہ رہی تھی۔
اُف میں کیا کروں کیا ہوتا جا رہا ہے مجھے وہ پاؤں لٹکا کر
پلنگ۔ پر بیٹھ گیا۔
"لیجیے یہ پانی آپ کیسے ہیں۔ کوئی دوا لاؤں آپ کے لیے"
الماس پوچھ رہی تھی۔
"کیا یہ بن رہی ہے یا واقعی یہ —"
"لیجیے آپ یہ کتاب پڑھیے تھوڑی دیر بعد نیند آجائے گی"
الماس نے ایک جماہی لی۔ اور یہ سوچتی ہوئی باہر نکل آئی۔ معاملہ
کچھ گھمبیر لگتا ہے۔

سیمنار اچھا رہا۔ کچھ اچھے لوگوں سے ملاقات ہو گئی۔ بات
چیت کا موقعہ ملا۔ مقالے تو بس دو ایک ہی اچھے تھے۔ مگر بحث اچھی
رہی۔ یہاں میرا کام بہت حرج ہوا۔ اب ایکسٹرا کلاسیں لینی ہوں گی
سروج کہہ رہی تھی کہ فرسٹ ایر کی کلاسیں تو وہ لیتی رہی یو تھ فیسٹیول ایکشن
کے لیے ایک مضمون دینا ہے۔ پرسوں کی میٹنگ میں بولنا ہے۔ اس

کے لیے نوٹس لیتے ہیں۔ معلوم نہیں ماں کیسی ہیں تار دیا ہے۔ بابا نے لکھا تھا " تمھیں بہت یاد کرتی ہیں " میں اب کی چھٹیوں میں بھی تو چند دن ہی کو گیا تھا۔ واقعی میں کتنا برا ہوں اصل میں بات یہ ہے کہ میں بابا کی وجہ سے گھر جانے سے گھبراتا ہوں۔ جب ہم دونوں اکٹھا ہوتے ہیں بے چاری ماں پر عجب ٹینشن ہوتا ہے۔ ہم دونوں یاں اکثر ہم لوگ کسی نہ کسی بات پر ایک دوسرے سے الجھ پڑتے ہیں۔ ماں کبھی مجھے سمجھاتی ہیں کبھی بابا کو ٹھنڈا کرتی ہیں۔ جب بھی جاتا ہوں یہی بدمزگی ہوتی ہے۔ ہر مرتبہ یہ عہد کرتا ہوں کہ شاید بابا بھی کرتے ہوں ہم کسی سیاسی مسئلے پر گفتگو نہیں کریں گے مگر ہم کامیاب نہیں ہوتے! کوئی بات ہوتا ان آ کر ٹوٹتی ہے پارٹی پر۔ میں اور بابا اب دریا کے کنارے ہیں۔ جو کبھی نہیں مل سکتے کبھی نہیں۔ مگر ماں بے چاری بیچ دریا میں کھڑی ہیں۔ میری ماں بہت گریٹ ہیں۔ میں جانتا ہوں وہ دل سے میرے ساتھ ہیں مگر وہ بابا کو ناراض نہیں کرنا چاہتیں۔ مجھے یاد ہے ہمارے بچپن میں مینادی بابا زیادہ تر جیلوں میں رہتے تھے۔ اور ماں ہماری سب ذمہ داریوں کو کس ہمت صبر اور محبت سے اٹھاتی تھیں۔ اُف میری ماں نے اپنی زندگی کے بہترین سال کس کٹھنائی میں گذارے ہیں اور کبھی اداس نہیں ہوئیں۔ مجھے ان سے ایک شکایت ہے وہ بابا کی ضرورت سے زیادہ آئیڈیالز کرتی ہیں۔ ارے میں اس وقت اتنا جذباتی کیوں ہو رہا ہوں۔ یہ جذبات انسان کو کس قدر کمزور بنا دیتے ہیں! تو بیٹھ کر کوئی کام کیا جائے۔ میز کس قدر گندی ہو رہی ہے۔ نہ معلوم قلم کہاں ہے؟ اور سگریٹ؟ سوچتا ہوں مینادی

کو خط لکھ دوں کہ وہ ماں کے پاس چلی جائیں بابا نے یقیناً ان کو اطلاع نہیں دی ہوگی۔ مگر نہیں ان کے بد دماغ شوہر فوراً ان کو طعنہ دیں گے " تمہارے لاڈلے بھائی کو سوائے نادری حکم دینے کے اور کچھ بھی آتا ہے وہ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ تمہارے بھی بچے ہیں گھر ہے اور ایک شوہر ہے " اور مینا دی دکھی ہو جائیں گی۔ نہیں میں خود جاؤں گا ــ مگر کام ؟ وہ میں ختم کروں گا۔ ایکسٹرا کلاسیں لینا ہوں گی۔ اب دس بج گئے ــ آٹھ بجے کلاس لینی ہے۔ اس لیے صبح ہی اٹھ کر تیار ہونا ہے۔ کس قدر بے وقوفی کی باتیں کرتا ہے منیش " تمہاری محبوبہ سے ملنے کو میں سخت بے قرار ہوں۔ احمد بھی کیا غضب کی لڑکی ہوگی جس نے تم جیسے وحشی کو رام کر لیا ہے تو خوب صورت نام "، خوش فہمی اگر یوں ہی میں نے بلقیس کا ذکر کر دیا تو وہ میری محبوبہ بن گئی، خوب علی کہہ رہا تھا " باجی نے استعفیٰ دے دیا ہے " مگر اس کے بعد تم کیا کرو گی ؟ یہ تو وہ سوال ہے جو بقول تمہارے تم اپنے سے بھی کر رہی ہو۔ معاف کرنا تم ان لوگوں میں ہو جو زندگی بھر طرح طرح کے سوالوں میں الجھے رہتے ہیں۔ اور کبھی کبھی ان سوالوں کے جواب نہیں ملتے۔ اس لیے کہ تم چاہتی ہی نہیں ہو ــــ ہاں تمہیں زندگی کے کسی سوال کے جواب کی خواہش ہی نہیں ــ جستجو ہی نہیں۔ تم ان ہی سوالات میں زندگی بھر الجھی رہو گی۔ آج تم اچانک کالج میں نظر پڑ گئیں۔ کار میں بیٹھی تھیں۔ شاید علی کو لینے آئی ہوں گی۔ میں ادھر لائبریری سے آ رہا تھا۔ تم مجھے دیکھ کر گاڑی سے اتر آئیں۔ آج بہت اچھی لگ رہی تھیں۔ ساڑھی بہت

اچھی پہنے تھیں ۔ لوگ کہتے ہیں سروج بہت خوب صورت اس کے بالکل مثلیٰ نقش و نگار ہیں ۔ مگر مجھے تو تم بہت اچھی لگتی ہو ۔ تمھاری سادگی اور پرکاری ۔ ارے میں کیا فضول باتیں سوچتا رہا ہوں ۔ لاؤ کچھ پڑھا جائے اور وہ لائٹ جلا کر پڑھنے لگا ۔

انھوں نے لکھتے لکھتے قلم رکھ دیا ۔ اب میں بہت جلدی تھک جاتا ہوں ۔ شام کو ریڈیو پر جانا ہے ۔ اس کے بعد ایٹ ہوم میں سہ پہر کو مسٹر سہگل آرہے ہیں ۔ اپنے انسٹیٹیوٹ کے بارے میں کچھ مشورہ کرنا چاہتے ہیں ۔ بلقیس اگر ان کے یہاں کام کرے تو اچھا ہے ۔ اس نے اسکول سے استعفیٰ دے دیا ۔ وہاں کے حالات سے بددل ہو گئی ۔ بہت جذباتی لڑکی ہے ۔ اور جلد بازی میں اسے سمجھانا چاہتا ہوں ۔ صہیب اچھا لڑکا تھا مگر وہ الماس کو پسند کرتا ہے ۔ کہیں بلقیس تم کو تو پسند نہیں کرتی شاید کرتی ہو ۔ ویسے احمد زیدی بھی برا نہیں ۔ میں الماس سے پوچھوں گا ۔ احمد زیدی ذرا کچھ سرکش اور تھوڑا ابر مجود غلط لڑکا ہے مگر بلقیس کو اب فیصلہ کر لینا چاہیئے ۔ اس کے کئی پیام ہیں ۔ علی جا رہا ہے دل چاہتا ہے اسے روک لوں چند دن کے لیے ۔ مگر مجھے نہیں معلوم ۔ میں اپنے بچوں کے پروگراموں میں حائل نہیں ہوں گا ۔ بلقیس کو کسی جذباتی سہارے کی بہت سخت ضرورت ہے ۔ اکیلے تنہا وہ کیسے رہے گی ۔ میں شاید زیادہ ہی مایوس ہوں ۔ مجھے بلقیس کی طرف سے بہت ہی فکر ہے ۔ علی بہت ناتجربہ کار ہے اس میں بچپن ہے ۔ مگر خیر مجھے فکرمند کی کیا ضرورت ہے زندگی اور تجربہ سب کچھ سکھا دے گا ۔

میاں اب آپ تھوڑی دیر آرام کر لیجیے اور یہ عرق پی لیجیے بی بی کا فون آیا تھا۔ طبیعت پوچھ رہی تھیں۔

رحمٰن تم یہ چاہتے ہو کہ بلقیس کی غیر موجودگی میں بھی میں اپنے کو آزاد نہ محسوس کر سکوں۔

رحمٰن نے ہنس کر سر جھکا لیا۔

عرق پی کر انھوں نے سر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا۔

طبیعت کچھ گرتی جا رہی ہے۔ کتنا اچھا ہو کہ میں یوں ہی چلتے پھرتے کام کرتے خاموشی سے چلا جاؤں۔ اس طویل زندگی کا حاصل! بہت کچھ محبت کی نرمی اور گرمی چاہنا اور چاہے جانا۔ کام کرنے کی لگن۔ مجھے حیرت ہوتی ہے۔ دکھ ہوتا ہے۔ جب نوجوانوں سے یہ سنتا ہوں، اپنے بچوں کے منھ سے کہ زندگی بوجھ ہے کرب ہے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ ایسا کیوں ہے یہ بچے ایسا کیوں سوچتے ہیں۔ یہ اتنے بے عمل بے حوصلہ اور بے عقیدہ کیوں ہیں۔ ہماری اگلی نسل آخر اس کی مایوسی اور دکھوں کا ذمہ دار کون ہے؟ ہم ہیں؟ مگر ہمیں بھی اپنی پچھلی نسل سے جو ورثے میں ملا تھا۔ وہ کیا تھا؟ مگر ہم نے کچھ تو...... ہم نے کس قدر کٹھنائیاں اٹھائی ہیں۔ ہم سہل طلب کون سے فرہاد تھے لیکن ....

اب شہر میں تیرے کوئی ہم سا کہاں ہے!

"میاں!"

علی انھیں پکار رہا تھا۔ "میاں وہ ایک حضرت بیٹھے ہیں۔"

آپ سے ملنے کے بہت مشتاق ہیں۔ میں کئی منٹ سے ان کے ساتھ سر کھپا رہا ہوں۔ مگر کسی صورت سے ان کے شوقِ ملاقات کو دبا نہ سکا۔ آپ چند منٹ کو مل لیجیے۔"

"ہاں ہاں ضرور۔"

مگر میاں آپ ان کو کچھ دیں گے نہیں۔ وہ آئے اسی فکر میں ہیں۔ کافی چالاک حضرت معلوم ہوتے ہیں مجھے یقین ہے کہ یا تو ان کی بیوی نہیں گذر رہی یا......"

"علی کسی کی نیت پر شبہ کرنا اچھی بات نہیں ہے۔" میاں نے ناگواری سے کہا اور اپنی دراز کھولنے لگے۔

"میں تو اپنی ٹوپی دیکھ رہا تھا۔" میاں نے جلدی سے پیچھے مڑ کر علی سے کہا۔

"کیا مزہ آتا ہے ان لوگوں کو بے وقوف بننے میں شاید یہ سمجھتے ہوں گے اسی طرح ضرورت مندوں کی مدد کر کے ہم نے بہت رحم دلی اور فیاضی کا ثبوت دیا ہے۔ بہت ثواب کما لیا ہے یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ ضرورت ہے کہ نظام بدلنے کی......"

وہ باہر آیا تو وہ حضرت جا رہے۔ میاں علی کو دیکھ کر گھبرا گئے "میں نے ان کو کچھ نہیں دیا وہ بے چارے مانگ بھی نہیں رہے تھے وہ تو بس ملنے آئے تھے۔"

اور علی بغیر مسکرائے نہ رہ سکا۔

ریسٹ ہاؤس کے وسیع اور کشادہ کمرے کے ڈرائنگ روم میں صوفے پر بیٹھا ٹم ولیمز سوچ رہا تھا۔ نہ جانے الماس کب آئے گی۔ مجھے آئے یہاں آج پورے پندرہ دن ہو گئے۔ الماس اور اباجان نے کہا تھا کہ وہ جون کے پہلے ہفتہ میں ضرور آجائیں گے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم نینی تال نہ چلی جاؤ۔ تمہارا بے وقوف کزن جو وہاں ہے مجھے نہیں معلوم الماس، حسین علی کہ تمہارے دل میں کیا ہے تم کہتی ہو کہ کسی انسان کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ اور جبکہ وہ شخص نہ ہم قوم ہے نہ ہم مذہب ، نہ ہم وطن ، نہ ہم زبان مگر الماس ڈارلنگ ان میں رشتوں سے بڑھ کر ایک رشتہ اور ہے وہ چاہت کا رشتہ جو ہم دونوں میں یقیناً ہے۔ یہی رشتہ سب سے مضبوط اور پائیدار ہوتا ہے۔ آج کل کے زمانے میں جبکہ جبکہ...... اور تم تو اس ملک کی ہو جہاں کے لوگوں کی فطرت میں محبت اور وفاداری رچی بسی ہے۔ تم لوگ تو اپنے محبوب کی خاطر سب کچھ تیاگ دیتے ہو۔ اصل میں تم خود کو اس پر تیار نہیں کر پا رہی ہو کہ ہمیشہ کے لیے اس ملک کو بساؤ جو تمھیں قطعاً پسند نہیں ہے میں یہ جانتا ہوں۔ یہ ردِّ عمل ہے۔ اس دن تم کہہ رہی تھیں۔

"تم یہ سوچتی ہوں کہ زندگی بھر تمہارے اس سرد شینی اور کاروباری ملک میں رہنا ہوگا تو میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔ اور پھر میں ہاں میں یہ نہیں برداشت کر سکتی کہ میرے بچے ......" تم اپنی رو میں کہے چلی جارہی

تھیں کہ مجھے مسکراتا دیکھ کر ایک دم نروس ہوگئیں ۔ ہاں ہاں کہو نا رک کیوں گئیں ۔ ہاں تم نہیں چاہتیں کہ تمہارے بچے اس ملک میں پلے بڑھیں ، میں تم کو مار بیٹھوں گی " "اچھا تم شرما بھی لیتی ہو"
میں نے کہا تو ایک دم اکڑ گئیں " واہ بہت خوب میں شرماؤں گی وہ بھی تم سے ' ذرا شکل تو آئینہ میں دیکھ لو ۔ یہ محاورہ ہے ۔ کیا خاک سمجھو گے " تم نے کہا تھا میں خوب سمجھتا ہوں ۔ اور پھر ہم دونوں دیر تک ہنستے رہے اتنی زور سے ہم ہنس رہے تھے کہ کافی ہاؤس میں بیٹھے کئی لوگ ہماری طرف دیکھنے لگے ۔

اور پھر نہ جانے کیسے ہم دونوں لڑ پڑے ۔ مجھے بھی غصہ آ گیا ۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے اس دن ــــــ مگر اس میں افسوس کی کیا بات ہے تم میری دوست ہو ، محبوبہ ہو ، اور شاید ہاں تو پھر تم سے تکلف کیسا ؟ میں نے تو صرف یہی کہا تھا " اچھا جناب والا اگر آپ ہمارے سر زمینی کا نگا بادی ملک میں نہیں رہیں گی تو ہم آپ کے گرم گندے بیک ورڈ مگر خوب صورت ملک میں رہ لیں گے " بس تم اکڑ گئیں " ابھی سے تم نے مجھے طعنے دینے شروع کر دیے " اور پھر بات بڑھتی چلی گئی اور ہماری یہ ملاقات خاصی بدمزگی کے ساتھ ختم ہوئی ۔ شام کو تم نے فون پر معافی مانگی تو میں حیران رہ گیا ۔ تم کہہ رہی تھیں " معاف کرنا ۔ تم میں کچھ ایسی باتیں کہہ گئی جو مجھے نہیں کہنی چاہیے تھیں ۔ بات یہ ہے میں جس سے یعنی میری جس سے زیادہ بے تکلفی ہوتی ہے ۔ اس سے بہت بدتمیزی کرتی ہوں "
" اگر یہ بات ہے تو تم مجھ سے اس سے بھی زیادہ بدتمیزی کرو "
" بدتمیز " تم نے کہا تھا اور ٹیلیفون بند کر دیا تھا ۔ اور میں ہاں

میں بہت خوش ہوں۔ الماس تم مجھے چاہتی ہو۔ تم میری ہی ہو، بس
تم ہاں کر لو تو ہم دونوں شادی کر کے شکاگو چلیں۔ سارے یورپ
کی سیر کریں گے اور پھر ہندستان واپس آجائیں گے کام مجھے یہاں مل ہی
جائے گا۔ ہم ایک خوب صورت فلیٹ خرید لیں گے۔ گنجان آبادی
سے دور، خاموش پُرسکون جگہ پر ہم اور تم پھر ہمارے .....
نہ جانے تم کب آؤ گی — انتظار — اُف کس قدر کٹھن کام ہے انتظار
کرنا۔ شملہ بہت خوب صورت جگہ ہے — موسم بہت خوشگوار ہے۔
دہلی کی لُو اور گرمی سے آکر بالکل جنّت لگتا ہے یہ مقام۔ یہاں کے
حسین مناظر۔ رات کے وقت خاص طور سے مال روڈ کا یہ منظر
کس قدر دل کش لگتا ہے۔ مگر تمہارے بغیر بالکل مزہ نہیں آتا۔ دو
ایک لوگوں سے دوستی بھی کر لی ہے۔ مگر میں شملے سے باہر کہیں نہیں
گیا۔ اس امید پر کہ ان مقامات کی سیر تمہارے ساتھ کروں گا۔
کاش صبح میری آنکھ کھلے تو معلوم ہو کہ تم آگئی ہو ہنستی مسکراتی تم
بہت پیاری بہت اچھی ہو الماس اور آج کل تمہارے علاوہ
کچھ سوچنے کو دل ہی نہیں چاہتا، اس نے وہسکی کا ایک بڑا سا گھونٹ
لے کر سوچا۔

آج علی چلا گیا ہو گا۔ شاید اب بلقیس اور چچا جان بھی حیدرآباد
جانے والے ہوں نہ معلوم علی کب آئے گا۔ کیا پتہ آئے گا یا بھائی
جان کی طرح وہیں بس جائے گا۔ اب تو بھائی جان سے ملے تین

سال ہو گئے - بہت ہوتے ہیں تین سال - ہمیشہ لکھ دیتے ہیں بس
اب میں بالکل آجاؤں گا - بس تھوڑے دنوں کی بات ہے - مگر
اب تو میں ناامید ہو گئی ہوں - بھائی جان اب کبھی نہیں آئیں گے
میری اماں کس شوق اور چاہت سے ان کے آنے کی تیاریاں
کر رہی ہیں - ان کو یقین ہے نا کہ اب کے جاڑے میں ضرور وہ
آجائیں گے - اور ٹم ولیمز تم مجھے بھی بہکا رہے ہو کہ میں بھی ان
دونوں کو چھوڑ کر اس ملک میں جا بسوں - اس ملک میں جہاں
کے لوگ آئین وفاداری سے یکسر ناواقف ہیں - مادہ پرست
خود غرض لوگ جہاں ہر چیز کاروباری ہے یہاں تک یہاں تک
اب بتاؤ تمھارے ملک کے لیے میرے یہ تو خیالات ہیں - کیسے
میں تم سے شادی کر لوں - دن رات ہم لوگ لڑیں گے نہیں -
یہ سب نہیں - مجھے اس کا یقین نہیں ہے کہ تم یہاں ہمیشہ کے لیے
بس جاؤ گے - اور اگر ایسا ہو بھی تو پھر تم مجھ پر عمر بھر یہ احسان جتاؤ گے
کہ تم نے میرے لیے اتنی زبردست قربانی دی ہے کہ اپنے ملک کو بھی
چھوڑ دیا ہے یہاں رہ کر تمھیں جو تکلیفیں سہنی پڑیں گی تم ان پر بدمزاجی
کرو گے - جھنجھلاؤ گے اس ملک کی خامیاں گناؤ گے یہ سب میں
کیسے برداشت کروں گی ؟ اور یا پھر مجھ کو مجبور ہو کر تمھارے ساتھ
یہاں سے جانا ہوگا مگر ٹم ولیمز تم مجھے بہت اچھے لگتے ہو - تم مجھے سمجھتے
ہو تم میری خامیوں کو نظر انداز کر سکتے ہو - مگر مجھے ڈر لگتا ہے کہ یہ
فیصلہ ہاں یہ فیصلہ مجھے مہنگا نہ پڑے - اس کی قیمت مجھے اپنی زندگی
کی خوشیوں اور اطمینان سے نہ چکانی پڑے - کسی ملک میں چند

سال گزارنا اور بات ہے اور ہمیشہ کے لیے بس جانا۔ اور بات ہے۔ بہت فرق ہے۔ تم ہمارے یہاں کا لباس پہن لو۔ کھانا کھا لو مگر ہماری تہذیب۔ نہیں نہیں تم اس کی قدر نہیں کر سکتے۔ تم کتنا ہی اُردو پڑھ لو۔ مگر تم ہماری زبان کے مزاج سے تو واقف نہیں ہو سکتے۔ زندگی کے ٹھوس حقائق جب سامنے آئیں گے یہ سب جذباتی باتیں دھندے وعدے محبت چاہت سب دھری رہ جائے گی۔ اس لیے بھی تم اپنے ملک میں خوش، ہم اپنے ملک میں۔ جیسا بھی ہے ہمارا ملک ہے۔ مگر یہ بات میں کہہ تو بہت آسانی سے دیتی ہوں مگر دل میں عجب طرح کی کسک ہونے لگتی ہے۔ تمہارے بغیر زندگی کا نقشہ کچھ بنتا نہیں اور مشکل تو یہ ہے کہ تمہارے ساتھ جو زندگی کا نقشہ بناتی ہوں تو وہ بھی بن بن کر بگڑ جاتا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟ کیا میں تم کو بہت چاہتی ہوں؟ کیا اس کو عشق کہتے ہیں؟ پھر یہ رکاوٹیں جو ہماری راہ میں حائل ہیں۔ ان کا کیا ہوگا۔ ملک، قوم، مذہب زبان تہذیب یہ سب کیا ہیں؟ کیوں ہیں مگر ان کے بغیر! ان کے بغیر زندگی کھوکھلی بنیاد اور بے رنگ نہیں لگتی ہے؟ نہیں مجھے تو اپنا ملک تہذیب زبان بہت عزیز ہے۔ ہم لوگوں نے اپنی پسند کی شادی کرنے کا حق مانگ کر خود کو کس قدر مصیبت میں پھنسا لیا ہے۔ وہی ٹھیک تھا۔ جب ماں باپ کسی ان دیکھے کے ساتھ دو بول پڑھا کر رخصت کر دیتے تھے اور لڑکیاں یہ کہتی ہوئی چلی جاتیں تھیں کاہے کو بیاہی بدیس رے لکھی بابل مورے نے اور پھر... اور پھر...."

"ارے امی تم یہاں ہو" تم کہہ رہا تھا۔

ہاں تم نہ معلوم کہاں تھے۔ اماں اور ابا جان بھی مصروف تھے اسی لیے میں یہاں آ گئی دیکھو یہ باغ اس وقت کتنا خوب صورت لگ رہا ہے اتنے دنوں بعد دھوپ نکلی ہے تو دھلی دھلی نکھری نکھری ہے ہے نا؟"

"ہاں اور تم بھی اس حسین باغ......"

"اچھا اچھا شاعری کی کوشش مت فرماؤ یہ بتاؤ کفری کل چلو گے؟"

"جہاں تم لے چلو"

"تم تو اس وقت بہت خطرناک موڈ میں ہو۔ ڈر لگ رہا ہے کہ کسی پیڑ کی ڈال پکڑ کر کوئی گیت نہ چھیڑ دو۔"

"آلمی مذاق چھوڑو۔ یہ بتاؤ مجھے کب تک امید و بیم میں رکھو گی کب تک ہاں المی بتاؤ نا تم ۔ تمھیں میرا بننے میں کیا اعتراض ہے۔ اچھا سچ بتاؤ، میری طرف دیکھو! کیا تم مجھے نہیں چاہتیں" اور اس کا سرد ہاتھ ٹم کے گرم اور مضبوط ہاتھ میں تھا۔ وہ اس کے اتنے قریب تھا اتنا قریب کہ وہ اس کے سرخ چہرے سے اٹھتی ہوئی بھانپ کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی اور اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ٹم کے چوڑے اور فراخ سینے سے لگ کر خوب روئے... مگر نہیں اس نے خود کو سنبھال لیا۔ میں الماس حسین علی ہوں مجھے یہ زیب نہیں دیتا!

"ٹم آج علی چلا گیا ہو گا میں آج دہلی فون کروں گی۔ بلقیس کچھ کچھ دنوں کو ادھر آ جائے تو اچھا ہے بڑا اچھا ہے نا؟"

اسے ایسا لگا جیسے وہ آسمان سے ایک دم زمین پر آ گرا ہو۔ بالکل نیچے پاتال میں۔ الماس کچی خوبانیاں توڑ توڑ کر کھا رہی تھی مگر اس کا چہرہ تمتا رہا تھا۔

ایسی بھیانک صبح اس زندگی میں اب کبھی نہیں آئے گی۔ کبھی نہیں مجھے آنے والے خطرے کا احساس تو تھا مگر وہ خطرہ اتنا قریب ہے یہ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ تنہائیاں مجھ سے کوئی سرگوشی ضرور کرتا تھا کہ آپ سے فراق ہونے والا ہے۔ مگر آپ اتنی جلدی یوں خاموشی سے زندگی سے موت کا فاصلہ طے کر لیں گے۔ اس کا خیال بھی نہ تھا۔ آپ چلے گئے تو لگتا ہے دنیا سے خوب صورتی نزاکت حسن اور دل نوازی سب کچھ ختم ہو گیا۔ سب کچھ چلی تو۔ ابھی اپنی منزل مقصود پر بھی نہ پہنچا ہو گا۔ نہیں نہیں میں یہ خبر اس کو دوں گی ہی نہیں جب تک ہو سکے گا یہ روح فرسا حقیقت اس سے چھپاؤں گی۔ میاں بتائیے نا میں کیا کروں؟ مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے میرے سر پر آسمان ہی نہ ہو۔ جب یہ بھیانک خیال میرے ذہن کے کسی گوشے میں ابھرتا کہ اگر آپ نہ ہوتے تو میں اسے جھٹک کر آپ کے گلے لگ جاتی اور کس قدر خود کو محفوظ اور خوش محسوس کرتی! آپ کی زندگی کی آخری رات ہماری آخری ملاقات! آپ بالکل اچھے تھے۔ بالکل ہاں۔ ظاہر یہی کرتے تھے آپ۔ آپ صحیح معنی میں زندگی کی صلیب خود ہی اٹھا تا جانتے تھے۔ ان لوگوں کی طرح نہیں کہ وہ کہتے تو یہی ہیں۔ مگر۔ مگر۔ اور میاں آپ نے کبھی کچھ نہیں کہا۔ کبھی بھی نہیں۔ اس دن ہم دیر تک۔ باتیں کرتے

رہے تھے ۔ آپ مجھے اٹھنے ہی نہیں دیتے تھے مگر میں اس خیال
سے اٹھ آتی کہ آپ کی نیند خراب ہو گی ۔ کاش میں جان سکتی کہ آپ سے
یہ میری آخری ملاقات ہے ۔ تو میں آپ سے وہ سب باتیں کہہ دیتی
جو میں آپ کے علاوہ کسی اور سے نہیں کہہ سکتی ۔ جو میں کبھی آپ
کی پریشانی اور اسٹرین کے خوف سے نہ کہہ سکی ..... ڈاکٹر کہتے ہیں
کہ انھیں حیرت ہے کہ آپ چلتے پھرتے کیسے تھے ؟ آپ کی بیماری
تو اس اسٹیج پر تھی کہ آپ کو دن رات پلنگ پر لیٹے رہنا چاہیے مگر آپ
تو آخری سانس تک زندگی کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو اپنے دامن
میں سمیٹتے اور بانٹتے رہے ۔ اپنی محبت کی نرمی اور گرمی سے اپنے
چاہنے والوں کے دل گرماتے رہے ۔ اپنی ذہن کی جودت علم و فضل سے
لوگوں کو بہرہ ور کرتے رہے ۔ اپنی شیریں سخنی اور جادو بیانی سے
کانوں میں رس گھولتے رہے ۔ میاں اب میں کیا کروں ، حیرت ہوتی
ہے کہ آپ یہ جانتے ہوئے بھی کہ زندگی کا چراغ اب بجھنے والا ہے آپ
یہ سب کرتے رہے ؟ کیسے کرتے رہے ؟ اور جب موت سامنے آئی
تو آپ نہ ڈرے نہ ہراساں ہوئے ، آپ نے اس کا مقابلہ بھی اسی
خندہ پیشانی اور دلیری سے کیا جیسے آپ زندگی کا مقابلہ کرتے رہے
تھے ۔ اور صبح آئی تو اس بھیانک روح فرسا خبر کے ساتھ کہ اب دنیا
آپ سے خالی ہے ۔ میاں آپ کے بغیر کیا یہ زندگی گزارنے کے قابل
ہے ؟ بہت سے الفاظ کے معنی زندگی کے بعض حقائق بعض حادثات ہم
پر یوں واضح کر دیتے ہیں کہ ہم حیران رہ جاتے ہیں اور سوچتے ہیں
ارے اب تک ہم بےکار ہی یہ سمجھتے رہے کہ ان الفاظ کے معنی ہم

جانتے ہیں۔ ان کے معنی تو اب ہماری سمجھ میں آئے ہیں! زندگی، موت
تنہائی اور محرومی ان الفاظ کے معنی میاں میں آپ سے بچھڑنے کے بعد
جان پائی ہوں۔ آپ کو لوگ اتنا کیوں چاہتے تھے! یہ میں آپ کی زندگی
میں بھی سوچتی تھی۔ کیا گر آتا تھا، آپ کو ہر ایک کو رام کرنے کا۔
ہر قسم کے لوگوں کو ہر نظریے ہر خیال کے لوگ آپ کے گرویدہ ہو جاتے
تھے۔ آپ کس طرح ہر شخص کو یہ یقین دلا دیتے تھے کہ آپ اسے سمجھتے
ہیں۔ اس کے نظریات، خیالات، عقائد کی قدر کرتے ہیں۔

میں اور الماس کس طرح بیٹھ کر بے تکان آپ سے باتیں کرتے
تھے۔ اِدھر کی اُدھر کی اوٹ پٹانگ۔ میں اور علی بچپن سے آپ کے
ساتھ اپنی چھوٹی چھوٹی خوشیاں دکھ اور مایوسیاں شیئر کرتے تھے۔
آپ ہمیں سرزنش بھی کرتے تو اس قدر دھیمے اور دل نشیں انداز میں
کہ آپ کے خلاف کبھی بھی غصے احتجاج اور بغاوت کا جذبہ نہیں
ابھرا! میرے سبھی دوست آپ کو کتنا چاہتے تھے۔ الماس، ہم اور
اور احمد زیدی کیول دھیر، رنجنا اور سنتوش۔ لوگ کہتے ہیں کہ "آپ
بہت بڑے جینیس تھے۔ آپ نے علمی دنیا کو بہت کچھ دیا ہے۔ مگر
مجھے تو آپ کا انداز دل نوازی بہت پیارا لگتا ہے۔ شاید اور خوبیاں
تو اور لوگوں میں بھی ہوں گی۔ مگر آپ کی شخصیت کا حسن خوب صورتی
نزاکت احساس، دل سوزی اور دل نوازی وہ اب کہاں ملے گی؟
میں ..... میں .... آپ کے ......"

"ارے بلقیس تم پھر رو رہی ہو؟" الماس نے کہا تو وہ چونک پڑی
"نہیں نہیں تو" اور اس کی آواز سسکیوں میں ڈوب گئی۔

تم سے کچھ لوگ ملنے آئے ہیں کہو تو میں ہی مل لوں۔" "نہیں الماس میاں تھے تو میں ان ہی لوگوں سے ملتی تھی جن سے میرا دل چاہتا تھا مگر اب میں سب سے ملوں گی۔" اس نے آنسو پونچھے بال برابر کیے آنکھوں میں گہرا گہرا کاجل لگایا "آؤ تم بھی آؤ" بلقیس نے مڑ کر الماس سے کہا۔

"تم چلو میں ابھی آتی ہوں" الماس نے ایک لمبی سانس لی اور آرام کرسی پر نیم دراز ہو گئی۔ تو یہ ہے انسانی زندگی کا انجام۔ مرتے تو سبھی ہیں۔ ہر انسانی زندگی کا انجام یہی ہے۔ ہر آدمی اپنی جگہ چھوڑ جاتا ہے وہ پر نہیں ہوتی۔ مگر آپ کی جدائی کیسے برداشت ہوگی، یہ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے.... جب میرا یہ حال ہے تو بلقیس کا کیا حال ہوگا۔ بھئی بلقیس بہت صبر کی لڑکی ہے۔ یہ گھر آپ کے بغیر کیسا ویران خالی اور بھیانک لگ رہا ہے — چچا جان! اگرچہ سب کچھ وہی ہے۔ آپ کا کمرہ ویسا ہی ہے۔ اس طرح آپ کی مسہری پر نیلا بڑے بڑے پھولوں والا پلنگ پوش پڑا ہے۔ نیچے نرم نرم براؤن رنگ کے چپل رکھے ہیں سرہانے منٹل پیس پر چچی جان کی تصویر ہے۔ رحمن اسی پابندی سے تلاوت کا ریکارڈ لگاتا ہے۔ مالی اسی طرح آپ کے کمرے میں پھول سجاتا ہے۔ لوگ آرہے ہیں جا رہے ہیں مگر پھر بھی یہ کیسی خاموشی ہے۔ موت کی سی خاموشی! — اس لیے کہ اس گھر سے صرف ایک انسانی وجود ہی نہیں گیا بلکہ اس کے ساتھ اس گھر کی رونق، حسن، اس کی روایات خوب صورتی سب ختم ہو گیا۔ انسانی زندگی کا آخری باب ختم ہوا ہمیشہ کے لیے آپ..."

"الماس بٹیا فون ہے...."

ہاں وقت کی سب سے بڑی خوبی ہے کہ وہ گزر جاتا ہے۔ کیسے؟ یہ تو وہی جانے جو اسے گزارتا ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ وقت کے ساتھ جدائی کے زخم مندمل نہیں ہوتے۔ ہاں گہرے ہو جاتے ہیں۔ میاں کو گئے اتنے دن ہو گئے مگر ان کی جدائی کا زخم اب بھی ویسا ہی ہے۔ بار بار ایک ہی خیال آتا ہے کہ ان کے بغیر زندگی کیسے گزرے گی۔ ان کے بغیر رہنے کی عادت کیسے ہو گی؟

علی نے لکھا ہے "میاں ہمیں یوں اچانک ایک دم چھوڑ کر کے چلے گئے۔ یہ کیا ہوا باجی کیسے ہوا، کیوں ہوا، آپ تنہا رہ گئیں!"

"ہاں میں تنہا ہوں، اکیلی ہوں، تنہائی جو شاید ہر انسان کا مقدر ہے اب بھی وہی صبح و شام ہیں۔ لم و بیش زندگی کے وہی معمولات ہیں۔ مگر لگتا ہے جیسے زندگی کم ہوتی جا رہی ہے۔ کوئی محور نہیں۔ کوئی معنی نہیں۔ کوئی مقصد نہیں۔ میں اپنے اور میاں دونوں کے دوستوں اور چاہنے والوں کی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ہر طرح میرے غم کو بٹایا، جس حد تک کسی کا کوئی دکھ بٹ سکتا ہے مگر اس زمانے میں جو سب سے کم میرے پاس آیا وہ تم ہو احمد زیدی۔ مگر ٹھیک ہے میری تمھاری معمولی سی شناسائی ہی تو ہے۔ مگر کل اچانک تمھیں دیکھ کر میں حیران رہ گئی —

" علی نے لکھا تھا کہ میں آپ سے مل کر اسے آپ کی خیریت لکھوں۔" تم نے فوراً اپنے آنے کا جواز دیا۔ شاید تمھیں یہ ڈر ہو کہ کہیں . . . ہم دیر تک باتیں کرتے رہے۔ ادھر کی ادھر کی۔ اور پھر نہ جانے کیسے میاں کا ذکر آ گیا۔ اور میں بے خیالی میں دیر تک تم سے ان کی باتیں

کرتی رہی۔ چھوٹی چھوٹی باتیں، وہ باتیں جو مجھے ہر وقت یاد آتی ہیں۔ اور جب تم اٹھ کر گئے تو مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی اپنا مل گیا تھا۔ ...... تم سے مل کر قدم آپ ہی آپ زندگی کی طرف کیوں اٹھنے لگتے ہیں؟ مگر تم! مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں۔ تمہاری ہی نہیں کسی کی بھی ہمدردی نہیں چاہیے۔ ترحم کا جذبہ دنیا میں سب سے گھٹیا جذبہ ہے آخر کیوں؟ مجھے ہمدردی کی ضرورت بھی کیا ہے

"آپ آج پریس جائیں گی مس زنوبی ....."

"اگر آپ کہیں گے تو ضرور جاؤں گی مسٹر ورما" بلقیس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"نہیں نہیں۔ جیسا آپ کہیں پروف تو پڑھ لیے نا آپ نے۔ اور جو آرٹیکل دینا ہے۔ اس کا کیا ہوا؟"

"میری جعفری صاحب سے ملاقات ہی نہیں ہوئی"

"بھئی جلدی فیصلہ کیجیے، پرچہ ویسے ہی لیٹ ہے"

"جی اچھا" اس نے خط کھولتے ہوئے بے دھیانی سے کہا۔ "یہ خط کون دے گیا۔ یہاں مجھے معلوم بھی نہیں ہوا۔ یہ نہ جانے کب سے میری میز پر پڑا ہے" "آپ مجھے بھول گئی ہوں گی۔ میں ریحانہ بیگم ہوں وہی جو آپ سے پڑھا کرتی تھی۔ اب آپ کو میں ضرور یاد آ گئی ہوں گی۔ میں نے آپ کے آنے کے بعد اسکول چھوڑ دیا۔ دل ہی نہیں لگا۔ پرائیویٹ امتحان کی تیاری کر رہی ہوں۔ مگر اب میرے باپ چاہتے ہیں کہ وہ میری شادی کر دیں اسی بیوقوف میرے چچا زاد بھائی سے۔ مگر میں شادی نہیں کروں گی۔ میرا دل نہیں چاہتا ہے۔ مگر ابا کہتے ہیں کہ میرے پڑھانے کو ان کے

پاس پیسہ ہی نہیں ہے۔ مجھے اس بات پر غصہ ہے۔ میری چچی (اسی لڑکے کی ماں) بہت بری بہت بد مزاج ہیں ہر وقت مجھے برا بھلا کہتی ہیں کہتی ہیں " دبا کر رکھوں گی "۔ میں شادی نہیں کروں گی۔ میں کہیں چلی جاؤں گی۔ مگر چھپ کر تو جانا نہیں چاہتی اور ویسے مجھے کون جانے دے گا؟ اس وقت جب میں بہت پریشان ہوں۔ مجھے آپ کا خیال آیا۔ ایک بات ہے شاید آپ مجھ سے خفا ہوں، اس لیے کہ اس دن آپ نے گھر بلا کر مجھے بہت سمجھایا تھا۔ مگر میں نے پھر بھی اسکول چھوڑ دیا۔ مگر باجی کیا کروں — خیر آپ مجھے معاف کر دیجیے اور مجھے بتائیے کہ میں کروں کیا؟" تو ریحانہ بیگم تم نے اسکول چھوڑ دیا اور اپنے "بیوقوف" چچا زاد بھائی سے شادی بھی نہیں کرنا چاہتی ہو پھر تم کیا کرو گی؟ میرے بس میں کیا ہے تو میں تم کو اب تک یاد ہوں مگر میں تم سے ضرور ملوں گی اور جلد ہی ملنا چاہیے کہ تم کہیں بے وقوفی میں کوئی غلط حرکت نہ کر بیٹھو۔

"جعفری صاحب بلا رہے ہیں"

"اور کوئی ہے؟" وہ بلا ارادے پوچھ بیٹھی۔ اور پھر خود ہی شرمندہ ہو گئی۔ میں بھی خوب ہوں عجیب بے تکی باتیں کرتی ہوں"۔ بلقیس نے مسٹر جعفری کے کمرے میں جاتے ہوئے سوچا۔

سروج بالا کاش میں تمہاری محبت کا جواب محبت سے دے سکوں مگر میں کیوں نہیں دے سکتا میرے لیے اس لڑکی میں کوئی کشش نہیں۔ تمہیں یہ سب بے کار باتیں ہیں۔ میں تم سے شادی کروں؟ مگر تمہیں مجھ

سے شادی کر کے کیا ملے گا؟ کچھ بھی نہیں، کچھ بھی تو نہیں۔ ماں کہتی تھیں
"تم اس سے شادی کر لو" بس سے ماں۔ مگر مینا دیدی نے نہیں
منع کر دیا میں بار بار پوچھتا رہا مگر انھوں نے نہیں بتایا۔ شاید وہ سروج
کو کہہ رہی ہوں ـــ

یہ کتنی عجیب بات ہے۔ میرے جاتے ہی ماں اچھی ہونے لگیں
بعض وقت انسان کا ان باتوں پر یقین کرنے کو جی چاہنے لگتا ہے۔
جن کا عقل منطق، سائنس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا! ـــ "ماں کو ذرا بھی
امید نہیں تھی کہ میں ان کے پاس آؤں گا ـــ مجھے دیکھ کر وہ کس قدر خوش
ہوئی تھیں ـــ ماں کتنی اچھی کتنی پیاری ہیں۔ میں نے جیسے ہی جانے کا
نام لیا تو پاپا نے تو چند طنزیہ جملے عنایت کر دیے۔ مگر ماں نے صرف
یہی کہا "ہاں اب تم جاؤ تمھارا کام حرج ہو رہا ہے"

میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ میں پوری چھٹیاں ماں کے ساتھ گزاروں گا
مگر یہ کالج کب تک بند رہے گا ـــ یہ سب کیا ہے مجھے تو ٹھیک واقعہ
بھی نہیں معلوم ہوا کہ ہوا کیا مگر یہ تو آئے دن کا مسئلہ ہو گیا ہے ـــ

بظاہر یہ اشو کچھ بھی ہوں مگر ان کی جڑ میں وہی ہے وہی معاشی
بد حالی۔ ملک کا غلط نظام۔ ہم لوگ اسکول کالجوں میں کیا کرتے ہیں؟
ہم اپنی سیاست لڑاتے ہیں، غلط قسم کی سیاست اور ان کا آلہ کار
بناتے ہیں۔ طالب علموں کو یہ سیاست زیادہ تر ہمارے ذاتی
مفاد پر مبنی ہوتی ہے اور پھر یہ سیاسی پارٹیاں ـــ مگر یہ ہمارے
لڑکوں پر اپنا اتنا اثر کیسے ڈال لیتی ہیں۔ بہت سے حربے ہیں
بہت سے لالچ ہیں۔ کیا کیا جائے ان حالات کا ایک ہی حل ہے

مگر وہ حل —

"— ارے بہت دیر ہو گئی ہے —"

ان لوگوں نے میٹنگ یہیں رکھ لی ہے۔ مجھے جلدی سے اپنا کام ختم کرنا چاہیے۔ کل بلقیس کے گھر بہت وقت ضائع ہوا۔ ہاں علی کو خط بھی لکھ دوں مگر جلدی کیا ہے لکھ دوں گا۔ تو بلقیس بیگم حسن جعفری کے ساتھ سیکولر انڈیا میں کام کر رہی ہیں! تمہارے خیال میں یہ بہت با معنی کام ہے۔ مگر تم فوراً کہو گی نہیں نہیں یہ کام تو بس وقت گزاری کے لیے ہے روزی کمانے کے لیے ہے۔ ہمارے ملک میں زیادہ تر لوگوں کو ایسے ہی بے معنی اور غیر دلچسپ کام کرنے پڑتے ہیں۔ مگر تم یہ نہیں کہتیں کہ ملک میں کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جن کو کوئی کام ہی نہیں ملتا ہے! مگر یہ حسن جعفری مجھے یہ شخص بالکل پسند نہیں ہے۔ کل ٹم ولیمز سے ملاقات ہوئی اچھا آدمی ہے۔ مگر کچھ اپ سیٹ سا تھا۔ یہ کہیں الماس یا بلقیس کے چکر میں تو نہیں ہے؟ بھئی بہت اچھا جوڑ ہے بلقیس کو تو چاہیے اس سے شادی کر کے امریکہ چلی جائے وہاں عافیت اور آرام سے رہے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرے اور ریسں — الماس! وہ تو خیر یہاں بھی آرام سے ہی رہتی ہے — مگر سروج تمہارا کیا کروں کبھی سوچتا ہوں — نہیں بھئی شادی کا چکر کون ان جھگڑوں میں پڑے مگر سروج سے مجھے ہمدردی ہے خیر میں اسے سمجھاؤں گا"

"سر" وہ چونک پڑا۔ چندر کے کھڑے تھے۔

"کہیے" "وہ سر ذرا آپ سے کچھ باتیں کرنی تھیں"۔

"آئیے" اس نے کاغذات سمیٹتے ہوئے کہا۔ عینک اتاری اور ان کی باتیں سننے لگا۔

"تو تم ولیمپیر کل جا رہے ہو۔ نہ جانے تم آئے ہی کیوں تھے۔ اور اگر آئے تھے تو تم مجھ سے ملے کیوں تھے۔ مگر اب میں تمھارے بارے میں کیوں سوچے جا رہی ہوں"

نہیں نہیں میں ہرگز نہیں روؤں گی —— میں اتنی بزدل نہیں ہوں — دنیا میں کوئی شخص اس قابل نہیں ہے۔ جس کی خاطر انسان اپنی خوشی اطمینان چین سب کچھ برباد کرے۔ یہ فیصلہ ہم نے ٹھیک ہی کیا۔ مگر ہم نے کہاں ؟ صرف میں نے کیا ہے۔ اور تم کو اس فیصلے کو ماننا پڑے گا۔ تم مجھ سے خفا ہو۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ تم جب جذباتیت سے ہٹ کر زندگی کے ٹھوس حقائق کی روشنی میں حالات کو دیکھو گے۔ تو سوچو گے —— اچھا ہی ہوا۔ اور اپنی کسی ہم وطن لڑکی کو انگوٹھی پہنا کر مزے سے اس کے ساتھ رہو گے جب تک جی چاہے گا اور کبھی خالی وقت میں بیٹھ کر اپنی اس حماقت پر ہنسو گے۔ بات یہ ہے تمھاری تہذیب میں شادی کا رشتہ اتنا با معنی گہرا اور پائیدار نہیں سمجھا جاتا۔ جس طرح ہمارے یہاں ہے۔ تم تو یہ سوچتے ہو گے کہ کبھی اگر نباہ نہ ہوا تو یہ تمھاری راہ وہ ہماری — مگر میں ایسا نہیں سوچ سکتی — اور میں اگر سوچ بھی لوں، تو میرے ماں باپ، خاندان — میں اپنی ذات کو ان لوگوں سے الگ کر کے نہیں

دیکھتی ہوں ؟ ـــ مگر خیر جو ہوا معاملہ یکسو تو ہوا۔ اور یہ بھی اچھا ہے
کہ تم جا رہے ہو۔ مگر نہ جانے یہ کیوں لگتا ہے کہ دل پر گھٹا سی چھائی
ہے کھلتی ہے نہ برستی ہے ـــ میں اپنے پر بہت جلد قابو پا لوں گی۔
یہ تو وقتی کیفیت ہے۔ مجھے اپنے اوپر اعتماد ہے۔ میں جو چاہوں
کر سکتی ہوں ـــ

سوچتی ہوں کہ میں تمھیں رخصت کرنے کل صبح ایرپورٹ نہ
جاؤں۔ مگر یہ تو بے حد رومانی سی ادا ہوگی۔ اور تم یہ سوچ کر
بے حد خوش ہوگے کہ میرے دل میں اتنی طاقت بھی نہیں ہے۔
تمھیں رخصت کردوں ـــ تمھیں ان آنکھوں سے جاتے دیکھوں ـــ
اور میں تو اصل میں دل سے تو تمھیں بہت چاہتی مگر سماج ــ ظالم
سماج ــ ہاں تم ہمارے ملک میں رہ کر بہت سی باتیں ہماری ہی
طرح سوچنے لگے ہو ـــ تم ـــ خیر بھئی اب میں تمھارے بارے
میں کیوں سوچوں ؟ صبح ابا جان بھی ایرپورٹ جائیں گے۔ ابھی
رات کو جب اماں جان نے تمھارے امام ضامن باندھا تو وہ
تو خیر باقاعدہ رو ہی رہی تھیں۔ مگر ابا جان بھی کس قدر متاثر
تھے۔ اور تم بس رونے کے قریب تھے۔ مگر میں نے ـــ ہاں
مجھے تو آنسوؤں کو پینے میں بڑی مہارت ہے۔ آنسو بہانے کے
لیے نہیں ہوتے۔ یہ بڑا غلط تصور ہے۔ اور بھئی اگر بہانا ہی ہے
تو کم از کم دوسروں کے سامنے تو یہ بے حد ذاتی قسم کا کام نہیں
کرنا چاہیے۔ اس سے بڑی کمزوری کا اظہار ہوتا ہے۔ اور مجھے
اس وقت ہنسا دیکھ کر تم کس قدر کٹے رہے تھے۔ تم ڈلمیز یہ تمھاری

خالص مشرقی ادا تھی ۔ کل میں دفتر سے تو یوں گی چھٹی اور بلقیس کو بھی زبردستی سے چھٹی دلواؤں گی ۔ اور سارا دن اس کے ساتھ گزاروں گی ۔ ہو سکا تو کوئی اچھا سا پروگرام بنائیں گے ۔ ادھر میں خاصی لغویات میں پڑی رہی ۔ اور پھر جب میں صبح اٹھوں گی تو تمھارا خیال اپنے دل سے یکسر نکال چکی ہوں گی ۔ ٹم ولیمز سنا تم نے ۔

"الماس" "جی ابا جان" اس نے جلدی سے کہا ۔
"تم اب تک جاگ رہی ہو"
انھوں نے روشنی جلا دی ۔
"جی میں تو سو گئی تھی آپ کے پکارنے سے آنکھ کھلی ۔ آپ؟ آپ کیوں نہیں سوتے" ۔
"میں بہت پریشان ہوں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں"
"جی ابا جان ؟" "میں نے کبھی اس مسئلے پر تم سے بات نہیں کی مگر آج مجھے کرنا چاہیے ۔ اس لیے میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ ٹم تمھارا خواستگار ہے وہ مجھے پسند ہے ۔ تم اس کے حق میں فیصلہ کر لو"

"ابا جان فیصلہ تو میں نے کر لیا"
"میں چاہتا ہوں تم اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کرو ۔ میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں ہوں بیٹی کہ ہم لوگ تو چند دن کے ہیں تمھیں اپنی زندگی کا فیصلہ کرتے وقت ہمارا خیال بالکل نہیں کرنا چاہیے ۔ تم مجھے بہت عزیز ہو اور تمھاری زندگی کی خوشی مجھے ہر چیز سے زیادہ

پیاری ہے۔ تم کسی کی پرواہ نہ کرو۔" وہ دوسرے ہی لمحے ان کے گلے میں باہیں ڈالے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ ارے یہ میں کیا کر رہی ہوں وہ بھی ابا جان کے سامنے۔

"بلقیس یوں خاموش مت ہو کچھ کہو۔"

"کیا کہوں۔"

"جو تمہارا دل چاہے" — "اچھا سنو۔"

ضبط کا عہد بھی ہے شوق کا پیمان بھی ہے
عہد و پیماں سے گزر جانے کو جی چاہتا ہے!
درد ایسا کہ ہر رگ میں ہے محشر برپا
اور سکوں ایسا کہ مر جانے کو جی چاہتا ہے

کیا سمجھیں؟

"نہیں تم اس دردمند انداز سے میری دلی کیفیات کو سمجھ کر دل کڑھانے کی کوشش نہ کرو۔" الماس نے بلقیس کو اپنی طرف تکتے دیکھ کر کہا۔

تم بہت پیارا انسان ہے، بڑا اچھا دوست ہے، تم نے برا کیا الماس اور پھر جس وجہ سے تم نے انکار —"

"میں نے کیا کیا یہ مجھے مت بتاؤ بلقیس — مجھے تو یہ بتاؤ کہ اب میں کیا کروں؟ میں اپنے بارے میں ابھی کچھ بھی نہ سوچتی اگر — اگر رات کو میری ابا جان سے گفتگو نہ ہوئی ہوتی مجھے بہت شرمندگی ہے۔ میں نے بلا وجہ ہی یہ کمزوری دکھائی۔ میں ان کو بہت چاہتی ہوں۔"

"میرے خیال میں تو اسی لیے تم کو اپنے فیصلے پر ایک دفعہ پھر

سوچنا چاہیے۔

"نہیں نہیں ایسا مت کہو، اب اس کی گنجائش نہیں ہے۔"

"تم تو مستقل یہیں رہنے کو تیار ہے ــــ"

دیکھو اب میرا مطلب ہے۔ آج رات کو اس کے بارے میں بات نہیں کریں گے۔" الماس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"الماس تم اس وقت جس جذباتی کشمکش میں ہو اس میں کوئی فیصلہ نہ کرو۔ کہیں تمہیں اپنے فیصلہ پر پچھتانا نہ پڑے ــــ ایں تم رو رہی ہو؟"

"میں؟ نہیں تو خواہ مخواہ ہی۔ تم سمجھتی ہو نا کہ میں عاشق ناکام ہوں۔ اس لیے میں تم کو روتی بسورتی ہی نظر آؤں گی۔ میں بالکل ٹھیک ہوں، بالکل ویسی ہی جیسے پہلے تھی۔ اور بلقیس رضوی میں کسی جذباتی کشمکش میں مبتلا نہیں ہوں۔"

"خیر نہ ہو، مگر کچھ دنوں بس تم اپنے کو یوں ہی چھوڑ دو۔ سکون سے سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کرنا۔"

"نہیں مجھے جلدی فیصلہ کرنا ہے بلقیس۔"

"آخر یہ جلدی کیوں۔"

"اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔" الماس نے بلقیس کی طرف کروٹ لے کر کہا۔ "مجھے خود اپنے سے ڈر لگتا ہے کہ اگر میں نے اپنی شادی کا معاملہ چند دن اسی طرح ٹالا تو بہت برا ہوگا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ میں اس نتیجے پر پہنچ جاؤں کہ میں شادی نہیں کروں گی۔"

"اگر تمہارا یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر ہوگا تو اس میں بھی کیا حرج ہے۔"

"نہیں بلقیس اب ہم عمر کی اس منزل پر ہیں جب ہمیں فوراً شادی کر لینی چاہیے۔ ہمیں جو دور ملا ہے بڑا مشکل دور ہے۔ ہم جو آزاد اور روشن خیال خاندانوں کی پڑھی لکھی لڑکیاں ہیں جنھیں اپنی مرضی سے شادی کرنے کا سو فی صدی حق ہے۔ ہم کسی اچھے ساتھی کی تلاش میں اپنی آدھی آدھی عمر گزار دیتے ہیں — اور پھر اس سے خاصی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔"

"کیا مطلب ؟ میں تمھاری اتنی لمبی تقریر کا بالکل مطلب نہیں سمجھی۔"

"تم نہیں سمجھوگی۔ تم نے لڑکیوں کے اسکول میں کام کیا ہے۔ تمھارے ملنے والوں کا حلقہ بھی دوسرا ہے اور معاف کرنا، تم ان باتوں کو سمجھتی بھی نہیں ہو۔ دیکھو بھئی ہمارے ارد گرد ایسے ادھیڑ عمر کے مردوں کی کافی تعداد ہے جن کی شادیاں ہوئے ایک عرصہ گزر گیا ہے اور وہ اپنی بیویوں سے اُکتا گئے ہیں تو یہ حضرات ہم جیسی لڑکیوں یعنی روشن خیال بڑی عمر کی کنواریوں کو ذہنی رفاقت ہم خیالی ہم مذاقی کے نام پر اندھیرے ریسٹورانوں میں لے جاتے ہیں۔ اپنی زندگی کی تنہائی، ناکامی، اور نا آسودگی کا رونا روتے ہیں۔ اور یہ بچاری لڑکیاں جو خود بہت نا آسودہ ہوتی ہیں۔ جنھیں جذباتی محبت کی بھوک ہوتی ہے۔ وہ ان پر ایمان لے آتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تو راتوں کو اپنے ادھیڑ عمر کے محبوبوں کے خیالوں میں جاگتی ہیں اور وہ حضرات مزے سے بیوی بچوں کے ساتھ اپنے گھروں میں عیش کرتے ہیں۔"

"تمھاری بھی عجب منطق ہے یہ کوئی ضروری تو نہیں —"

"مجھے تو لگتا ہے بلقیس ۔" الماس اپنی رو میں کہے جا رہی تھی۔ بس طریقے بدل گئے ہیں نام بدل گئے ہیں اور کچھ نہیں بدلا طوائفیں اب بھی ہوتی ہیں مگر پہلے سب جانتے تھے کہ یہ طوائفیں ہیں۔ مگر اب ان کی شناخت مشکل ہے۔ مرد اب بھی داشتائیں رکھتے ہیں ۔

"بھئی خدا کے لیے ــــــ"

"ہاں! مگر اب وہ داشتائیں یا رکھیل نہیں کہلاتیں وہ دوست کو لیگ سیکریٹری یا محبوبہ ہوتی ہیں ۔ اچھا بتاؤ۔ ہمارے علم میں کئی لڑکیاں نہیں جو شادی کے بغیر اپنے شوہروں کے ساتھ رہتی ہیں ۔ اس لیے کہ یہ لوگ ان سے سب کچھ لے لیتے ہیں، دیتے کچھ بھی نہیں ۔ اپنی مجبوریوں کی دہائی دے کر اپنے بچوں کے مستقبل اور اپنی عافیت کی بھیک مانگ کر۔ نوکری چلی جائے گی ۔ بدنامی ہوگی ۔ لہذا ان کی نوکری بھی قائم رہتی ہے ۔ سماج میں ان کی عزت بھی مسلم ہے ۔ گھریلو زندگی بھی سلامت ہے ۔ اور یہ بے وقوف جذباتی لڑکیاں اس نہ آنے والے دن کا انتظار کرتی رہتی ہیں۔ جب ان کا محبوب اپنی سب ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہو کر آئے گا اور ان کا ہو جائے گا ۔

"یہ کوئی بات نہیں الماس اگر انسان کو خود پر اعتماد ہو تو سب اعتماد دھرا رہ جاتا ہے ۔ انسان کے کچھ جذباتی تقاضے بھی تو ہوتے ہیں ۔ ہم لڑکیاں جو یہ سمجھتی ہیں کہ سب مذہبی اصول بے کار ہیں ــــ اخلاقی قدریں بے معنی ہیں سماج کے بندھن توڑنے کے لیے ہی ہوتے ہیں۔ ہم یہ نہیں سمجھتے کہ زنجیریں بدلنے سے قیدی آزاد نہیں ہو جاتا۔"

"الماس زندگی ہی ایک قید ہے ۔ انسان بچارا تو صرف یہی

کر سکتا ہے کہ وہ یہ طے کر لے کہ اپنے لیے کس نوعیت کی سزا پسند کرے گا۔ اگر یہ لڑکیاں یوں ہی زندگی گزارنا پسند کرتی ہیں ان کو اسی میں سکون حاصل ہوتا ہے اس میں بھی کیا برائی ہے۔"

مگر افسوس تو یہ ہے کہ یہ سب کر کے بھی وہ مطمئن اور خوش نہیں ہو پاتیں۔ چند دن بعد ہی انھیں اپنی زندگی کے کھوکھلے پن کا احساس ہونے لگتا ہے۔ انھیں اس مجبوری کا احساس ہوتا ہے کہ وہ بچے نہیں پیدا کر سکتیں۔ اس لیے کہ ان کو یہ فکر ہوتی ہے کہ جب وہ اپنے بچے کا نام کسی نرسری میں لکھوانے جائیں گی تو باپ کے خانے میں کس کا نام بھریں گی — خیر بھئی ہمہ کسی کا بھی بھریں۔ سنو میں صہیب بھائی سے شادی کروں۔"

"تمھارا جو دل چاہے کرو۔"

"تم تو میری شادی کی بات یوں بے دلی سے کر رہی ہو جیسے یہ کوئی بے حد معمولی بات ہو۔"

اگر تمھیں شادی فوراً کرنی ہے یہ بھی طے کر لیا ہے کہ تم سے نہیں کرو گی۔ تو پھر صہیب ہی کیوں کوئی اور کیوں نہیں؟"

"اس لیے کہ وہ مجھے پسند کرتے ہیں۔"

"پسند تو تمھیں اور بھی لوگ کر سکتے ہیں۔"

"کیا تمھیں صہیب پسند نہیں؟"

"میری پسند ناپسند سے کیا ہوتا ہے۔"

"یوں نہ کہو بلقیس تمھاری پسند تمھاری رائے کی میری زندگی میں بہت اہمیت ہے بات یہ ہے صہیب آدمی اچھے ہیں۔ بہت

سوئیٹ ہیں اور مجھ سے شادی کے بعد اور بھی اچھے ہو جائیں گے۔"

"ہائے رے تمہاری خوش فہمیاں۔"

ارے بھئی یہ خوش فہمیاں نہ ہوں تو پھر ہم جیسے لوگ جئیں کیسے۔ اور اگر جئیں گے بھی تو تمہاری طرح روتے بسورتے ـــــ یہ زندگی بری شے نہیں اگر اس کو اچھی طرح گزارا جائے۔ ہاں تو میں کیا کہہ رہی تھی۔ ہاں صہیب کو اس کی ضرورت ہے کہ ان کو ٹوٹ کر چاہے۔ خاندان ہو۔ مزاج کچھ ٹیڑھا ہے۔ خیر دیکھا جائے گا میرا ہی کون سا اچھا ہے۔ پھر ہم اباجان کے پاس ہی رہیں گے۔ کم از کم ایک ملک میں تو رہیں گے۔ بھائی جان کو نہ ہزار بارہ سو کی نوکری ملے گی نہ لیبارٹری ملے گی کام کرنے کے لیے نہ وہ یہاں آئیں گے ایک بات اور بھی ہے اس طرح صہیب وہیں رہ جائیں گے۔ یہ بھی کتنی بڑی بات ہے۔"

"بھئی تمہارا ابھی جواب نہیں ہے الماس حسین علی۔"

"وہ تو یقیناً نہیں ہے مگر یہ بتاؤ احمد زیدی کی کیا خبریں ہیں۔ بہت دن سے اس کا کوئی حال ہی نہیں معلوم ہوا۔"

"عجیب بے تکی باتیں کرتی ہو، اس کا اس وقت کیا ذکر؟"

"بلقیس تم بھی شادی کر لو۔"

"بھئی اس موضوع پر مجھ سے اس وقت بالکل بات نہ کرو۔"

"اچھا تو پھر کس موضوع پر بات کروں؟ ادب، سیاست مذہب، دہریت، اخلاق۔"

"میرے خیال میں تم اس وقت خاموش ہی رہو تو اچھا ہے۔"

یہ کہہ کر بلقیس نے دوسری طرف کروٹ لے لی اور لیمپ بند کر دیا۔

"سنو بلقیس" الماس کہہ رہی تھی۔ "مسٹر جعفری سے بچی رہنا ارے سُن رہی ہو نا۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ تم کو بہت محبت کی نظروں سے دیکھتے ہیں"

"یہ کیا بدتمیزی ہے الماس" بلقیس نے الجھ کر کہا۔

"سنو عنقریب ان کو تم سے عشق ہو گا ___"

"کیا بکواس ہے"

"دیکھ لینا۔ نہ تم میرے پاس روتی ہوئی آؤ تو کہنا۔ بھئی تم یہ سب نازِ معشوقانہ چھوڑ دو، اور احمد زیدی سے شادی کر لو۔ بس تھوڑا سا سنکی ہے، سو وہ تم بھی ہو"

"الماس تم تھوڑی دیر چپ نہیں رہ سکتیں"

"نہیں، چپ رہنے سے میرا دم گھٹتا ہے۔ بلقیس ایک بری خبر ہے"

"وہ بھی سنا دو" بلقیس نے بیزاری سے کہا۔

"وہ تمہارا احمد زیدی ہے نا وہ سروج بالا سے شادی کر رہا ہے، کم از کم عشق تو لڑا ہی رہا ہے"

"تمہیں کیا اعتراض ہے"

"ہو نہ ہو تمہیں ہو۔ مجھے کیا۔ میں تو بھئی کسی کو اتنا چاہتی اور وہ کسی اور لڑکی سے عشق لڑاتا۔ اس کی جان کو آجاتی۔ مگر وہ مجھے اتنا بدمذاق تو نہیں لگتا ہے۔ بھئی اس سے کیا بعید کہ آئیڈیلزم

کے چکر میں وہ اس بے وقوف لڑکی سے شادی بھی کر لے۔ یہ سوچ کر کہ اچھا ہے چلو میرے خیالات کا پرچار کرے گی۔"

"الماس ایک بج رہا ہے، مجھے نیند آرہی ہے۔"

"خیر اب نیند تو تم کو کیا آئے گی مگر ہاں تم خاموشی سے اس کے بارے میں سوچنا چاہتی ہو، تو ٹھیک ہے۔ اب چپ ہونا ہی پڑے گا تم سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں رحمٰن سے کہہ کر باہر نہ نکلوا دو۔ اچھا گڈ نائٹ۔"

"الماس نے ایک بڑی سی جماہی لیتے ہوئے دوسری طرف کروٹ لے لی۔

.

"الماس میری جان مجھے یقین نہیں آتا کہ تم میری صرف میری ہو۔ بس تمھیں اب اپنا کہہ سکتا ہوں۔ میں نے تمھیں پا لیا۔ اب، یہ گھنی پلکیں۔ میری طرف دیکھو۔" صہیب نے الماس کی ٹھوڑی پکڑ اس کا منھ اپنی طرف کر لیا۔

"بھئی خدا کے لیے یوں تو مت کہو، اتنے ہنگاموں کے بعد بھی تم کو یقین نہیں آیا، یہ تو بڑی بری بات ہے۔"

الماس نے شوخی سے کہا اور صہیب نے اپنی باہوں میں لے لیا اس کے سینے سے لگ کر الماس سوچنے لگی، زندگی بہت خوبصورت اور پرسکون ہے۔

"ڈارلنگ ایک بات بتا دوں اب میری زندگی تم ہو — میں

تمھاری بے اعتنائی نہ برداشت کر سکوں گا۔ مجھ میں رشک کا
اور تمھیں پا کر تو میں اپنے سے بھی رشک کرنے
لگا ہوں۔"

"بھئی بڑی خطرناک بات ہے۔" الماس نے خود کو صہیب
کی باہوں سے آزاد کرتے ہوئے کہا "خیر میں تو اتنا جانتی ہوں
کہ اب ہم دونوں ایک ہیں۔

"ہم نے ایک دوسرے سے زندگی شئیر کرنے کا عہد کیا ہے۔
اس لیے ہم دونوں کو ایک دوسرے کی خامیاں بھی نظر انداز کرنی
ہوں گی۔ مگر ایک بات ہے میں لڑوں گی بہت، کیا کروں یہ میری
پرانی عادت ہے۔ جب ... اور" اسے ایک دم ٹم یاد آ گیا۔
میں نے اس سے بھی یہ کہا تھا ٹم نہ جانے کہاں ہو گا بلقیس کے پاس
اس کا خط آیا ہے بلقیس بتا رہی تھی۔

"کیا سوچنے لگیں" صہیب کہہ رہا تھا۔ وہ چونک پڑی۔

"میں، میں یہ سوچ رہی تھی۔ میں میرا مطلب ہے... نہیں میں
کچھ نہیں سوچ رہی ہوں۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں تمھیں یقین
ہے نا۔"

"بالکل سو فی صدی اسی لیے کہ تمھاری آنکھیں نہیں جھوٹ
بول سکتیں۔ انھوں نے ہمیشہ مجھے تمھاری چاہت کا پیغام سنایا
ہے۔ انہوں نے مجھے کبھی مایوس نہیں ہونے دیا۔" صہیب نے
اس کی بڑی بڑی روشن آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"سنو اب یہ ہنی مون کب ختم ہو گا۔"

"کبھی نہیں۔"

"نہیں بھئی، دل گھبرا جائے گا۔ تم نے تو ایک ڈیڑھ مہینے سے اپنی کتاب کا کام کرنا بالکل چھوڑ دیا ہے۔ اور میری چھٹی بھی اب ختم ہو رہی ہے۔"

"تم چھٹی اور نہیں بڑھوا سکتیں۔"

"بڑھوا سکتی ہوں مگر بڑھواؤں گی نہیں۔"

"کیوں؟"

"عادت خراب ہو جائے گی۔ پہلے ہی کون سا کام کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اگر رہی سہی عادت بھی چھوٹ گئی۔ تو پھر یہی دل چاہا کرے گا، کہ بنی سجی تمہارے پاس بیٹھی اپنے اس حسن کے ترانے سنتی جاؤں۔ جو صرف تم کو نظر آتا ہے۔ اور میرے خیال میں اب تمہارے پاس بھی الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو رہا ہے۔ سارے خوب صورت الفاظ، حسین تشبیہہ و استعارات تم میرے حسن کے قصیدوں میں استعمال کر چکے ہو۔ معاف کرنا اب تم نے دہرانا شروع کر دیا ہے۔"

"بالکل نہیں کبھی نہیں" صہیب نے الماس کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچے۔

"مگر یہ اچھی طرح جان لیجیے۔ جناب احمد صاحب ایم، اے پی، ایچ، ڈی، ڈی لٹ وغیرہ وغیرہ کہ۔ یہ خاکسار اتنی بدھو نہیں ہے کہ آپ کے سر پر مستقل سوار رہے اور آپ چلا اٹھیں مجھ سے پہلی سی محبت میرے محبوب نہ مانگ۔"

"کبھی نہیں! تم آزما دیکھو۔"

"میں آزمائشوں کی قائل نہیں۔ اچھا اگر حضور کا حکم ہو تو میں اپنی بچاری، پیاری اور اکلوتی دوست کو فون کر دوں۔"

"کسے بلقیس کو؟ مگر بچاری کیوں اور اکلوتی و پیاری پر بھی مجھے اعتراض ہے۔"

"مجبوری ہے وہ بچاری بھی ہے۔ اکلوتی بھی اور پیاری بھی۔" الماس نے خود صہیب کی باہوں سے آزاد ہوتے ہوئے کہا۔

"بلقیس ہم سے خود ملنے کیوں نہیں آئی۔"

"وہ جانتی ہے نا کہ آج کل جناب ہنی مون کے موڈ میں ہیں۔"

"لڑکی سمجھدار ہے۔"

"اگر ابھی سے تم پر اس کی خوبیاں یوں کھلنے لگیں تو پھر اپنی تو خیر نہیں ہے۔"

"مگر ڈارلنگ تمہاری یہ دوست اپنی تو سمجھ میں آئی نہیں اور" "بس آگے کچھ نہیں ــ" الماس نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ــ

"کیا مطلب؟"

"اگر تم نے اسے برا کہا تو مجھے دکھ ہو گا۔ تعریف کی تو میں جلوں گی۔"

"اچھا تو نہ یوں چین نہ دوں۔ خوب ہو تم بھی۔"

"بھئی ایک بات اچھی طرح سمجھ لو ــ ہمیں اپنے پلّے باندھا ہے تو چین و آرام کو خواب و خیال ہی سمجھو۔"

"یہ نہ کہو! الماس خدا نہ کرے۔" صہیب نے بے حد سنجیدہ ہو کر

کہا "ارے" الماس کے منہ سے نکلا اور وہ ہنسنے لگی۔

چلو ریحانہ بیگم تمہارا زندگی سے سمجھوتہ ہو گیا، بڑی خوشی کی بات ہے۔ میرے دل پر یہ بھی ایک بوجھ تھا۔ تمہارا میاں جیسے تم نہایت بیوقوف کہتی تھیں۔ بہت سمجھدار نکلا وہ میرا ساتھ نہ دیتا تو میں کیا کر سکتی اب تم خوش ہو....."

"میں اس سلسلے میں آپ سے یہاں گفتگو نہیں کروں گا"

یہ آواز؟ لہجے کی یہ جھلاہٹ تو مخصوص ہے کسی کے ساتھ مگر وہ یہاں، کہاں — بلقیس نے سوچا۔ سامنے احمد زیدی کھڑا تھا۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ ارے یہ مجھے کیا ہونے لگا۔ میں خواہ مخواہ ہی نروس ہوتے جا رہی ہوں — اور وہ سر جھکا کر جلدی سے کاغذات میز پر ترتیب سے رکھنے لگی۔ یہ خاتون اس قدر تجاہل عارفانہ کیوں برت رہی ہیں" احمد دور کھڑا سوچ رہا تھا کہ مسٹر ورما نے کہا۔ ان سے ملو — احمد یہ مس رضوی ہیں۔ کمال حسین صاحب کی صاحبزادی"

"جی! ہم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں مسٹر ورما" بلقیس نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا؟ واقعی! تو پھر کیا ہے۔ احمد تم مس رضوی کے پاس تھوڑی دیر بیٹھو، میں ابھی آیا۔

"آیئے" بلقیس نے کرسی بڑھائی

"آپ اگر مصروف ہیں تو کام کیجیے" احمد نے بے نیازی

سے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"نہیں ایسا کوئی کام نہیں۔ آپ کیسے ہیں، بہت دنوں سے آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

"میں ادھر بہت مصروف رہا، آپ کیسی ہیں؟"

"ٹھیک ہوں" نہ معلوم یہ لڑکی یہ کیوں ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہے جیسے اسے مجھ سے مل کر ذرا بھی خوشی نہیں ہوئی۔ بات کرنے میں پہل مگر وہی کرتی ہے، اسے دیکھتے ہی میں اپنے اوپر پابندیاں کیوں لگانے لگتا ہوں؟ بات خود سے نہیں کروں گا۔ زیادہ بے تکلف نہیں ہوں گا، جہاں تک ہو سکے گا بے تعلقی کا اظہار کروں گا۔ میں یہ کسی اور کے ساتھ تو نہیں کرتا؟

"آپ ہمارے میگزین کے لیے کوئی مضمون دیجیے۔"

"دیکھیے اگر لکھ سکا تو بھیجوں گا علی کا کوئی خط آیا۔"

"ہاں ادھر تو کافی دن سے نہیں آیا۔ مگر ویسے تو آتے ہی رہتے ہیں۔ اب اس کا دل بھی کچھ کچھ لگ گیا ہے۔ ہاں پرسوں آپ ہمارے ساتھ رات کا کھانا کھائیے۔ الماس کو بلایا ہے الماس کی شادی ہو گئی نا۔"

"جی ہاں! مجھے معلوم ہوا تھا۔ ایٹ ہوم کا کارڈ بھی ملا تھا مگر میں باہر چلا گیا تھا کیسی ہیں۔"

"اچھی ہیں تو آپ آئیں گے نا۔"

"ضرور۔"

"اچھا بھئی آؤ احمد" مسرور ما اسے بلا رہے تھے۔

"اچھا خدا حافظ مس رضوی"

"خدا حافظ" بلقیس نے آہستہ سے کہا اور پروف دیکھنے لگی۔
آج ایک دم غیر متوقع طور پر خوب ملاقات ہوئی۔ کتنے دنوں بعد میں ان سے
ملی ہوں۔ مگر میں اتنی خوش کیوں ہوں؟ کیا میں خوش ہوں؟ نہ
معلوم تم سے مل کر میں اپنے کو کھویا کھویا کیوں محسوس کرنے لگتی ہوں
کیا واقعی سب سے مشکل کام انسان کے لیے خود اپنے آپ کو سمجھنا
ہے! الماس سے بہت دن سے ملاقات نہیں ہوئی۔ سوچتی ہوں
آفس سے سیدھی اسی کے پاس چلی جاؤں۔ ان کے شوہر نامدار کو
بھی تو بطور خاص مدعو کرنا ہے۔ مجھے یہ حضرت بالکل پسند نہیں۔
بے حد خود پرست ہیں۔ اپنے علاوہ ہر شخص ہر چیز ان کے لیے ثانوی
حیثیت رکھتی ہے۔ عجب تضاد ہے اس شخص کی شخصیت میں۔ خدا
نہ کرے، الماس کو اپنے فیصلے پر پچھتانا پڑے۔"

"ارے بلقیس تم ابھی تک نہیں گئیں" مسٹر جعفری کہہ رہے تھے۔

"جی بس اب جا رہی ہوں"

"تم بہت کام کرتی ہو" انھوں نے اس کے کندھے تھپتھپائے
"کبھی تفریح بھی کیا کرو۔ چلو۔ میرے ساتھ چل کر کہیں کافی
پییں"

"جی میں ضرور کسی دن آپ کے گھر حاضر ہوں گی۔ آج تو مجھے
الماس کے گھر جانا ہے"

"آؤ میں تمھیں چھوڑ دوں۔ وہ اس کے بالکل برابر چل رہے
تھے" "جی میرے پاس گاڑی ہے" کہہ کر وہ جلدی آگے بڑھ

گئی۔

یہ انھیں کیا ہو گیا ہے۔ کس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ یہ بات کیا ہوئی — انھوں نے تو اپنا انداز بالکل بدل دیا! ارے بھئی یہ میاں کے جاننے والے ہیں کس طرح بزرگی سے ملتے تھے اور اب ..... تو کیا ..... یہ تو میں کئی دن سے محسوس کر رہی ہوں کہ مجھے اپنے کمرے میں اس وقت بلاتے ہیں جب کوئی اور نہیں ہوتا ہے۔ دفتر کے کام کی باتیں کم کرتے ہیں، اِدھر اُدھر کی زیادہ اور بیچ بیچ میں عجیب ذو معنی جملے بولے جاتے ہیں۔ اُف کس قدر کوفت ہوتی ہے۔ مگر شاید یہ وہم ہو۔ شاید میں الماس کی باتوں کی وجہ سے زیادہ ہی بدگمان ہو گئی ہوں۔

الماس کا گھر آ گیا تھا۔ الماس سامنے لان میں کھڑی تھی۔ یہ لڑکی شادی کے بعد اور خوب صورت لگنے لگی ہے۔ نارنجی رنگ اس پر لگتا بھی بہت اچھا ہے ٹم بھی — بہت دن سے ٹم کا خط نہیں آیا نہ معلوم وہ کیسا ہے؟

"ارے بھئی نکلو بھی، گاڑی میں بیٹھی کیوں اونگھ رہی ہو" الماس نے پاس آکر کہا۔

"المی" دروازے پر کھڑا صہیب پکار رہا تھا۔

"دیکھو تو یہ آئی ہے بلقیس تم سے ملنے۔"

"تم ادھر تو آؤ" اور الماس یہ کہتی ہوئی چلی گئی۔ "او، آؤ بلقیس ہیں ابھی آئی۔"

—

میاں کے بعد ہمارے گھر میں یہ پہلی دعوت تھی ۔ سبھی لوگ آگئے ۔ وقت اچھا کٹا ۔ بس یہ لگتا رہا ۔ ابھی ابھی میاں اپنے کمرے سے نکل کر آئیں گے ۔ اور کہیں گے ۔ ارے سب لوگ آگئے ۔ اور تم نے مجھے بتایا بھی نہیں بلقیس ۔ پھر وہ الماس کو گلے لگا کر پیار کریں گے ۔ صہیب سے ان کی کتاب کے بارے میں پوچھیں گے احمد زیدی سے سیاست پر گفتگو کریں گے ۔ اور وہ جب جوش میں آکر بہکے گا تو میاں بے حد ملائمت سے اس کو سمجھائیں گے ۔ اس پر فقرے کسیں گے ۔ مگر میں یہ سب سوچتی رہی ! ــ مگر میاں آپ نہ آئے ــ بہت یاد آتے ہیں ! اتنے دن تو میں آپ سے کبھی الگ نہیں رہی ۔ اُف یہ گھر جو ہمیشہ آنے والوں سے بھرا رہتا تھا ۔ آپ کے ملنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا ۔ ہم لوگ ان سب آنے والوں پر کس قدر خفا ہوتے ۔ بار بار رحمن کو کھانا پکانے سے بھاگنا پڑتا تھا ۔ ہر پانچ منٹ بعد کال بیل کی آواز رحمن کو جھنجھلا دیتی ۔ اور اب اُف کتنا سناٹا ہے ۔

احمد زیدی یہ تم نے نئے سرے سے اجنبیت کا انداز کیوں اختیار کرلیا ہے ؟ ہم لوگ ایک دوسرے سے ملتے رہیں ۔ کبھی کبھی ۔ ہاں ہمارے تعلقات اتنے تو ہیں کہ ہم اچھے دوست بن جائیں ۔ مگر میں تمھاری دوستی کے معیار پر کہاں اتروں گی ۔ اس کے لیے سوفی صدی تمھارا ہم خیال ہونا ضروری ہے ۔ تمھاری صدائے بازگشت ہونے کی ضرورت ہے ۔ اور میں یہ کر نہیں سکتی ۔ پھر بھی تم سے دوستی کی خواہش رکھتی ہوں ! آج تم کچھ الجھے ہوئے تھے ۔ الماس بہت اچھے

موڈ میں تھی۔ مگر صہیب پورے وقت خاموش بیٹھے رہے۔ میں نے اپنی تمام تر توجہ صہیب کی طرف رکھی۔ حالانکہ میرا دل بالکل نہیں چاہ رہا تھا۔ احمد سے کوئی خاص بات نہ کر سکی۔ اب جانے کب ملاقات ہو؟ صہیب تو بالکل گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے۔ خدا کرے الماس خوش رہے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ جعفری صاحب کو بھی بلاتی۔ مگر ان کا انداز کچھ عجیب ہوتا جا رہا ہے۔ مجھے بہت الجھن ہوتی ہے۔ میں کام سے بھی مطمئن نہیں ہوں ان کی پالیسی سے بھی مجھے اتفاق نہیں ہے — نہیں میں یہ کام بھی چھوڑ دوں گی۔ مگر پھر کیا کروں گی؟ باہر چلی جاؤں پھر؟ آپا الماس اور مسز شرما کا مشورہ ہے کہ شادی کر لوں — کیا شادی میرے مسئلے کا حل ہے؟ پھر شادی کس سے کروں۔ ابھی تک کوئی ایسا نہیں ملا جس کے ساتھ زندگی گزارنے کے بارے میں سوچا جائے نہ معلوم میں —"

"اے ایک بجنے کو ہے بٹیا، تم ابھی تک نہیں لیٹی ہو — بارہ بجے تو تمہارے مہمان ہی گئے ہیں۔ سو جاؤ گی نہیں؟" خلیا نیند بھری آواز میں کہہ رہی تھیں۔

چند بے معنی کام کروں پھر سو جاؤں۔ اور اسی طرح اپنی زندگی کے ماہ و سال عمر رواں کے حوالے کرتی رہوں۔ بلقیس نے ڈرائنگ روم کی لائٹ بند کرتے ہوئے سوچا۔

"ان سب باتوں کا ایک ہی حل ہے احمد زیدی کہ تم بلقیس رضوی سے شادی کر لو۔"

"کیا مطلب؟ بھئی خوب ہو تم بھی منیش سکسینہ، داد دینی چاہیے تمہاری ذہانت کی۔ میں پوچھ سکتا ہوں۔ بلقیس رضوی کا اس وقت کیا ذکر ہے؟"

"مطلب بالکل صاف ہے۔ اور تم سمجھ بھی گئے ہو، رہی میری ذہانت وہ مسلّم ہے۔ چاہے تم داد دو یا نہ دو۔ اب رہا تیسرے سوال کا جواب تو وہ بھی سنو مگر وہ ذرا قدرِ طویل ہے" منیش نے ایک ہی سانس میں کہا اور سگریٹ سلگانے لگا۔

"منیش تم اس وقت شاید زیادہ پی......"

"ہاں میں نے پی ہے۔ مگر اتنی نہیں کہ بہکنے لگوں نہ میں تمہاری طرح اتنا کم ظرف ہوں کہ ذرا سی جن پی اور لگے ایراں کی تو داں ہانکنے۔ ادھر کھڑکی میں مت کھڑے ہو۔ ادھر آؤ۔ اور ایک سگریٹ مجھے بھی دو۔ میرے پاس اچھا برانڈ نہیں ہے۔ ہاں تو احمد زیدی بلقیس رضوی کو تم اچھی طرح جانتے ہو، اور اسے پسند بھی کرتے ہو وہ ہے ہی اتنی اچھی۔ غضب کی ملاحت ہے اس لڑکی میں۔ ادھر آؤ سامنے بیٹھو تاکہ میں تمہارے چہرے کا اتار چڑھاؤ دیکھ سکوں۔ اس وقت تمہاری وہی حالت ہے۔ جو کسی مریض کی ہوتی ہے۔ جب ڈاکٹر اس کا مرض تشخیص کر رہا ہو۔"

"تم یہ بکواس کب تک جاری رکھو گے"
احمد زیدی نے کرسی پر پیر پھیلا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔
"ہاں تو تم بلقیس رضوی کو دل تو دے چکے ہو۔ مگر چونکہ وہ تمھارے کاموں میں تمھارے خیال کے مطابق تمھاری رفیق کار نہیں بن سکتی۔ اور وہ بہت سے معاملوں میں تم سے اختلاف بھی رکھتی ہے اور بھی لڑکی ہے مضبوط طبیعت کی بس اسی سے تم اس سے بھڑک رہے ہو۔ اور یہ حال ہے کہ اپنا راز اب اپنے سے بھی چھپا رہے ہو۔ اور اس کوشش میں لگے ہو کہ کسی نہ کسی طرح سروج سے محبت کرنے لگو۔ اور پھر اسی سے شادی ــــــ"
"تم اگر اپنی بے معنی اوٹ پٹانگ گفتگو کا سلسلہ ختم کرو تو میں تم سے یہ پوچھوں کہ اس وقت شادی پسند و ناپسند کا ذکر ہی کیا ہے"
"بات ہو رہی تھی کالج کے بگڑتے حالات کی مسٹر ورما اور ان کے گروپ کی گندی سیاست کی آپ فرماتے ہیں تم شادی کر لو"
بھئی کالج میں جو ہنگامہ ہے۔ اس کی ایک وجہ تمھاری اور مسٹر ورما کی رقابت بھی ہے۔ اگر تم بلقیس سے شادی کر لو گے تو وہ تو ختم ہو جائے گی۔ اور بھئی دیکھو بات ہے بھی غصّے کی۔ بچارے مسٹر ورما اس لڑکی کی خاطر عدالتوں میں گھومے ہیں۔ اس کے تقرر کے سلسلے میں کس کس سے ٹکرلی ہے۔ اور وہ تمھاری دیوانی ہے، ہے نا زیادتی؟"
"منیش میں اس وقت ذرا سنجیدگی سے ان معاملات پر غور کرنا چاہتا ہوں۔ تمھیں یہاں کی صورت حال بتانا چاہتا ہوں۔ تم

کتنے دنوں سے باہر تھے۔ تمہیں صحیح اندازہ نہیں ہے۔ مسٹر ورما مجھے
اس قدر پریشان کرنا چاہتے ہیں کہ میں گھبرا کر چلا جاؤں اس لیے کہ
وہ مجھے اپنے لیے بہت بڑا خطرہ سمجھ رہے ہیں۔"
"یہ کچھ ایسا غلط بھی نہیں ہے۔"
"مگر میں ان سے ہار نہیں مانوں گا۔"
"مت مانو۔ مگر بلقیس رضوی سے شادی کر لو۔"
"بلقیس۔ بلقیس کی یہ تم نے کیا رٹ لگا رکھی ہے۔"
احمد نے چڑ کر کہا۔
"چڑو مت مجھے وہ لڑکی پسند آگئی ہے، ابھی پچھلے ہفتہ سیمنار
میں ملاقات ہوئی تھی۔ دیکھو کر لو شادی ورنہ پھر پچھتاؤ گے۔"
"منیش میں بہت اپ سیٹ ہوں تمہیں معلوم نہیں ہے کہ
تمہارے پیچھے ایک سال میں حالات کتنے خراب ہو گئے ہیں مسٹر ورما
اور ان کے گروپ ——"
"مجھے سب معلوم۔ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ وہی سب
ہو رہا ہے جو ہر کالج ہر یونیورسٹی ہر تعلیمی ادارے، بلکہ پورے
ملک میں ہو رہا ہے۔"
"اچھا تو یہ سمجھ کر ہاتھ پر ہاتھ دھر کے خاموش بیٹھ جایا جائے۔"
احمد نے چڑ کر کہا۔
"چڑو مت دیکھو یہ ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے کہ وہ ان حالات
کو خاموش تماشائی کی حیثیت سے دیکھے۔ یا صدائے احتجاج
بلند کرے۔ ان کو سدھارنے کی کوشش کرے یا اور بگاڑنے

ملک آزاد ہے ہم آزاد ہیں۔ ہر شخص کو فکر و عمل کی آزادی ہے۔ اور اگر کوئی ہماری طرح دوسرے ملک میں اپنا کھونٹا مضبوط کر کے گا ہے گا ہے اپنے ملک کو بھی نوازتا رہے تو بھی تمہیں اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے۔ میں حالات کا مقابلہ کر کے اس نتیجے پر پہنچا ہوں ——"

"کہ تم بلقیس رضوی سے شادی کر لو" احمد نے غصّے میں کہا۔

"ہاں یہ کہی ہے تم نے باون تولے پاؤ رتی کی بات"

"سنو اب میں تمہارے منھ سے بلقیس رضوی کا نام نہ سنوں، سمجھے ورنہ اچھا نہیں ہوگا" احمد کا منھ غصّے سے لال تھا۔

"سوچ رہا ہوں ہم لوگ اتنے دنوں سے دہلی میں ہیں۔ تین چار سال تو ہو گئے ہوں گے مگر بلقیس اور وہ کون لڑکی ہے ارے وہی ظفر کی بہن۔ ہاں یاد آیا ظفر مجھے البسرٹا میں ملا تھا۔ بہت اچھا لڑکا ہے۔ ہاں تو احمد ہم ان لڑکیوں سے آخر اس سے پہلے کیوں نہیں ملے"

"تو زندگی میں کون سی کمی آگئی۔" الماس کی شادی ہو گئی۔ اور بلقیس کو تم پسند کر بیٹھے۔ ہم تو یوں ہی رہ گئے نا"

"تم اب جاؤ خدا کے واسطے"

"ارے بھئی تم تو بہت خفا معلوم ہوتے ہو۔ خیر بد اخلاق تو ہمیشہ ہی کے ہو۔ ہماری مانو تو ان جھگڑوں میں مت پڑھو۔ اپنے کام سے کام رکھو یعنی کلاس میں پڑھاؤ اور واپس آجاؤ۔ اگر نہیں تو پھر وہ کرو جو زیادہ تر لوگ کرتے ہیں۔ یعنی تگڑم بازی۔ تم نے جو یہ تیسری راہ نکالی ہے اس سے تمہیں کچھ حاصل نہ ہوگا سوائے دشمنی

بے ذاری جھنجھلاہٹ وغیرہ وغیرہ کے ــــ"

تمہارے خیال میں کلاس میں لیکچر دے دینا ہی کافی ہے اور بس؟"

"آج کل جو کلاس میں جا کر لڑکوں کو پڑھا آتا ہے۔ بہت بڑا کام کرتا ہے۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں۔ اور بھئی ہم کو نہ ریڈر شپ ملنے کی امید ہے نہ پروفیسر شپ کی۔ پھر ہم پریشان کیوں ہوں۔ اچھا بھئی ہم چلے گڈ نائٹ احمد زیدی"۔ نیش نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "گڈ نائٹ"

ان حالات سے کیسے نمٹا جائے۔ کبھی کبھی تو یہ خیال آتا ہے کہ نیش سکسینہ ہی ٹھیک سوچتا ہے ــــ باہر آسمان پر سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ شاید اسی لیے کچھ گھٹن سی ہے۔ بارش آئے گی، اس بلڈنگ میں آج اس قدر سناٹا کیوں ہے۔ اوہ آج ہفتہ کی شام ہے مگر مسٹر آہلووالیہ کے فلیٹ میں روشنی ہو رہی تھی۔ شاید کوئی پارٹی تھی کتنے اچھے ہیں یہ لوگ ــــ جنھیں کوئی فکر نہیں ہے۔ کہ ملک میں دنیا میں کیا ہو رہا ہے ــــ نہ جانے طبیعت آج اس قدر الجھی ہوئی کیوں ہے ــــ تو احمد زیدی تمہارا یہ مشورہ ہے کہ میں بلقیس رضوی سے شادی کر لوں ایسی لڑکی سے جو.... جو.... مگر تم اچھی بہت لگتی ہو بلقیس ــــ کیوں؟ یہ مجھے خود بھی نہیں معلوم۔ ہاں اتنا ضرور جانتا ہوں تم سے ملنے کو میرا دل چاہتا ہے۔ اکثر تنہائی کے لمحوں میں تمہارا خیال آتا ہے۔ جہاں بھی تمہارے ملنے کا امکان ہوتا ہے وہاں کسی نہ کسی بہانے سے پہنچنے کو جی چاہتا ہے ــــ اور سرونج وہ مجھے چاہتی ہے۔ اچھی لڑکی ہے پر خلوص ہمدرد سادہ

طرح خیر جو بھی ہو، بلقیس جیسی بے عمل خود پرست اور مغرور لڑکی کے ساتھ میرا نباہ نہیں ہو سکتا ہے۔ کیوں نہ میں سروج سے شادی کر لوں۔ محبت چاہت پسند یہ سب بے کار باتیں ہیں۔ سروج اچھی لڑکی ہے میں سروج سے بات کروں گا۔ کل صبح ہی کر لوں —— نہیں ابھی جلدی کیا ہے؟ ارے دس بج گئے۔ اسی لیے بھوک لگ رہی ہے اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے سوچا۔

صہیب بہت الجھے اور پریشان ہیں ان کو پوری امید تھی کہ انٹرویو میں لے لیے جائیں گے — یہی وجہ ہے۔ جو پڑھے لکھے لوگ ادھر ادھر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ انھیں صرف اس لیے نہیں لیا گیا کہ وہ مسلمان ہیں۔ مگر میرا ایسا خیال نہیں ہے۔ بس کسی کی ہوگی تگڑی سی سفارش۔ ہو سکتا ہے کہ واقعی انھیں اسی لیے نہ لیا گیا ہو —! صہیب کا تو یہ خیال ہے کہ انٹرویو لینے والے سخت جاہل تھے۔ وہ ان کی قابلیت تو کیا جانچتے! یہ کام مل جاتا تو اچھا تھا انھیں ملنا چاہیے تھا۔ وہ اس کے مستحق بھی تھے۔ کام ان کی دلچسپی کا تھا۔ تنخواہ اچھی تھی۔ مگر نہیں ملا — افسوس ہوا — مگر اس پر اس قدر خفا بے زار اور دکھی ہونے کی کیا بات ہے — اور پھر اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ اس مسئلے سے تو ہر شخص نمٹ اور رہا ہے۔ مگر میں فکر مند ہوں۔ اگر ان کو یہاں کام نہ ملا تو وہ کہیں اپنا فیصلہ بدل نہ دیں — خیر جب بدلیں گے دیکھا جائے گا۔ ابھی سے یہ فرض کر کے میں کیوں فکر مند ہوتی

ہوں!

کئی دن سے صہیب کے مزاج ہی نہیں ملتے ہیں ہنسی مذاق کر کے موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کی تو اور چڑ گئے ـ کہا ـ کہیں باہر چلیں ـ نہیں مانے ـ تو وہ رومانی دور گزر گیا! ٹھیک ہے مگر اصل میں اب یہ اطمینان ہے نا کہ میں اب سو فی صدی ان کی ہوں۔ تو پھر یہ کیوں کہہ رہے تھے" تم کبھی تو مجھے اپنے اتنے نزدیک لگتی ہو ـ بالکل رگ جان کے قریب اور کبھی اتنی دور کہ میری پہنچ سے بھی دور" میں نے پہلے اس بات کو ہنسی میں ٹالا تو چڑ گئے۔ سنجیدگی سے بات کرنے کی کوشش کی تو چپ ہو گئے

ابا میاں اور صہیب کے تعلقات میں عجب تکلف سا ہے۔ ہم الگ رہیں ـ یہ بات میں نے صہیب سے کہی تو وہ ٹال گئے ــــ خیر میں یہ فیصلہ خود کر لوں گی ــــ دل چاہتا ہے کہ ــــ اونہ دل کا کیا ہے اس کی سب باتیں نہیں ماننی چاہییں ــــ

"اب کس خیال میں گم ہو" وہ چونک پڑی بلقیس کھڑی تھی ـ "ارے بلّی تم کہاں سے ٹپک پڑیں" الماس نے خوش ہو کر کہا۔ "میں ادھر آئی تھی سوچا ـ " تم سے بھی مل لوں تم اکیلی کیسے ہو" "کچھ لوگ چھٹی پر ہیں ـ کچھ کینٹین میں اور کچھ اسٹوڈیو میں ــ" "اور تم یہاں بیٹھی اونگھ رہی ہو"

"چائے منگاؤں ــــ میں نے ویسے ابھی ختم کی ہے"

"نہیں بالکل دل نہیں چاہ رہا ہے ـ یہ بتاؤ تم ہو کیسی ہو صہیب بھائی کا کیا حال ہے"

"بس رادھی چین ہی چین لکھتا ہے ___ مگر صہیب بہت اداس ہیں وہ انٹرویو میں نہیں لیے گئے"

"ارے یہ تو برا ہوا ___ میں سوچ رہی تھی کہ جس قدر پر امید ہیں۔ ان کو اتنا ہی افسوس ہوگا"

"ہاں بلقیس تم منیش چندر سکسینہ سے ملیں ؟ وہ میرے پاس آئے تھے۔ ارے تم نے کیا یہ نئی ساڑھی خریدی ہے۔ چاکلیٹی رنگ تم پر بہت اچھا لگتا ہے۔ ہاں تو منیش بھی اسی کالج میں پڑھاتے ہیں جس میں تمھارے احمد زیدی ہیں۔ بھائی جان سے ان کی دوستی ہو گئی تھی۔ علی سے بھی ملے تھے اور تم سے ملنے کے مشتاق ہیں ___"

"میں پچھلے ہفتہ ان سے سیمنار میں ملی تھی۔ اچھے خاصے ہیں"

"تم ان سے شادی کر لو"

"پھر تم بہکیں"

"دیکھو بلقیس تم کر ڈالو شادی ورنہ مجھ سے بہت پیچھے رہ جاؤگی ___ اب تمھیں بتانا ہی پڑے گا بتاؤں ؟"

"کیا"

"دیکھو اب تم کنواری بالی ہوتا۔ اگر تم بھی شادی شدہ ہوتیں تو وہ کئی بار تم اس بارے میں دریافت کر چکی ہوتیں۔ پھر ہم دونوں مل کر ان موضوعات پر خوب باتیں کرتے۔

"کیا بک رہی ہو ___ اچھا یہ بات ہے! تم بڑی بدتمیز ہو بتایا کیوں نہیں" بلقیس نے الماس کے سر پر اپنا پرس مارا۔ "بڑی تیز

سکیں ۔"

"بھئی بلقیس ۔ زندگی بہت مختصر ہے ۔ اس میں سوچ بچار سے زیادہ کر گزرنے کی ضرورت ہے ۔"

"صہیب بھائی تو بہت خوش ہوں گے ۔"

"انھیں ابھی بتایا ہی کب ۔ اور دیکھو ان پر یہ دھوکے سے بھی مت ظاہر کرنا کہ میں نے تم کو بتا دیا ہے ۔ فوراً بگڑ جائیں گے تم سے انھیں ویسے بھی کافی رقابت ہے ۔"

"مجھے اس کا اندازہ ہے ۔"

"مجھے اس کا اندازہ ہے ۔" الماس نے بلقیس کی نقل کی ۔

"میں جانتی تھی تم یہی کہو گی مجھے تم لوگوں سے سخت شکایت ہے میرے میاں بچارے کے ساتھ تم لوگوں کا عجب حریفانہ سلوک ہے خاص طور سے تم اور ابا جان میں جانتی ہوں کہ میں نے تم دونوں کی مرضی کی خلاف شادی کی ہے ۔ صہیب تمھیں پسند نہیں ہیں مگر تم لوگوں کو کیا حق ہے کہ میرے میاں کو نظر انداز کرو ؟"

"ارے ارے تم ہوش میں تو ہو ۔ بے کار ہی ۔ ارے بھئی تمھارے چہیتے میاں پر تو میں خاصی عاشق ہوں ۔ اگر کہو تو ۔"

"باتیں نہ بناؤ جاؤ دفع ہو ۔"

"تم شام کو ادھر آؤ ۔ تھوڑی دیر کہیں بیٹھیں گے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں ۔"

"جی بالکل نہیں آج کل میرے میاں بہت اداس پریشان اور فکر مند ہیں ۔ اسی لیے شام میں ان کے ساتھ گزاروں گی ۔ ان

کی دلداری کروں گی۔ نہایت رومانی فضا اور انداز میں اس خوشگوار راز کا انکشاف کروں گی سمجھیں"

"اچھا!" تو اب میں چلوں" بلقیس نے ایک لمبی سانس بھری۔
"اس میں اس قدر اداس ہونے کی کیا بات ہے تم بھی کر لو شادی"
"معاف کرو اپنے مفید مشوروں سے" بلقیس نے اٹھتے ہوئے کہا
"چلو میں تم کو نیچے تک چھوڑ دوں ــــ"
"شکریہ"
"اچھا اب جو مت" الماس نے بلقیس کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

"احمد دا یہ اب ممکن نہ ہوگا مجھے آپ اس امتحان میں نہ ڈالیے"
"کیوں؟"
"اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ میں وہ آپ کو بتا بھی سکتی ہوں۔ مگر کیا فائدہ؟ بس یہی کافی ہے کہ میں اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتی کہ زندگی میں آپ کا ساتھ دے سکوں" سروج کا خوب صورت چہرہ شدت جذبات سے تمتما رہا تھا۔ ہونٹ کانپ رہے تھے۔ آنکھوں میں آنسو تھے جنھیں پینے کی وہ ناکام کوشش کر رہی تھی۔
"تمھیں یہ کیا ہو گیا سروج! یکایک تم بالکل بدل گئیں! ابھی چند ہفتہ پہلے تو تم نے مجھ سے یہ کہا تھا ــــ"
"ہاں میں نے کہا تھا میں نے تو آپ کو چاہا ہے نہ جانے کب سے آپ کے ساتھ زندگی گزارنے کے خواب دیکھ رہی ہوں مگر میں غلطی پر

تھی اور اب مجھے اس کا احساس ہو گیا ہے۔ آپ کو نہ پانا میرے لیے اتنا تکلیف دہ نہیں ہو گا۔ جتنا آپ کو پا کر بھی آپ کی محبت سے محروم رہنا" اور اس کی آواز سسکیوں میں ڈوب گئی "یہ تم نے کیسے فرض کر لیا سروج میں ——— میں ——— تم کو چاہ ——— پسند کرتا ہوں تم کیسی بے وقوفی کی باتیں کر رہی ہو، ادھر دیکھو" اور احمد نے اپنا مضبوط ہاتھ سروج کے نازک اور خوب صورت ہاتھ پر رکھنا چاہا تو اس نے سرعت سے اپنا ہاتھ اٹھا لیا۔ اور بے تحاشا رونے لگی

"یہ کیا حماقت ہے، بات کیوں نہیں بتاتیں کیا ہوا" احمد زور سے چیخا۔

"آپ چلے جایئے" اور وہ پھر رونے لگی۔

"سروج عجیب بات ہے" احمد نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "تم نے اپنے انداز سے اور تھوڑے دنوں پہلے الفاظ میں مجھ سے اظہار محبت کیا اور آج جب میں تمہیں اپنا یہ فیصلہ بتانے آیا کہ میں بھی یہی سوچتا ہوں کہ ہم ایک ہو جائیں تو تم انکار کر رہی ہو؟ اور یہ بتانے پر بھی تیار نہیں ہو کہ یکایک یہ تبدیلی تم میں کیوں آ گئی؟"

سروج کھڑکی کی طرف منھ کیے برابر روئے جا رہی تھی۔ اس کا پورا جسم ہل رہا تھا۔ وہ چند سکینڈ تک سروج کے پاس کھڑا رہا۔ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھنے کی کوشش کی ——— اور پھر کرسی پر آ کر بیٹھ گیا "عجب مصیبت ہے"

"کیا ہو گیا ہے اس لڑکی کو کیا مسٹر ورما نے کچھ کہا ہے۔ اچھا تو یہ بزدل لڑکی اس ڈر سے"۔۔۔ "سروج مجھے صاف صاف بتاؤ کیا بات ہے"۔ وہ سروج کی طرف مڑا۔

"کیا تم سے کچھ مسٹر ورما نے کہا ہے"؟

"میں نے آپ سے کئی بار کہا ہے کہ آپ میرے سامنے ان کا نام نہ لیا کیجیے۔ آپ کو کیا شوق ہے۔ ہر وقت ایسی باتیں کرنے کا"۔ سروج نے غصے میں کہا "وہ اب سامنے کرسی پر بیٹھی تھی بڑی بڑی حسین آنکھیں سُرخ تھیں۔

"سروج بے وقوفی کی باتیں چھوڑو سچ بتاؤ تمھیں کیا ہوا ہے"۔

"کچھ نہیں احمد دا کچھ بھی نہیں بس یوں سمجھیے کہ میری آنکھوں کے آگے ایک پردہ تھا وہ ہٹ گیا۔ پردہ جو غیر شعوری طور پر میں نے خود ڈال رکھا تھا۔ میں نے یہ محسوس کر لیا کہ ہمدردی اور چیز ہوتی ہے اور محبت اور چیز۔۔۔"

یہ لڑکی تو بالکل منیش کی زبان بول رہی ہے۔ اچھا تو ان ہی حضرت نے اسے یہ پٹی پڑھائی ہے۔ احمد نے سگریٹ سلگایا۔

"بقول آپ کے میں بے وقوف تو بہت ہوں۔ مگر اتنی بھی نہیں کہ یہ بھی نہ سمجھ سکوں کہ اتنے دن آپ کیوں میرے ساتھ سرد مہری برتتے رہے۔ اور اب یکایک کیوں مجھ سے شادی کرنے پر آمادہ ہو گئے؟ آپ اس طرح اپنی ۔۔۔ ہاں اس لڑکی کو دکھ پہنچانا چاہتے ہیں۔ جو آپ کے خیال میں بہت مغرور ہے اور آپ کو پسند نہیں کرتی۔ آپ اس طرح شادی کر کے اس کو بھلانا

چاہتے ہیں ــــ"

"منیش کی زبان مت بولو" احمد نے غصّے سے کہا۔

"میرے منھ میں بھی زبان ہے۔ اور تھوڑی سی عقل بھی ــــ کبھی کبھی میں اپنی زبان سے بھی بول لیتی ہوں۔ آپ کو اس کا اندازہ نہیں ہے۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتی ہوں وہ لڑکی آپ کو بہت چاہتی ہے۔ وہ اس کی منتظر ہے کہ اظہار محبت آپ کی طرف سے ہو ــــ وہ میری طرح بے وقوف نہیں ہے" سروج کے لہجے میں بلا کی کاٹ تھی ــ یہ سروج ہے؟ احمد زیدی حیران کھڑا سوچ رہا تھا ــ یہ تو بالکل بدل گئی! "اچھا ہم اس موضوع پر پھر بات کریں گے۔" "نہیں یہ موضوع اب ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا" سروج نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"میں سوچتا تھا کہ تم پر منیش کی تقریروں کا اثر جب کچھ زائل ہو جائے گا۔ میں تم کو سمجھاؤں گا۔ اگر تم میری کوئی بات نہیں سننا چاہتیں تو نہ سہی" احمد نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ آپ کی رائے میں ایک بہت بے وقوف لڑکی ہوں۔ بے حد جذباتی۔ جس کی نہ اپنی کوئی پسند ہے نہ رائے۔ مگر اس کا اظہار کر کے ہر وقت آپ میرا دل نہ دکھائیں تو کچھ حرج ہے؟"

احمد چند سکینڈ کھڑا سروج کو دیکھتا رہا اس کے چہرے اس کے لہجے ہر ہر انداز میں کس قدر اعتماد تھا! وہ باہر نکل آیا۔ اچھا تو منیش سکسینہ تم نے اب یہ چال چلی ہے کہ اس بچاری سیدھی سادھی لڑکی کو ورغلا رہے ہو ــــ میں خوب سمجھتا ہوں۔ یہ سب تم اسی لیے

کر رہے ہو کہ تم ——— ہاں تم بھی اس سے ڈرتے ہو کہ اگر میں نے سروج
سے شادی کر لی تو کالج میں ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوگا ——— فرقہ وارانہ فسادات
بھی ہو سکتے ہیں۔ مجھے کالج سے نکالا بھی جا سکتا ہے۔ مگر میں بھی دیکھتا
ہوں کہ تم کیسے مجھے اس شادی سے روکتے ہو! سروج کو میں راضی
کروں گا۔ وہ ضرور راضی ہو جائے گی ——— اور اگر وہ راضی نہیں
ہوئی تو میں شادی ہی نہیں کروں گا۔ میں ان جھگڑوں میں نہیں
پڑوں گا۔ مگر منیش چندر سکسینہ تم بھی دیکھنا میں بلقیس سے تو
شادی نہیں کروں گا۔ عشق مجھے ہے اس کی فکر انھیں ہے منیش سے
میں آج سنجیدگی سے بات کروں گا۔ اسے میرے ذاتی معاملات میں
دخل دینے کا کیا حق ہے۔ بہت فکر ہو گئی ہے۔ ان کو اپنے مذہب روایات
وغیرہ وغیرہ کی بکواس سب بکواس جب احمد جیسے لوگوں کی یہ ذہنیت
ہے تو پھر ان مذہبی اور قدامت پرست لوگوں کو کیا کہا جائے۔

تو بارہ بج گئے ہیں اب تک جاگ رہی ہوں۔ الماس نے کنکھیوں
سے دیکھا۔ صہیب پلنگ پر نہیں تھا۔ کتنی عجیب بات ہے۔ صہیب
اس خبر سے خوش ہونے کے بجائے پریشان ہو گئے۔ انھوں اس خبر
کو اس بے دلی سے سنا ——— میں تو سمجھتی تھی کہ تم خوشی سے اچھل
پڑو گے۔ اور مجھے گلے لگا کر لاتعداد بوسوں کی بارش کر دو گے
شکایت کرو گے کہ ——— اب تک میں نے یہ چھپایا کیوں؟ اور تمہارا موڈ
اچھا ہو جائے گا۔ تم اس خبر سے بالکل خوش نہیں ہوئے۔ ارے بھئی

یہ تو ہماری مشترکہ تخلیق ہے۔ اگر تمہیں فی الحال نوکری نہیں مل رہی یا
یہاں کوئی تمہاری قابلیت کی قدر نہیں کرتا۔ یا یہ ملک تمہیں پسند نہیں
تو یہ سب مسئلے اتنے اہم ہیں کہ ان کے آگے تم اتنی بڑی خوشی کی خبر کو
بھی نظر انداز کر دو۔ کمال ہے! ۔۔۔ تم تو کہتے تھے تمہیں خاندان
کی ضرورت ہے۔ تم نے مجھ سے کہا تھا نا کہ تم بہت جلد باپ بننا
چاہتے ہو تو اب ۔۔۔۔ تم نے کس تلخی سے کہا تھا۔ ایک
بے کار انسان کے لیے یہ کوئی خوشی کی خبر نہیں " میں نے جب یہ
کہا کہ بھی کون سے فاقے پڑ رہے ہیں۔ تمہارے پاس اس بے کاری
کے عالم میں بھی اتنا کچھ ہے جو ہمارے ملک میں بہت باکار لوگوں
کے پاس نہیں ہے۔ اور پھر میں بھی کما رہی ہوں یہ پیسہ بھی تمہارا
ہے۔ کیا میں تمہاری نہیں ہوں پھر تم کیوں ایسی باتیں کرتے ہو"
میں نے تو اپنے خیال میں بہت معقول بات ہی تھی مگر صہیب کو
اگر بری لگی تو ضرور اس میں کوئی برائی ہو گئی۔ وہ شاید ٹھیک
کہتے ہوں کہ میں بے حس ہوں۔ دوسروں کے جذبات کی قدر
نہیں کرتی۔ مگر میں خود غرض تو نہیں ہوں۔ تھوڑی سی خود پرست
شاید ہوں۔ اور دوسروں کے جذبات کا بھی کچھ زیادہ خیال
نہیں کرتی۔ یہ تو اکثر تم بھی کہتا تھا۔ نہ معلوم اس بدتمیز کا خیال
کیوں آجاتا ہے۔ بے کار ہی ہے۔ خیر یہ معاملہ تو رفع دفع ہو گیا
تھا، مگر زمان پور جانے کے مسئلے پر میں بے کار ہی تو ان سے الجھ
پڑی۔ بھئی اگر زمان پور جانا انہیں پسند نہیں ہے تو مجھے اصرار
کیوں ہے؟ ٹھیک ہے بڑے ابا نے محبت سے بلایا ہے۔ سب

لوگ جمع ہوتے ہیں۔ سنا ہے چچا جان، پھو اماں اور ان کے بچے بھی پاکستان سے آ رہے ہیں۔ پھر ہم لوگ تو ہر سال وہاں محرم میں جاتے ہیں، خیر خود نہ جاتے مگر یہ کیا تھا؟ " نہیں تم بھی وہاں نہیں جاؤ گی یہ سب بے وقوفی کی باتیں ہیں۔"

" ہم نے یہ بے وقوفی کی باتیں زندگی بھر کی ہیں اس لیے اس دفعہ بھی کریں گے تم نہ جانا میں ضرور جاؤں گی"

"— بس بپھر گئے تمھیں میری پرواہ ہی کب ہے بس میں تو ...

اف اتنی سی بات پر اس قدر سخت باتیں کہہ ڈالیں۔ اتنی زور سے چیخے — اف باہر آواز گئی ہو گی۔ کس قدر شرم کی بات ہے۔ غلطی میری بھی ہے بات کو اگر اس قدر نہ بڑھاتی — مگر مجھے دکھ ہے میرے اور صہیب کے سوچنے کے انداز میں اس قدر فرق ہے — اف تو کیا — کیا — نہیں نہیں میں ناحق اس ذرا سی بات کو اتنی اہمیت دے رہی ہوں۔ جب دو مختلف مزاج اور طبیعتوں کے لوگ ایک دوسرے کے بن کر رہتے ہیں۔ تو یہ ٹکراؤ تو ہوتا ہی ہے۔ ہم رفتہ رفتہ ایک دوسرے کا مزاج اور پسند ناپسند سمجھنے لگیں گے — میں اس کا انتظار کیوں کروں کہ صہیب مجھے منائیں، یہ بھی ہم عورتوں کی خوب آڑ ہوتی ہے، جب ہر بات میں مساوات برابری کا نعرہ ہے تو پھر یہ ناز نخرے کیوں؟ صہیب تم مجھے اچھے لگنے لگے ہو۔ میں تمھیں چاہنے لگی ہوں — اور پھر اب تو تم میرے بچے کے باپ ہو — تمھاری طبیعت میں گھٹن بہت ہے — جہاں تک ہو سکتا ہے میں تمھاری دلداری میں لگی رہتی ہوں۔ پھر بھی تم

یہی شکایت کرتے ہو کہ میں تمھیں کافی وقت نہیں دیتی ۔ بھئی میری تو جیسی طبیعت ہے تمھیں معلوم ہی ہے ہیں ۔ میں ٹیپیکل انداز سے اظہار محبت نہیں کرسکتی ۔ ہنسی مذاق فقرے بازی ۔ میری وہ سب عادتیں جو تمھیں بہت پسند تھیں ، اب انھیں ناپسند کرنے لگے ہو ؟ ۔ ناپسند! نہیں ۔ تم ناپسند نہیں کرتے ہو ۔ الجھ جاتے ہو ۔ ٹھیک ہے مجھے تمھارے جذبات کا خیال کرنا چاہیے ۔ اگر تم ہر وقت محبت کے اظہار سے ہی خوش ہوتے ہو ۔ اگر تم یہی چاہتے ہو کہ میں بار بار گلے میں باہیں ڈال کر تم سے یہ اقرار کروں کہ میں تمھیں چاہتی ہوں تو یہی سہی ۔ میں اپنی طبیعت پر جبر کروں گی ۔ مگر آورد اور آمد میں بڑا فرق ہوتا ہے نا ۔ مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے یہ سوچ کر کہ تمھیں میری محبت پر اعتماد نہیں ۔ اب بھی تمھارے دل میں شبہ ہے کہ میں تمھیں چاہتی یا ۔ تم نہ جانے ۔ نہیں میں اس طرح کی باتیں بالکل نہیں سوچوں گی ۔ جیسے عام طور پر بیاہیاں اپنے سابق محبوبوں یا عاشقوں کے بارے میں سوچتی ہیں ۔

۔ صہیب تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اگر تم مجھے اچھے نہ لگتے تو پھر میں خود کو کیسے تمھارے حوالے کردیتی ۔ کیا یہ میری پسندیدگی اور چاہت کا ثبوت نہیں ہے ؟

محبت ۔ تو وہ تو ایک عمر گزرنے پر انسان ایک دوسرے سے کر پاتے ہیں ۔ ہاں کم از کم پائیداری اور گہرائی تو اسی وقت پیدا ہوتی ہے ۔ جب انسان ایک ساتھ دکھ سکھ کے راستوں پر ساتھ ساتھ چلتا ہے ۔ کچھ کھوتا کچھ پاتا ہے ۔ مجھے صہیب بہت پسند میں ان

کی صلاحیتوں قابلیت اور ذہانت کا احساس ہے۔ وہ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ میں ان سے محبت بھی کرتی ہوں ــــ مگر اس کا ہر وقت اظہار مجھ سے نہیں ہوتا اس لیے کہ میں سمجھتی ہوں کہ محبت کا جذبہ دنیا کا سب سے خوب صورت سب سے لطیف سب سے نازک جذبہ ہے ــــ وہ الفاظ کی گراں باری نہیں سہہ سکتا۔ وہ صرف محسوس کیا جا سکتا ہے ورنہ ــــ یوں تو جسمانی ضرورت ــــ ہاں بالکل اور یہ کیفیتی وقتی کتنی ناقابل اعتبار کھتی۔ اب میں کیا کروں، زندگی کی ندی جو یوں نرم روی سے بہتے جا رہی تھی۔ ایسا لگتا ہے اس میں جوار بھاٹا آگیا!

ــــ نہیں یہ وقتی باتیں ہیں۔ مجھے حالات سے سمجھوتا کرنا چاہیے۔ اپنی طبیعت کو بدلنا چاہیے۔ میں جب یہ کروں گی تو صہیب بھی کریں گے۔ ان ہی کو خود خیال ہوگا پھر۔ پھر چند دن میں ہمارے درمیان ایک ایسا پل کھڑا ہو جائے گا ــ جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہمیں ملا دے گا ــــ مجھے صہیب کسی چیز سے ٹکرا گیا تھا۔

"ارے چوٹ تو نہیں لگی" وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"نہیں" صہیب نے رکھائی سے کہا اور برابر پلنگ پر آکر لیٹ گیا۔

"ڈارلنگ!" وہ صہیب کے قریب کھسک آئی۔

"کوئی جواب نہیں" اس نے آہستہ سے کہا۔ صہیب خاموش لیٹا رہا "ڈارلنگ" وہ زور سے صہیب کے کان کے پاس منھ لا کر چیخی وہ چونک پڑا ــــ

"یہ کیا بچوں جیسی باتیں ہیں" صہیب نے بے رخی سے کہا اور

کروٹ لے لی ۔

"سنو بس اب غصّہ ختم کر دو، آئندہ ہم کبھی اس طرح نہیں لڑیں گے ۔ نہ اب تم یوں چیخو چلاؤ گے نہ میں بدتمیزی کروں گی ۔ سوچو تو کل کو ہمارا بچّہ ہوگا ــــ وہ بھی کیا کہے گا کس قدر بدتمیز امی پاپا ہیں"۔ اور صہیب کے ہونٹوں پر آپ ہی آپ مسکراہٹ آگئی ــ اس نے صہیب کے بانہیں اپنے گلے میں ڈال لیں " اب تو تم خفا نہیں ہو" وہ بچوں کی طرح ٹھنکی ــ

"نہیں" صہیب نے آہستہ سے کہا اور الماس کے بالوں سے کھیلنے لگا ۔ تو واقعی یہ لڑکی مجھی کو چاہتی ہے اس کے دل میں کسی کا کوئی خیال نہیں ؟

لکھتے لکھتے بلقیس نے سر اٹھایا ۔ چاروں طرف سناٹا تھا ۔ پاس کے پلنگ پر خلیا بے خبر سو رہی تھیں ۔ اس نے لمبی سی ایک جماہی لی اور قلم بند کر کے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں ۔ ٹن ٹن گھنٹے نے بارہ بجائے ۔ دن کے بارہ بج گئے ۔ دماغ کس قدر بوجھل ہو رہا ہے ۔ اور آنکھیں بھی بند ہوئی جا رہی ہیں ۔ گل بیتلا ــ اس کا کہیں پتہ نہیں ہے ۔ الماس سے مل کر دل کا بوجھ کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا ۔ وہ بہت اداس اور پریشان سی تھی بہت پوچھا مگر اس نے بتایا کچھ ــ نہیں وہ مجھ سے اب اپنے دل کی بات کیوں نہیں کہتی ۔ وہ مجھ سے کہا کسی سے بھی نہیں کہتی ۔ مگر میری اور کسی کی برابری تھوڑی ہے ۔ یہ تو اس کی پرانی

عادت ہے۔ وہ جن تکلیف دہ باتوں کو محسوس نہیں کرنا چاہتی۔ ان
کا اقرار وہ خود سے بھی نہیں کرتی۔ اسی لیے وہ انھیں دوسروں سے
بھی چھپاتی ہے۔ صہیب کے تو اب مزاج ہی نہیں ملتے۔ اس
دن میں کافی دیر الماس کے گھر رہی۔ صہیب اندر کمرے سے ہی
نہیں نکلے۔ بس کھانے پر آئے مگر موڈ بہت خراب تھا۔ گھر میں عجب
ٹینشن سا تھا۔ الماس اگر الگ رہنے لگے تو بہتر ہے۔ آج منیش سکینہ
آیا تھا۔ دیر تک بیٹھا رہا ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ آدمی
دلچسپ ہے۔ احمد زیدی کا ذکر بھی آیا۔ تو تم احمد شادی کر رہے
ہو۔ خوشی کی بات ہے انتخاب برا نہیں۔ تمھارے لیے وہ موم
کی گڑیا ہی مناسب ہے۔ تم جس کل اُٹھاؤ گے اٹھے گی جس کل
بٹھاؤ گے بیٹھے گی۔ تمھاری ہر بات کو آیت و حدیث سمجھے گی۔
یہ تو اپنی اپنی پسند ہے۔ مجھے کیا۔ مگر میں یہ ضرور سوچتی ہوں کہ
تم مجھے ملے کیوں تھے۔ اور اگر تم ملے بھی تھے تو میں نے تمھارے
بارے میں یوں کیوں سوچا تھا؟ کیا میں نے تمھارے بارے
میں سوچا تھا! تو یہ خبر صحیح تھی۔ منیش کی باتوں سے تو اندازہ ہوا کہ
تقریباً سب معاملات طے ہو گئے ہیں۔ مجھے نہ جانے کیا ہو گیا
ہے۔ میں اپنی اس کیفیت کو کیا نام دوں؟ ارے خواہ مخواہ ہی
یہ میری آنکھیں کیوں بھیگ رہی ہیں۔ ارے یہ کس قدر چھوٹی
بات ہے میں اس بات پر اپنا دل کڑھا رہی ہوں کہ اس نے۔
تو کیا میں اسے چاہتی تھی۔ نہیں نہیں میں نے اسے کبھی نہیں
چاہا — وہ مجھے اچھا ضرور لگتا ہے — میری وہی حالت

ہوتی جارہی ہے جو میاں کے بعد ہوگئی تھی ۔ میں نے کتنی مشکل
سے خود کو سنبھالا تھا۔ اس لیے کہ میرے دل کے کسی گوشے میں
چھپا ہوا یہ خیال تھا کہ تم! تم مجھے مجھے "اُف یہ اب میں کیا سوچ
رہی ہوں ___ نہ معلوم میری حالت کیا ہوتی جارہی ہے ۔ کسی
کام میں دل ہی نہیں لگتا ___ بار بار یہ سوال میرے ذہن میں
اُبھرتا ہے ۔ یہ کیوں کیا جائے ۔ کس کے لیے؟ کیا میں کچھ دنوں کے لیے
یہاں سے چلی جاؤں ۔ بلکہ بالکل ہی کیوں نہ چلی جاؤں یہاں مجھے کون سا چین
ہے ___ زندگی کی تنہائی بے مقصدیت اور کھوکھلے پن کا احساس
روز بروز بڑھتا جارہا ہے ۔ جس سے بھی ملتی ہوں خوشی نہیں ہوتی
جو لوگ میرے پاس آتے ہیں ان کا مقصد صرف میرے ساتھ
اچھا وقت گزارنا ہوتا ہے ۔ اپنے دل کی تنہائی دور کرنا ہوتا ہے
سب میری ظاہری حالت کو دیکھتے ہیں کوئی ایسا نہیں جو یہ
محسوس کرے کہ میرے دل میں کیسا خلا ہے ! جسے دیکھو خوشی
سکون کی تلاش میں دوڑ رہا ہے مگر مگر بے سود، آج کے انسان
کی زندگی سے یہ نعمتیں کیوں عنقا ہوگئی ہیں یہ اتنا آسودہ کیوں
ہے ۔ کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ بے مقصد بے معنی کھوکھلی زندگی
کیوں ___ ہاں کیا فائدہ ہے اس زندگی سے مگر موت کیا موت
حل ہے ان مسائل کا ___ ارے ایک بج گیا اور میں اب تک
جاگ رہی ہوں ۔ شکر ہے کہ خلیا سو رہی ہیں ورنہ اگر ان کی
آنکھ کھلی تو بس مصیبت آجائے گی ___ وہ کھڑکی میں آکھڑی
ہوئی ۔ آسمان پر ہر طرف تارے بکھرے تھے گل مہر کے پیڑ چاندنی

یں ٹکڑے نہا رہے تھے۔ بوگن ویلیا خوب پھول رہا تھا۔ سبزے پر
شبنم کے لاتعداد موتی بکھرے ہوئے تھے۔ کس قدر صاف چاندنی
ہے۔ کیا ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی اس کا ہو صرف اس
کا۔ جس کا وہ بن سکے جسے اپنا بنا سکے، جس کے ساتھ اپنا دکھ
درد بانٹ سکے اور کیا یہ خواہشیں پوری نہیں ہوتیں! — مگر یہ
کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ وہ پوری بھی ہو جائیں! مسز سکینہ تم
کہیں مجھ سے کوئی امید تو نہیں رکھتے؟ میں — میں نہیں تم تو یوں
ہی آتے ہو بس ایسے ہی — آج کل میاں بہت یاد آرہے ہیں
آپ کے بغیر جینا میاں واقعی بہت مشکل بہت کٹھن ہے — میاں
کہتے تھے انسانی رشتے بہت ناپائیدار ہیں۔ انسان کو ان سے
اپنا دل نہیں لگانا چاہیے۔ اپنی محبت ان میں محدود نہیں کرنی چاہیے
پھر پھر انسان کس کا سہارا لے۔ آپ لوگوں کے تو بہت سے سہارے
تھے۔ مذہب زندگی کی اعلیٰ اقدار — وطن قوم — اور ان
سب پر عقیدہ رکھ کر ان سے محبت کرکے آپ لوگ کس قدر پرسکون
کس قدر مطمئن تھے! کیسے تھے؟ ہم لوگ تو بغیر پتوار کی ناؤ ہیں
بہے جا رہے ہیں، کہاں جانا ہے۔ کیوں جانا ہے کچھ نہیں معلوم کچھ پتہ
نہیں کچھ پتہ نہیں — نہ کوئی چاپ نہ ہلچل نہ کوئی موج نہ کوئی موج
نہ کسی سانس کی گرمی نہ کوئی موج نہ کوئی موج —

مجھے امید ہے کہ احمد زیدی اب راہ راست پر آجائیں گے
ان کا جلالی بھی اب اتر گیا ہوگا۔ ادھر — ان کو راہ راست پر

آنا ہی تھا۔ بڑے دلچسپ ہیں ہم لوگ جو خود کو بہت روشن خیال ترقی پسند سمجھتے ہیں۔ ہم جو کسی مذہب کو نہیں مانتے اپنے کو کھلے دل و دماغ کا کہتے ہیں ۔۔ اگر کوئی ہمیں متعصب کہے تو ہم اس کا منھ نوچ لیں مگر ہم بھی ان چیزوں سے اپنے کو الگ رکھ کر نہیں سوچتے۔ مجھے حیرت ہے کہ احمد زیدی نے میری اس دلچسپی کو خالص فرقہ وارانہ فیلنگ پر محمول کیا۔ میں نے اس مسئلے پر اس زاویے سے تو سوچا بھی نہیں تھا۔ دیکھو یہی غلطی ہے۔ سوچا تو تھا۔ مگر اہمیت نہیں رہی تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ اگر یہ شادی ہو جاتی تو اچھا خاصا ہنگامہ ہوتا۔ مگر میں نے اس لیے اس شادی کی مخالفت ہرگز نہیں کی۔ مجھے اندازہ تھا کہ احمد سروج کو صرف پیڑو نائز کرتا ہے ۔۔ اور بس وقتی جھنجھلاہٹ اور آئیڈیلزم میں سروج سے شادی کر رہا ہے۔ مجھے معلوم تھا اس شادی کا انجام اچھا نہیں ہوگا دونوں کے لیے ۔۔ مگر کامیابی مجھے صرف اس لیے ہو سکی کہ سروج نے بہت سمجھداری اور مضبوطی کا ثبوت دیا۔ اس کے دل میں پہلے ہی یہ خدشہ تھا۔ مجھ سے بات کر کے اس پر صورت حال بالکل واضح ہو گئی ۔۔ بچاری سروج ۔۔ یہ تو اس کے ساتھ سراسر زیادتی تھی کہ اس کو صرف اپنی مقصد کے حصول کا ذریعہ سمجھ کر اس پر رحم کھا کر آپ اس سے شادی کر رہے تھے ۔۔ اصل میں حضرت کو یہ شاک لگا کہ وہ لڑکی جو صرف گنبد کی آواز تھی۔ جو ان کی ان کی پرستش کرتی تھی۔ اس طرح ہاتھ سے نکل گئی یہ حضرت انسان بھی خوب چیز ہیں۔ تم خفا ہو احمد۔ چونکہ میں نے تمھارے دل کا چور پکڑ لیا ہے۔ مگر پکڑا تو سروج نے ہے۔ میں نے صرف

اس کی مدد کی ہے۔ تم تو اس لڑکی کو بالکل بے وقوف سمجھتے ہو۔
حالانکہ وہ بے وقوف بالکل نہیں ہے۔ ذرا جذباتی ہے۔ بڑی
دلچسپ بات ہے تم جس لڑکی سے شادی کرنے جا رہے تھے۔ اس
کے بارے میں تمہاری یہ رائے تھی! بلقیس بھی احمد کو پسند کرتی
ہے۔ صرف پسند ہی نہیں کرتی، لگتا ہے چاہتی بھی ہے۔ جب
احمد کا ذکر کرو ہمیشہ ٹال جائے گی ہر موضوع پر بات کرے گی سوائے
احمد کے۔ شادی کی خبر سُن کر خاصی دکھی اور اداس سی ہو گئی۔
ہر ممکن کوشش کے باوجود وہ اپنے چہرے کے اتار چڑھاؤ اور
آنکھوں کی اداسی کو چھپا نہ سکی۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں۔ مجھے
کیا۔ میں کیوں اس چکر میں پڑا ہوں۔ احمد جانے۔ بلقیس جانے
شادی کریں نہ کریں۔ مگر وہ بے وقوف وہ جو خود کو بقراطِ زماں
سمجھتا ہے۔ اس کا مجھ سے بہت زیادہ تعلق ہے۔ جو ان معاملات
میں خاصا بے وقوف ہے مجھے افسوس ہے کہ اس نے میری نیت پر شبہ
کیا۔ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو۔۔۔ ہاں میں بھی یہی کرتا۔ جس بدگمانی
شک و شبہ کی فضا میں ہم سانس لے رہے ہیں۔ یہ اس کا لازمی نتیجہ
ہے۔ اس لیے جاؤ یار معاف کیا۔۔۔ الماس مجھے بلقیس سے زیادہ
پسند ہے شکل بھی اس کی زیادہ اچھی ہے۔۔ اور طبیعت بھی۔ افسوس
تو یہ ہے کہ ایک اچھی لڑکی ملی بھی تو وہ اتنی دیر میں۔۔۔ خاندان خاصا
روشن خیال اور ترقی پسند ہے۔ شادی ہونے میں تو کوئی مشکل نہ
ہوتی، مگر اس بے وقوف نے شادی کر لی۔ ایک عدد بے وقوف
سے۔ اس شخص سے مل کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس نے اپنے گرد

ایک حصار سا بنا لیا ہے۔ جسے توڑ کر وہ باہر آنا نہیں چاہتا۔ وہ لوگوں سے ایسے ملتا ہے جیسے ان سے مل کر وہ ان کی بڑی قدر افزائی کر رہا ہو۔ وہ اپنی بیوی کی خوب صورتی دل کشی اور اس سے بھی زیادہ ــــ اس کی خوش طبعی، بہت جلد لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے والی طبیعت سے بہت خوفزدہ ہے۔ اس کی نگاہیں ہر دم اپنی بیوی کی دربانی میں مصروف رہتی ہیں ــــ وہ ہر وقت اپنا مقابلہ دوسرے مردوں سے کرتا رہتا ہے۔ یہ دیکھتا رہتا ہے کہ اس کی بیوی اسے نظر انداز کر کے دوسروں سے تو التفات نہیں برت رہی ــــ بھئی حیرت ہے الماس نے اس شخص کو کیسے پسند کر لیا! ــــ آج دو دفعہ بلقیس کو فون کیا مگر بات نہیں ہو سکی۔ مجھے لگتا ہے کہ وہ گھر پر تھی اس نے یوں ہی کہلوا دیا کہ گھر پر نہیں ہیں۔ فون پر ایک بڑی بی بول رہی تھیں آواز اس قدر کرارتی تھی کہ بار بار فون کرنے کی ہمت نہیں پڑی۔ بلقیس کہیں یہ نہ سمجھ رہی ہو کہ میں اس میں دلچسپی لے رہا ہوں۔ اگر سمجھ بھی رہی ہو تو کیا تعجب ہے۔ مگر بھئی اب اپنے گریبان کی بھی فکر کرو منیش سکسینہ۔ سب کے تو گریباں سی ڈالے۔ سیا تو جیب چاک ہوئے۔ اور اب تک کوئی ایسا نہیں ملا ہے کہ جسے دیکھ کر گریبان پھاڑنے کو دل چاہے ــــ اور سے مل جائے گا۔ عمر پڑی ہے۔ یہ زندگی کیا رہی ہے ــــ فی الحال تو یہ فکر ہے کہ ان بگڑتے حالات کا کیا جائے، ان کا مقابلہ کیسے کیا جائے اور ان سے چشم پوشی بھی کہاں تک کی جا سکتی ہے ــــ

"منیش دا میں آجاؤں وہ چونک پڑا۔ سامنے سروج کھڑی تھی" سُرخ کنارے کی سفید ساڑھی اور بڑی سی سرخ بندی میں وہ اس وقت بہت اچھی لگ رہی تھی۔ منیش سوچنے لگا یہ لڑکی بھی کیا بری ہے، بری کیا معنی بہت اچھی ہے مگر احمد زیدی ——

"میں نے آج چھٹی کی درخواست دے دی۔ میں جلد ہی چلی جاؤں گی۔ پھر وہاں سے استعفیٰ بھیج دوں گی"

"اتنی جلدی، اور استعفیٰ کیوں؟ پاگل ہوئی ہو آج کل نوکری ملنا آسان نہیں ہے"

"ٹھیک ہے یہ۔ مگر اب میرے لیے یہاں رہنا بہت مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے منیش دا۔ میں اصل میں بہت کمزور طبیعت کی لڑکی ہوں"

"میرا تو یہ خیال نہیں ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ تم بہت ہمت کی بہت پختہ ارادے کی لڑکی ہو۔ تم نے جس طرح جذبات سے الگ ہٹ کر اس وقت اپنی زندگی کا فیصلہ کیا۔ اس کی میرے دل میں بہت قدر ہے سروج"

"اچھا میں اب چلوں، ادھر سے گزر رہی تھی۔ سوچا آپ سے مل لوں۔ میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں۔ منیش دا صرف اسی لیے نہیں، کہ آپ نے بر وقت مجھے اس فیصلے سے روکا جو میری زندگی کا سب سے غلط فیصلہ تھا بلکہ آپ نے مجھ میں خود اعتمادی پیدا کی آپ نے......"

"میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ سروج یہ صرف تمہارا خیال ہے۔ ہاں ایک بات میں تم سے ضرور کہنا چاہتا

ہوں کہ کسی انسان کو اس کا حق نہیں ہے کہ کسی ایک فرد کے لیے وہ اپنی زندگی پر ہر خوشی و مسرت کا دروازہ بند کرلے انسان خود اپنے لیے جیتا ہے اور اپنی زندگی میں حسن اور معنویت پیدا کرنے کے لیے وہ انسانی رشتوں اور تعلقات کا سہارا لیتا ہے ارے لو میں تو اچھی خاصی تقریر کر گیا مگر خیر تم تو بہت اچھی سامع ہو — "

سروج ہنس پڑی۔

"میں آپ سے بہت متاثر ہوں منیش دا میں —— "

"متاثر و تاثر چھوڑو، ہم دونوں بہت اچھے دوست ہیں۔"

منیش نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ سروج نے ہاتھ بڑھایا اور پھر جھجک کر ہٹا لیا اور چلی گئی اور منیش اسے دیکھتا رہا۔

میری عجب حالت ہے۔ رات کو بستر پر لیٹتی ہوں تو اس خواہش کے ساتھ کہ کبھی صبح نہ ہو۔ مجھے اب صبح سے ڈر لگنے لگا ہے۔ ہر صبح مجھے زندگی کی بے مقصدیت تنہائی اور کبھی نہ بھرنے والے نہ معلوم خلاء کا احساس دلاتی ہے — دل چاہتا ہے کہ زندگی کی ڈور کو چھوڑ دوں۔ رات اپنے ساتھ لاتی ہے بے خوابی ہزاروں لاحل سوال دن میں انسان پھر بھی ادھر ادھر کے کاموں میں لگا رہتا ہے نہ چاہتے ہوئے بھی — آج چھٹی تھی۔ سوچا تھا کہ صبح ہی اٹھ جاؤں گی۔ اپنا کمرہ ٹھیک

کروں گی۔ میاں کے مسودات ملاؤں گی۔ ریکارڈ سنوں گی اور پھر کچھ دیر بیٹھ کر اپنے بارے میں سوچوں گی۔ مگر دس بجنے والے ہیں اور میں ابھی تک بستر پر پڑی ہوں۔ اٹھنے کو دل ہی نہیں چاہتا ناشتہ کیا ہے نہ کپڑے بدلے ہیں۔ مسٹر جعفری کے کئی ٹیلیفون آچکے ہیں۔ میں بات نہیں کروں گی۔ میں کیا بات کروں، ان باتوں کا کیا جواب دوں؟ کیا دے سکتی ہوں۔ اف یہ شخص کس قدر چھوٹی اور سفلی طبیعت کا انسان ہے تو یہ صرف التفات اس لیے تھا کہ وہ مجھ مجھ مگر —— مجھے ان پر بھی رحم آتا ہے۔ نہ معلوم ان کی زندگی میں کیا محرومیاں رہی ہیں —— وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ جس انسانی زندگی میں چھاکو اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اُف کیا کروں گھر ہے تو ویرانی دل کھانے کو آئے اور اکیلا دل!۔

"اوہ پوسنی لڑکی ابھی تک بستر پر پڑی ایینڈ رہی ہو تجمل حسین خاں کے لیے عیش بنا ہو یا نہ بنا ہو مگر بلقیس رضوی تمھارے لیے ضرور بنا ہے۔"

"ارے تم الماس! کاش میں اس وقت کوئی اور خواہش کرتی!"

"اچھا تو تم مجھ کو یاد کر رہی تھیں باہر آج اتنی اچھی دھوپ نکلی ہے اور تم اندر بند پڑی ہو۔"

"بعض وقت انسان روشنی کا سامنا نہیں کر سکتا۔"

"اچھا بھئی بحث کرو۔ ہم یہیں بیٹھے جاتے ہیں۔" الماس نے کرسی پر نیم دراز ہوتے ہوئے کہا "اگر تم برا نہ مانو تو میں اپنے پیر تمھاری مہری پر رکھ لوں؟"

"ضرور تم آج نکل کیسے آئیں تمھیں آج یہ کیسے یاد آگیا کہ دنیا میں میرا وجود بھی ہے"

"پرسوں ہی تو ملے تھے"

"تم اسے ملنا کہتی ہو" بلقیس نے رضائی اپنے چاروں طرف لپیٹتے ہوئے کہا۔ "مسز مجمدار کے یہاں تا جہاں تم بے شمار چاہنے والوں میں گھری ہوئی تھیں۔ اور ہر منٹ پر صہیب کہاں ہے کا نعرہ لگا کر اپنے شوہر کے پہلو میں رونق افروز ہو جاتی تھیں"۔

"سنو بلقیس کیا واقعی میں فلرٹ ہوں!"

"تم ہو یا نہ ہو۔ مگر لوگ ضرور تم سے فلرٹیشن کرتے ہیں اور بھئی مینش سکسینہ تو تم پر خاص طور سے فدا ہے"

"سوائے تمھارے احمد زیدی کے پارٹی میں وہ نہیں تھا؟"

"الماس میں کچھ دن تمھارے پاس آکر رہنا چاہتی ہوں"

"ضرور آؤ، مگر یہ بتاؤ کہ تم نے اس بات کو صبر اور خاموشی سے برداشت کر لیا کہ احمد زیدی سروج سے شادی کر رہا ہے"

"تم نے آتے ہی بے تکی باتیں شروع کر دیں"

"تم مجھے کس لیے یاد کر رہی تھیں"

"میں نوکری چھوڑ رہی ہوں"

"یہ تو کوئی نئی خبر نہیں ہے تو مسٹر جعفری کھلے کھلے عشق پر آگئے"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا"

"میں پہلے جانتی تھی۔ بھئی میں نے ان ادھیڑ عمر کے لوگوں کی نفسیات پر خاصا وقت صرف کیا ہے"

"مجھے ان پر رحم آتا ہے۔ الماس میں ان کو ڈانٹ بھی تو نہیں سکتی وہ میرے باپ کے دوست ہیں۔ میں نے ہمیشہ ان کی عزت کی ہے"

"بھئی یہ تمہارا نرم نرم دل موہنے والا انداز اور لوگوں کو بہکا دیتا ہے"

"میں یہ سوچتی ہوں زندگی میں، کیسی تنہائی ہے کہ ہر شخص۔"

"کچھ نہیں، عیاشی کے نئے نئے طریقے ہیں اور حبس"

"میرا تو ایسا خیال نہیں، اس کے لیے انھیں میری — میرا مطلب ہے بہت سی لڑکیاں مل سکتی ہیں"

"اول تو یہ تمھیں یہ کیسے معلوم ہے کہ اور لڑکیاں ان کو نہیں ملتیں — اور پھر دوسری بات یہ ہے کہ یہ عالم فاضل لوگ ان کی عیاشیوں کی سطح بھی بلند ہوتی ہے — وہ تم جیسی پڑھی لکھی خوب صورت لڑکیوں سے عالمانہ موضوعات پر گفتگو کر کے تمہارا قرب حاصل کرتے ہیں اور جنسی تسکین حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ سب ہوتا ہے۔ ذہنی رفاقت کے نام پر خیر گولی مارو ان کو — یہ بتاؤ یہ نوکری بھی چھوڑ دوگی کیا کروگی؟"

"باہر جاؤں گی"

"وہاں کیا کروگی"

"پڑھوں گی"

"پھر"

"کام کروں گی"

"کہاں، یہاں یا وہاں"

"جہاں سکون ملے گا"

"وہ تمہیں مل چکا جب تک شادی نہ کرو گی، یہ سب زندگی سے فرار کی باتیں ہیں اور کچھ نہیں"

"ابھی اس بارے میں میں نے نہیں سوچا ہے نہ ابھی ایسا کوئی ارادہ ہے" بلقیس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"تو پھر یہ تنہائی کا رونا چھوڑ دو"

"تمہارے خیال میں انسان کی تنہائی کا حل شادی ہے؟ کیا شادی کے بعد تنہائی کا احساس ختم ہو جاتا ہے"

"کیوں نہیں ہوتا، خیر چھوڑو کچھ چلئے یا کافی بلواؤ اور یہ دم گھٹا دینے والی باتیں نہ کرو میں آج کل بہت اچھی دل خوش کن باتیں سوچنا چاہتی ہوں۔ میں ابھی سے اپنے بچے پر دکھوں پریشانیوں اور فکروں کا سایہ نہیں ڈالنا چاہتی۔ مجھے تو ابھی سے اس سے محبت ہو گئی ہے"

"صہیب بھائی کیسے ہیں"

"بہت اچھے بہت سویٹ دیکھو۔ پھر میں نے وہی لفظ استعمال کیا بہت چڑتے ہے۔ صہیب کو۔ کہتے ہیں میرے لیے یہ لفظ استعمال نہ کیا کرو"

"کیوں؟"

"بھئی تم ان باتوں کو کیا جانو۔ تم کنواری بالی۔ شوہر کی ہر بات میں کیا اور کیوں نہیں کرنی چاہیئے۔ صہیب بہت اچھے ہیں

میں ان کے ساتھ خاصی زیادتی کرتی ہوں۔ مجھے ابا جان نے لاڈ میں خاصا بگاڑ دیا ہے۔ واقعی ایک حد تک خود غرض ہو گئی ہوں اور جب سے بھائی جان باہر گئے تو اماں جان کی توجہ کا مرکز بھی میں ہی بن گئی۔ کم بچوں میں یہی مصیبت ہوتی ہے۔"

"صہیب کا یہ خیال ہے کہ تم خود غرض ہو۔"

"نہیں نہیں یہ وہ بے چارے نہیں کہتے یہ تو خود میں نے اپنا تجزیہ کیا ہے۔ صہیب تو مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں وہ تو بہت اچھے ہیں۔"

"تم بار بار یہ کہہ کر مجھے مشکوک کر رہی ہو کیا تم واقعی خوش ہو الماس۔"

"میں ——— میں بالکل خوش ہوں، کیوں تمہیں خوش نہیں دکھائی دیتی۔ بات یہ ہے کہ میں صہیب کو بہت دکھ دیتی ہوں۔"

"مجھے یہ نہ بتاؤ کہ تم کیا کرتی ہو یہ بتاؤ صہیب تمھارے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں۔ ان کی تمھارے بارے میں کیا رائے ہے۔" بلقیس نے جھنجھلا کر کہا اور پلنگ پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"نہیں، نہیں تم انھیں غلط مت سمجھو۔ اصل میں میرے اعصاب آج کل بہت خراب ہو رہے ہیں۔ اس زمانے میں عورتیں بہت حساس ہو جاتی ہیں ——— اب دیکھو یہ آنسو نکلنے لگے میں کتنی ماہر تھی۔ آنسو کو چھپنے میں ہاں تو بلقیس بتاؤ کیا واقعی احمد زیدی سروج بالا سے شادی کر رہا ہے۔"

"کر رہا ہوگا مجھے کیا۔"

"تم اس ذکر پر اس قدر چڑ کیوں جاتی ہو کیا واقعی تم اسے چاہتی ہو ادھر میری طرف دیکھو۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"ارے بھئی مجھ سے تو آنکھیں چار کرو۔ ارے ارے تم تو بالکل عاشقوں کی طرح نہیں بھئی کہیں سادہ دل مبتلا ہو گیا۔"

"اب تو ناشتہ کر لو بیٹا، گیارہ بجنے کو ہیں تمہارا تو بستر سے اٹھنے کو دل ہی نہیں چاہتا ہے۔ راتوں کو جاگنا، دن کو سونا عجیب دستور ہو گیا ہے اس گھر کا۔ ارے تم کب آئیں بٹیا۔" خلیا نے الماس کو دیکھ کر کہا۔

بلقیس جلدی سے باتھ روم چلی گئی۔

"خلیا چائے پلواؤ بہت سردی لگ رہی ہے۔"

"لاتی ہوں دوسری پیالی ادھر ٹوسٹر میں توس لگے ہیں، انڈا بناؤں تمہارے لیے۔"

"نہیں بس چائے۔"

"الماس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دل چاہتا ہے شام تک یہیں رہوں کتنے دن بعد یہاں آئی ہوں۔ بلقیس سے مل کر اسے چھیڑ کر کتنا اچھا لگ رہا ہے۔ آج صبح پھر صہیب سے جھڑپ ہو گئی۔ بھئی اگر مجھے باہر جانا ہے وہ بھی دفتر کے کام سے تو اس میں اس قدر موڈ بگاڑ لینے کی کیا ضرورت ہے۔ اب تو میرا گھر جانے کے خیال سے دم گھٹنے لگتا ہے۔ زندگی ان حالات میں کیسے کٹے گی؟ کتنی تکلیف دہ بات ہے کہ انسان ہر منٹ ہر سکینڈ یہ محسوس کرتا

رہے کہ اسے اپنی اپنی ہر ہر حرکت کے لیے جواب دہ ہونا ہے۔ یہ کیسی محبت ہے؟ جس سے محبوب کا دم گھٹ جائے جو اس کو قید کر کے رکھنا چاہے۔ شاید میں بلقیس کی طرح قنوطی ہوتی جا رہی ہوں — نہیں یہ سب وقتی چیزیں ہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔ جب ہمارا بچہ ہو جائے گا تو میری یہ حالت نہیں رہے گی۔ ہم الگ فلیٹ میں رہیں گے۔ میں اس گھر کو خوب سجاؤں گی۔ اور جب تک امید ہے صہیب کو نوکری بھی مل جائے۔ میں اپنی زندگی کو ہر قیمت پر خوشگوار بناؤں گی۔ میں اپنی زندگی سے حوصلے، امید اور سکون کو ختم نہ ہونے دوں گی۔ میں جو ٹھان لوں کر سکتی ہوں —

"ارے تم نے چائے نہیں بنائی؟"

"تم بناؤ اور ہاں زرا شکر زیادہ ڈالنا کم از کم دو چمچے میں شکر زیادہ ہی پینے لگی ہوں۔"

"جب انسان کی زندگی میں شیرینی نہیں رہتی تو وہ یوں ہی۔"

"بلقیس خدا کے لیے ہر بات کو فلسفہ نہ بنایا کرو۔"

الماس نے الجھ کر کہا اور اپنا سر کرسی کی پشت پر لگا کر اپنے امڈتے آنسوؤں کو پینے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ بلقیس خاموشی سے چائے پی رہی تھی۔

بیچاری کس قدر صبر و برداشت کی ہے یہ زندگی سے لڑنے کا حوصلہ رکھتی ہے —

بلقیس، ہاں بھئی کہو تو منیش چندر سکسینہ سے کہہ کر احمد زیدی کی شادی رکوا دوں؟"

بلقیس خاموش تھی — "اچھا تو یہ اقرار کرو کہ تمہارے دل میں اس کا کوئی خیال نہیں ہے تمھیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جب سے تم نے اس کی شادی کی خبر سنی ہے تمھیں زندگی کے کھوکھلے پن کا احساس نہیں بڑھ گیا ہے۔"

"نہیں — بالکل نہیں — قطعی نہیں" بلقیس نے جھنجلا کر کہا —

"یہ بات میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہو۔"

"الماس خدا کے لیے تم اگر کچھ جانتی ہو تو مجھے مت بتاؤ۔ مجھ سے اس بارے میں کوئی سوال نہ کرو مجھے یہ سب کچھ بھولنے میں مدد دو" اور بلقیس پھپک پھپک کر رونے لگی ہچکیوں سے اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا —

"بلقیس ارے تم رونے لگیں — ارے بھئی اتنی کمزور مت بنو"

"میں کمزور ہوں — جذباتی ہوں — تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں تمھاری طرح نہ صابر و شاکر ہوں نہ مضبوط طبیعت اور ارادے کی — تم — تم سب کچھ اس طرح برداشت کر لیتی ہو کہ جیسے جیسے —"

"بس بس خفا نہ ہو — اچھا تو اب وعدہ کرتی ہوں کبھی اس بدتمیز بے درد، بے حس کا نام نہیں لوں گی"

"بٹیا فون ہے"

"کون ہے فون پر" بلقیس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا —

"مسٹر ورما"

"اچھا — میں ابھی آئی"

بچاری بلقیس ناحق میں نے اسے اتنا اداس کر دیا چلو آج ہی

منیش چندر سکینہ سے بات کروں گی۔ دونوں ایک دوسرے کو
چاہتے ہیں۔ مگر دونوں ہی اقرار سے گھبراتے ہیں۔ بلکہ پہل سے۔
اب چلنا چاہیے۔ گھر جو میرے لیے دنیا میں سب سے پرسکون
جگہ تھی۔ آپ وہاں جانے کے خیال سے میرا دم فنا ہوتا ہے۔ تو
زندگی سے سکون عافیت یوں آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہے!

"میں اپنے دل میں چند خوب صورت اور دل فریب یادیں
لیے جا رہی ہوں۔ یہ دن مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے۔ جو میں نے آپ
کے ساتھ گزارے۔ آپ کے ساتھ رہ کر میں نے بہت کچھ پایا۔ اور
جو کھویا۔ تمہیں کھویا کچھ بھی نہیں۔ آپ میری زندگی میں ایک
روشن مینارے کی طرح ہیں۔ میرے دل میں آپ کی بڑی قدر
ہے، آپ کی عظمت کا نقش ہے۔ اگر ہم زندگی کی موڑ پر ملیں گے۔
تو مجھے امید ہے کہ آپ مجھے پہچان ضرور لیں گے۔ آپ کے لیے
زندگی میں خوشی اطمینان اور سکون کی دعا کے ساتھ۔" احمد
نے ایک دفعہ پھر سروج کا خط پڑھا تو سروج چلی گئی یہ سب
کیا ہوا۔ تو سروج اس قدر مضبوط ارادے اور طبیعت
کی نکلی! وہ تو لگتا ہے بالکل بدل گئی۔ نہ معلوم منیش سکینہ
نے اس پر کیا جادو کر دیا! میں اتنے دن اس کے ساتھ رہا مگر
میں ۔۔۔ میں بقول منیش کے، میں نے اس کی کوشش ہی نہیں
کی۔ میں سمجھتا تھا مجھے سروج سے ذرا بھی لگاؤ نہیں ہے۔

مگر آج جب وہ چلی گئی ہے تو میرا دل دکھ رہا ہے۔ مجھے یہ محسوس
ہو رہا ہے کہ میں نے واقعی اس کے ساتھ زیادتی کی میں نے
کبھی سنجیدگی سے اس کے جذبے کو لیا ہی نہیں۔ مگر میں نے اسے
دھوکے میں بھی نہیں رکھا۔ تو منیش نے آج مجھے اتنی سخت باتیں
کہیں۔ خود پرست! خود غرض! کیا واقعی میں ایسا ہوں؟ وہ
ٹھیک کہتا ہے۔ میں سروج سے صرف اس لیے شادی کرنا چاہتا
تھا کہ وہ میری ہم خیال ہے۔ میرے کاموں میں مدد دے گی۔
اور اس طرح بلقیس کا خیال اپنے دل سے نکال سکوں گا۔ شعوری
طور پر نہیں غیر شعوری طور ضرور ایسا سوچ رہا تھا۔ مگر اب ایک
طرف دل میں یہ کسک ہے کہ ایک سادہ لوح لڑکی کے بھرپور پیار
کا جواب میں پیار سے نہ دے سکا۔ دوسری طرف ۔ اب یہ
میں محسوس کر رہا ہوں کہ مجھے وہ بے وقوف نہیں بے عمل کاہل لڑکی
بہت پسند ہے۔ میں اسے چاہتا ہوں۔ لاکھ بھلانے پر بھی اس کا
خیال دل سے نہیں جاتا ہے۔ منیش کہہ رہا تھا کہ وہ باہر نہیں جانا
چاہتی۔ اور مستقل وہاں رہنے کا خیال بھی سخت تکلیف دہ ہے۔
تو اب اسے کیا مجبوری ہے؟ تو وہ ـــــ وہ میں اگر اسے مدد کوں
تو کیا وہ رک جائے گی۔ اور اگر اس نے میری بات ٹھکرا دی
تو ـــــ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے میں کیوں اس لڑکی کے بارے میں
سوچتا ہوں؟ کیا میں اسے واقعی چاہتا ہوں! چاہت کے معنی
کیا ہیں کسے کہتے ہیں چاہت۔ چاہت کا مفہوم کیا ہے؟ جنس مخالف
کے لیے جو کشش ہوتی ہے کیا وہی محبت ہے۔ یا پھر اس کے پیچھے

کوئی گہرا جذبہ بھی ہے ۔ مجھے نہیں معلوم ۔ مگر وہ لڑکی میرے دل و دماغ پر چھا کر رہ گئی ہے ۔ جب میں اس سے ملتا ہوں تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ یہ ملاقات طویل سے طویل تر ہو جائے ۔ بار بار اس سے ملنے کو دل چاہتا ہے ۔ بلا وجہ بلا سبب اس کا انتظار رہتا ہے ۔ لوگ سروج کو خوب صورت کہتے ہیں ۔ وہ ہے بھی ۔ کبھی کبھی وہ مجھے اچھی بھی لگتی تھی مگر بلقیس والی بات کہاں — نہ معلوم تم میں کون سی کشش ہے ۔ تمہاری سوچ میں ڈوبی سیاہ حسین آنکھیں ۔ سیاہ گھنے لمبے بال ۔ جن کو اکثر تم چوٹی یا جوڑے میں بے ترتیبی سے باندھے رہتی ہو ۔ پھر تمہارا آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر بولنے کا انداز مجھے بہت اچھا لگتا ہے ۔ میں بظاہر تم سے چڑتا رہا ۔ مگر تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو ۔ اور میرا یہ خیال بھی غلط ہے کہ تمہاری اپنی کوئی رائے نہیں ہے — تم بہت کمزور طبیعت کی لڑکی ہو —

منیش ٹھیک ہی کہتا ہے ۔ کہ یہ رائے میری بیشتر لوگوں کے بارے میں ہے ۔ یہ کتنی بڑی بات ہے کہ تم زندگی میں کچھ کرنے کی لگن رکھتی ہو ۔ زندگی اور اس کے مسائل کے بارے میں سوچتی ہو ۔ یہ دوسری بات ہے کہ تمہارا زاویہ نگاہ صحیح نہ ہو ۔ تم عملی طور پر اس میں حصہ نہ لو یا نہ لے سکو ۔ مگر زندگی میں معنویت کی تلاش تو ہے — میرا دل چاہتا تھا کہ ہم اور تم مل کر کے کام کریں تم میرے قریب آؤ مگر تم مجھ سے دور بھاگتیں رہیں بار بار — یہ جتاتی رہیں کہ تمہیں میری نظریات اور خیالات سے سخت اختلاف ہے ۔ میں اپنے خیالات میں کٹر ہوں اور اسی لیے میں تم سے کھنچتا رہا ۔ سروج سے میں اس لیے دور بھاگتا

رہا کہ وہ گنبد کی آواز ہے ـ ہر بات میں ہاں میں ہاں ملاتی ہے ــ تو
پھر میں چاہتا کیا ہوں ؟ ٹھیک کہتے ہو منیش میں ان جھگڑوں میں
پڑوں گا ہی نہیں ـ مجھ میں اس کی صلاحیت ہی نہیں ہے ـ ٹھیک ہے
اپنا کام ہے اور بس ــ یہی بہت ہے ـ نہ معلوم طبیعت اکھڑی اکھڑی
کیوں ہے ـ شاید اس لیے کہ آج کل کالج پھر بند ہے ـ میں سوچتا
ہوں کہ اس طرح بار بار یونیورسٹی اور کالج بند ہونے سے کتنا
نقصان ہوتا ہے ـ ان کا بھی جو براہ راست اس میں حصّہ لیتے ہیں
ان کا بھی کا جو نہیں لیتے ـ کتنے ہی لڑکے یوں ہی ادھر ادھر گھوم
کر اپنا وقت ضائع کرتے ہیں ـ غنڈہ گردی کرتے ہیں ـ اس کی ضرورت
ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ سیاست میں حصّہ لیں اسے گندی اور
بری چیز سمجھ کر چھوڑ نہ دیں اس وقت تک سماجی سیاسی اور معاشی
نظام بہتر نہیں ہو سکتا جب تک سیاست میں عملی طور پر حصّہ نہ لیا
جائے ـ ہم جو کام کر رہے ہیں ـ آخر تو ایک روز تو کرے گی نظر وفا ـ
وہ یار خوش خصال لب بام ہی تو ہے ــــ ہے ؟

"ہلو احمد" وہ چونک پڑا سامنے منیش کھڑا تھا ـ

" ارے کیا تم نے یوگا شروع کر دیا ہے یہ کون سا آسن ہے ـ
" ایک پیر کھڑکی پر دوسرا زمین پہ ایک ہاتھ ماتھے پر دوسرے میں
ادھ جلا سگریٹ آنکھوں میں یاس آمیز امید ــــ "

" تم نے آتے ہی اوٹ پٹانگ باتیں شروع کر دیں آؤ بیٹھو "
احمد نے مسکراتے ہوئے اسے کرسی پیش کی ـ

" تم آ کہاں سے رہے ہو "

اسٹاف روم سے بہت دیر سے تمہارا انتظار کر رہا تھا تم آئے ہی نہیں۔ کافی دیر گپ کی قوم کی بد حالی سیاست کی گندگی نوجوانوں کی بے راہ روی جب سب موضوعات ختم ہو گئے تو سوچا ذرا تم سے ہی مل لوں"

"مجھے ذرا اگر بے پر کچھ کام تھا بس اب آنے ہی والا تھا"

"میں پوچھ سکتا ہوں اس وقت تم وہاں کھڑے کیا کام کر رہے تھے؟ بس اب سیدھے سیدھے کافی بتاؤ حد ہے بد اخلاقی کی"

"بجلی غائب ہے دیکھو شاید چائے ہو گی"

"بالکل ٹھنڈی" منیش نے کیتلی کو ہاتھ لگا کر دیکھا اچھا لاؤ کوئی اچھا سگریٹ ہی دو اور تم کیا پلاؤ گے۔ آج کا دن ہی کچھ خراب ہے"

"کل نرائن کے گھر اسٹڈی سرکل کی میٹنگ ہے آؤ گے"

"ارے یار اور بھی دکھ ہیں زمانے میں سیاست کے سوا۔ سنا تم نے ــــ بلقیس کمال حسین رضوی جلا وطن ہو رہی ہے" احمد نے ایک سانس میں کہا اور سگریٹ کے لمبے لمبے کش لینے لگا۔

"تو میں کیا کروں"

"میں کب کہہ رہا ہوں کہ تم کچھ کرو، میں تو بس ایک اطلاع دے رہا ہوں۔ اب تم کیا کر سکتے ہو۔ کوئی بھی کیا کر سکتا ہے"

"وہ تو سیکولر انڈیا میں کام کر رہی تھی"

"استعفیٰ دے دیا"

"یہ کب"

"بہت دن ہوئے۔ میں تم سے متفق ہوں احمد! کہ یہ لڑکی بے وقوف ہے۔ بلکہ سنکی ہے۔ کام میں معنویت تلاش کرتی ہے! وہ یہ نہیں سمجھتی کہ کچھ باتیں صرف اسی لیے ہوتی ہیں کہ ان کو خوب صورت کتابوں میں لکھا اور پڑھا جائے، تحریر و تقریر میں بار بار ان کو دہرایا جاتا ہے۔ نہیں بھئی اچھا ہے اس لڑکی کو چلا ہی جانے دو۔ اس سے مل کر انسان عجیب الجھنوں میں پڑ جاتا ہے۔"

"کب جا رہی ہے؟"

"جلدی ہی پاسپورٹ کے آفس میں آج ملی تھی۔ خیر چھوڑو اس ذکر کو ایک اور سگریٹ لاؤ آج کا دن عجیب بور ہے عجیب دھند سی چھائی ہے۔ شام کو سپرو ہاؤس میں ولایت خاں کا پروگرام ہے چلو گے۔"

"ہاں اگر فرصت ہوئی تو بلقیس نے تمھیں یہ نہیں بتایا کہ اس نے وہاں سے استعفیٰ کیوں دے دیا۔"

"بھئی مجھے اس کی یہ ادا بالکل پسند نہیں ہے۔ اس لیے اس بارے میں۔ اس سے کوئی بات نہیں کرتا۔ اس لڑکی کو دیکھ کر خواہ مخواہ ہی یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم نہایت بے حیا بے غیرت ہیں جواب تک اسی ایک نوکری سے چمٹے ہوئے ہیں۔ اچھا بھئی اب چلیں موڈ کچھ اچھا نہیں ہے۔"

"ٹھہرو میں بھی تمھارے ساتھ کالج تک چلتا ہوں۔" احمد نے اپنے بالوں میں برش کرتے ہوئے کہا۔

صہیب نے یہ فیصلہ کر لیا بغیر مجھ سے اس کا ذکر کیے۔ مشورہ لینا تو بڑی بات ہے۔ اگر وہ مجھ سے ذکر کرتے تو ہم دونوں مل کر سوچتے۔ ہو سکتا تھا کہ میں بھی یہی فیصلہ کرتی کہ ہم تھوڑے دنوں کے لیے باہر ہی چلے جائیں۔ مگر جب انھوں نے مجھے کچھ بتایا ہی نہیں تو میں کیوں یہ ظاہر کروں کہ مجھے معلوم ہے۔ آج کل مجھے ذرا ذرا سی بے کار باتوں پر رونا کیوں آجاتا ہے۔ اتنی جلدی تھک جاتی ہوں طبیعت بے حد چڑچڑی ہو گئی ہے۔ کبھی کبھی تو میرا دل چاہتا ہے کہ نہ میں کسی سے بولوں — نہ کوئی مجھ سے بولے حالانکہ یہ بات میری فطرت کے بالکل خلاف ہے۔ صہیب اور اباجان کے درمیان عجب کولڈ وار چل رہی ہے۔ میں لاکھ جتن کر کے ان کا موڈ ٹھیک کرتی ہوں۔ مگر ان کو کبھی کوئی اباجان کی بات بری لگ جاتی ہے کبھی اماں جان کچھ کہہ دیتی ہیں۔ اور ان کا مزاج نئے سرے سے بگڑ جاتا ہے مجھے یہ باتیں جیسے تو سخت ناپسند تھیں۔ اب دن رات ان ہی سے نمٹنا سلجھنا پڑتا ہے بچے کا ذکر سننا بھی اب تو صہیب پسند نہیں کرتے۔ اف اس انسان کو کیسے نارمل کیا جائے —

میں نے کہا ہم اب جلد ہی الگ فلیٹ میں اٹھ جائیں گے — جواب ملا "کیا فرق پڑے گا" میں خاموش ہو گئی۔ میں ان سے ہر مفاہمت کرنے کو تیار ہوں مگر اپنے کو بالکل کچل نہیں سکتی۔ ذلیل

نہیں کر سکتی ــ اور اس کا نتیجہ میں جانتی ہوں اچھا نہ ہوگا ـــ مگر مجبوری ہے تو یہ بچہ ـــ اف واقعی میرا یہ فیصلہ غلط تھا ـــ آج تک مجھے خود بھی یہ معلوم نہیں کہ میں نے یہ فیصلہ کیوں کیا تھا ـــ "الماس"

"ہوں" اس نے آہستہ سے کہا اور آنکھوں میں امڈتے آنسو کو پینے لگی۔

"اگر میں دن بھر کے بعد گھر پر آؤں تو تم اٹھ کر مجھے ہلو بھی نہیں کہہ سکتیں۔ میں جانتا ہوں تمھیں میرے آنے سے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ تمھیں میرا انتظار بھی نہیں ہوتا ہے۔ مگر یہ اسی لیے کر لیا کرو کہ میں تمھارا شوہر ہوں۔ وہ شوہر جو زبردستی تمھارے گلے باندھ دیا گیا ہے"

"میں نے دیکھا ہی نہیں تم کب آئے آج میری طبیعت بہت سست ہے"

"مگر چھٹی نہیں لو گی، کیسے لو چھٹی۔ سوشل لائف جو ختم ہو جائے گی۔ گھر میں دم گھٹے گا"

"میں ایک ہفتہ پہلے ویسے ہی چھٹی لے رہی ہوں۔ اب کوشش کروں گی اور جلدی چھٹی مل جائے گی۔ میں چاہتی ہوں بعد میں زیادہ چھٹی لوں"...........

"بچہ جب ہوگا دیکھا جائے گا۔ ابھی سے اس کی فکر کی کیا ضرورت ہے کیا پتہ وہ زندہ بھی رہے یا ـــ"

"تم یہ سوچ سکتے ہو میں نہیں" الماس نے بہت آہستگی سے کہا۔

تھوڑی دیر کمرے میں خاموشی رہی۔

"تم چائے پیو گے منگاؤں"

"نہیں شکریہ میں۔ پی کر آیا ہوں۔ بلقیس جا رہی ہے تم
نے یہ بتایا بھی نہیں"

"یہ کون سی خوشگوار بات ہے"

"جو بات خوشگوار نہ ہو اس کا ذکر نہیں کرنا چاہیے"

"اس کا ذکر مجھے اچھا نہیں لگتا"

"الماس میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ تم مجھے کس آگ میں
جلا رہی ہو۔ آخر تم نے مجھ سے یہ انتقام کیوں لیا میری زندگی سے
سکون چین اور اطمینان عنقا کیوں ہو گیا ہے۔

"میں کیا کرتی ہوں، کیوں تمھاری زندگی سے چین سکون اور
آرام عنقا ہو گیا۔ میں نے تم سے کیا کہا۔ اور انتقام" الماس کا لہجہ تیز
ہو گیا تھا۔

"یہ تم مجھ سے پوچھ رہی ہو"

"اور کس سے پوچھوں؟"

"بہر حال اب میں تمھارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ تم اب
آزاد ہو میں واپس جا رہا ہوں"

"اچھا"

"تمھیں تو ظاہر ہے اس فیصلے سے بہت خوشی ہو گی"

"تم جو بھی سمجھو"

"ادھر دیکھو میری طرف" صہیب نے کہا تو الماس نے کروٹ

بدل لی۔

"تم نے منھ پھیر لیا۔ تم میری طرف دیکھ بھی نہیں سکتیں تمھیں مجھ سے اس قدر نفرت ہے" صہیب زور سے چیخا۔

"اتنی زور سے مت بولو باہر آواز جائے گی"

"جائے مجھے کسی کا ڈر نہیں کسی کے باپ سے بھی نہیں ڈرتا ہوں"

"صہیب تمھیں کیا ہو گیا ہے ۔ اب تم مجھ سے رشتہ توڑ ہی رہو تو پھر یہ سب کیا ہے" اس کی کیا ضرورت ہے"

"تمھارے ساتھ میں نے یہ عرصہ جس طرح گزارا میں ہی جانتا ہوں۔ مجھے اب اپنی زندگی پر موت کا گمان ہوتا ہے ۔ اور یہ تمھاری وجہ سے ہوا تم جس کو میں نے دل و جان سے چاہا ۔۔۔ پہلے ہی دن اپنا اعتماد اپنی محبت اپنا بھروسہ سب کچھ دے دیا اور تم نے مجھے کیا دیا جھوٹا اظہار محبت ۔ کھوکھلے بے معنی فقرے اور بس مذاق ۔ دل میں کسی اور کو بسایا بس جسم مجھے دیا بے جان جسم"

"بجواس بند کرو" الماس کی آواز بہت تیز تھی ، ہونٹ کانپ رہے تھے منھ سرخ تھا۔ "تم اس وقت چپ رہو۔ میری طبیعت بہت خراب ہو رہی ہے"

"تم یہ بھی نہیں کہہ سکتیں کہ یہ سب میرا وہم ہے غلط فہمی ہے"

کہاں تک کہوں کہاں تک تمھاری غلط فہمیاں دور کروں ؟ شادی کے بعد میں نے تم سے صرف ایک ہی خواہش کی تھی وہ یہ کہ تم کبھی مجھ سے بدگمان نہ ہونا۔ مجھ پر بھروسہ رکھنا اعتماد کرنا۔ اور

تم نے شاید اس دن ___ دل میں ٹھان لی تھی کہ تم ہر ممکن بدگمانی مجھ پر کروگے۔ ہر ممکن الزام مجھ پر رکھوگے۔ اپنی صفائیاں میں کہاں تک دوں ___

"ظاہر ہے حقیقت پر پردے کہاں ڈالے جا سکتے ہیں"

"مجھے کوئی پردے ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اب تم خاموش ہو جاؤ۔ خدا کرے تم میرا دوسرا رُخ کبھی نہ دیکھو"

الماس کا سانس بری طرح پھول رہا تھا۔

"اُف کتنی بڑی سزا ہے کسی زندہ لاش کے ساتھ رہنا اور یہ بچے" ___

"صہیب آگے کچھ مت کہنا"

"ضرور کہوں گا"

"اچھا کہو" الماس اٹھی اور کانپتی ہوئی تیزی سے باہر نکل گئی۔

"اُف میں کیا کروں کہاں جاؤں۔ واپس تو جا رہا ہوں مگر کیا وہاں مجھے سکون ملے گا ___ یہ سب اسی لیے ہوا تھا جب اس کو مجھ سے محبت نہیں تھی تو اس نے پھر مجھ سے شادی کیوں کی؟ شاید اس لیے کہ وہ وہ اُف میں کیا کروں، کیا کروں کیا کروں ــــ....

کتنے دن ہو گئے میں باہر لان میں بھی نہیں نکلی۔ میاں کو کتنی فکر رہتی تھی۔ مالی بھی معلوم نہیں آتا ہے کہ نہیں ___ یہ گن ویلیا میاں کو کس قدر پسند تھے ___ بلقیس نے کیاری کے پاس کھڑے ہو کر

سوچا — اپنا گھر مجھے چھوڑنا ہوگا۔ میرا گھر جو مجھے بہت عزیز ہے
معلوم نہیں وہاں بھی دل لگے گا کہ نہیں مگر میں تو چند سال کے لیے
جاؤں گی پھر میں آجاؤں گی۔ آؤں گی؟ کیوں نہیں، مگر کیوں کس
کے لیے؟ نہ معلوم علی کیا سوچ رہا ہو ریحانہ کا خط آیا وہ بہت خوش و
مطمئن ہے۔ یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کبھی کبھی میں سوچتی ہوں
چھ سال یا پانچ سال کتنے دن اسکول میں پڑھایا۔ اس عرصے میں
طرح طرح کی مایوسیوں اور ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر مجھے
اپنے طالب علموں سے جو محبت ملی جو اعتماد ملا جس طرح انھوں نے
میری قدر کی۔ کیا یہ میری کامیابی نہیں ہے۔ اب بھی جب سر
راہے کبھی میں ان سے ملتی ہوں وہ کس قدر محبت و اپنائیت اور
گرم جوشی سے مجھ سے ملتی ہیں۔ اور اس وقت میرے دل کو جو سکون
ملتا ہے وہ .... "بٹیا چلتے رکھی ہے" چچیا کہہ رہی تھیں وہ
ڈرائنگ روم میں آگئی۔ اُف کس قدر گرد ہے ہر چیز پر رحمن نے
نہ جانے کتنے دن سے صفائی نہیں کی۔ بلقیس نے کتابوں پر سے گرد
جھاڑتے ہوئے سوچا۔ کل شام اچانک تم نہ جانے کیسے بھول
پڑے۔ اور تمھیں دیکھ کر میں حیران رہ گئی۔ چند سکینڈ تو میں بول
ہی نہیں سکی۔ مگر پھر جلدی سے خود کو نارمل کر لیا۔ اس کی کوشش کی
کہ تم سے ویسے ہی ملوں جیسے ہمیشہ ملتی ہوں۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی
رہیں۔ اور پھر تم نے یکایک میرے جلنے کا ذکر چھیڑ دیا۔ اور اپنے خیال
میں تم نے مجھے اس ارادے سے باز رکھنے کو اس کا ہر برا پہلو دکھایا۔
مگر میری جو ذہنی حالت ہے اس کا اندازہ تم کو نہیں ہے۔ ہو بھی

نہیں سکتا۔

میں یہاں رہوں تو کیا کروں۔ کیوں رہوں؟ کس کی خاطر رہوں۔ صرف میری ایک دوست ہے سو وہ بھی معلوم نہیں یہاں رہے بھی یا چلی جائے۔ نہ معلوم وہ کن حالات سے گزر رہی ہے وہ کچھ بتاتی بھی تو نہیں اگر زیادہ تر مرد اسی مزاج اور طبیعت کے ہوتے ہیں تو پھر؟ ان کے ساتھ زندگی کیسے گزاری جا سکتی ہے عجب تضاد ہے آج کل کے مردوں کے خیالات میں مردوں عورتوں کی شرط نہیں سب کا ایک حال ہے کسی چیز کا کوئی واضح تصور ذہن میں نہیں ہے۔ شادیاں تو کرتے ہیں پڑھی لکھی روشن خیال لڑکیوں سے جن کی اپنی شخصیت ہوتی ہے۔ اور ان کو رکھنا چاہتے ہیں۔ اپنا سایہ بنا کر۔ ان کے سوچنے کا طریقہ غلط ہے یا ہم لڑکیوں کے ذہن میں آزادی اور مساوات کا تصور صحیح نہیں ہے۔ ہمارے سروں میں اپنی انفرادیت اور خودرائی کا سودا سمایا ہوا ہے۔ جو بھی ہو، بہر حال آج کل کی شادیاں ناکام ہو جاتی ہیں۔ اور جن کا انجام بیشتر صورتوں میں علیحدگی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کی وجہ ہے اس رشتے کو نباہنے کے لیے جس محنت جفاکشی اور بے جگری کی ضرورت ہے۔ وہ ہم میں نہیں رہی؟ کیوں نہیں رہی؟ یہ بھی ہماری نسل کا ایک بڑا مسئلہ ہے۔ اس سے پہلے یہ مسئلہ کیوں نہیں تھا اس لیے کہ پہلے جو ساتھی اپنے جاتا اس سے بری طرح یا بھلی طرح نباہ کرنا ہوتا۔ ان لوگوں کے ذہنوں میں ان کے رول واضح تھے ان کو کرنے کے لیے انھیں جو بھی سہنا ہوتا اسے سہہ لیتے۔ احمد تم نہ جانے

کیوں آکر میرا سکون تہہ و بالا کر گئے ۔ تمہیں یکایک میری یاد کیسے
آگئی ؟ سروج — کہاں ہے ؟ منیش کہہ رہا تھا وہ چلی گئی کہاں
میں نے چاہا مگر نہیں پوچھ سکی ۔ تم سے بھی کئی دفعہ ارادہ کیا کہ پوچھوں
کہ تمہاری شادی کب ہو رہی ہے ۔ مگر تمہارا بحد ذاتی معاملہ ہے ۔
اور میں تمہاری دوست بھی تو نہیں بس معمولی ایک شناسا ہی تو ہوں ۔
میں پہلے ہی کون خوشی سے جا رہی تھی ۔ اب تم نے میرے ارادے
کو اور کمزور کر دیا ۔ مگر میں جاؤں گی ۔ ضرور جاؤں گی ۔ تمہارے
روکنے سے کیوں رکوں ؟ تمہیں کیا حق ہے کہ خیر جو بھی ہو مجھے
اپنے جانے کی تیاریاں ضرور کرنی چاہییں ۔ جعفری صاحب —
اُف انھوں نے تو میرا بالکل دماغ خراب کر دیا ہے ۔ کسی طرح استعفیٰ
نہیں لے رہے تھے ۔ میں بھی لفافہ ان کی میز پر رکھ کر آگئی — ...
کل وہ فون پر — رو رہے تھے ! اتنے بڑے آدمی — نہیں
نہیں میں پاگل ہو جاؤں گی ۔ مجھے جانا چاہیے میں ضرور جاؤں گی ۔
سوچتی ہوں الماس سے جا کر مل آؤں ۔ شاید کچھ طبیعت بہلے ، نہ
معلوم یہ کیسی بے کلی ہے ۔ الماس کے پاس جا کر کون سا سکون ملے گا
سکون ؟ یہ وہ عنقا شے ہے جس کے پیچھے سبھی بھاگ رہے ہیں مگر یہ
ملتا کتنوں کو ہے — بس موت صرف موت ہے جو یہ نایاب شے
دیتی ہے مگر وہ بھی کیا معلوم ؟

— تو عورت کو ایک انسانی وجود کو دنیا میں لانے میں تکلیف

برداشت کرنی ہوتی ہے ۔۔ مگر اس کے بعد ایک ننھے سے وجود کو پا کر اسے سینے سے لگا کر یہ سوچ کر کہ یہ ہمارا ہے ۔ اتنا اپنا ہے کہ چاہے کہیں جائے کہیں رہے ۔ مگر ہمارا رہے گا کس قدر سکون کس قدر ۔۔۔ طمانیت کا احساس ہوتا ہے ۔۔ تو کیا اسی کو ماتا کا جذبہ کہتے ہیں ۔ مجھے وہ یاد آ رہی ہے ۔ کم بخت نرس اسے لاتی کیوں نہیں ۔۔ بڑی دلچسپ بات ہے جس دن ہماری شادی کی سالگرہ تھی ۔ اس دن کرن پیدا ہوئی ۔ شادی کی سالگرہ ؟ وہ شادی جو پہلی سالگرہ سے پہلے ہی ختم ہو گئی ۔ میں نے اپنی بچی کو جی بھر کر دیکھا بھی نہیں ۔۔ جی چاہتا ہے کہ اس کو گلے لگا کر جی بھر کر رو دوں ۔ اس کے سامنے تو رو سکتی ہوں ۔ کیونکہ وہ تو بس آنکھیں بند کیے انگوٹھا چوستی رہے گی ۔ اس حد تک کہ ان آنسوؤں کی جلن نہیں پہنچ پائے گی ۔ مگر اس سے میرے دل میں بھڑکتے ۔ شعلے شاید سرد پڑ جائیں تین ہفتہ ہو گئے ۔ میری صہیب سے بات نہیں ہوئی مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے کسی نے میرے دل سے ان کے لیے جو چاہت محبت اور اپنائیت کا جذبہ تھا وہ چھین لیا اور اب میرا دل بالکل خالی ہے ۔۔ خیر یہ تو میرا دکھ ہے خالص میرا میں اسے خاموشی سے برداشت کروں گی ۔ مجھے کرنا چاہیے ۔ میں اپنے غم اپنے دکھ، اپنی ناکامی کا سایہ اپنی بچی پر نہیں پڑنے دوں گی اور وہ تکیہ میں منہ چھپا کر رونے لگی ۔

ہلو اماں جان ارے کیا تم سو رہی ہو ؟" بلقیس کہہ رہی تھی ۔

نہیں تو اماں نے اندر ہی اندر آنسو پونچھ کر جواب دیا ۔

" بدتمیز اتنے دن بعد آئی ہو ۔ میری بچی کو ۔ دیکھنے پورے تین

دن بعد جاؤ۔ میں تم سے نہیں بولتی۔

"بے وقوف مجھے بخار آ رہا تھا۔ دیکھتی نہیں۔ یہ بتاؤ وہ ننھی سی چیز ہے کہاں، تم نے تو اس کا نام تو رکھ لیا تھا۔ کیا تھا؟"

"کرن"

"اچھا تو بتاؤ کرن رانی کہاں ہیں"

"نرسری میں ہے ابھی نرس لاتی ہوگی"

"کہو زندگی کا یہ تجربہ کیسا رہا۔ اور ابا جان کا کیا حال ہے؟" "کون میرے ابا جان؟"

"نہیں بھئی کرن کے"

"وہ ٹھیک ہیں، ہاں بھئی بلقیس تجربہ تھا تو بہت تکلیف دہ تھا مگر بعد میں بہت اچھا لگتا ہے۔ جب یہ سوچو کہ اس تکلیف کا حاصل کیا ہے؟ تمہیں معلوم ہے میری بیٹی دنیا میں اس وقت آئی جب سورج کی پو پھٹ رہی تھی — اماں جان بتا رہی تھیں بڑا اچھا وقت تھا — اب دیکھنا تم میری بچی بھی میری ہی طرح ہوگی تمہاری طرح قنوطی نہیں اور میں تو زندگی بھر اسے اندھیروں سے بچاؤں گی۔ اس کی زندگی اجالوں سے بھردوں گی تم کو اس کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک ماں کے کیا جذبات ہوتے ہیں"

"ہاں بہت خوب ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن تو ہوئے ہیں"

بلقیس نے ہنس کر کہا "بلکہ آٹھ دن بھی نہیں صرف تین دن!"

بلقیس اچھا یہ بتاؤ، احمد زیدی کی شادی تو کہیں بھی سرونج سے نہیں ہوئی — وہ تو چلی بھی گئی احمد زیدی یہ سب خبریں دے

گیا ہے۔

"ہاں مجھ سے بھی کہہ رہے تھے احمد بھی آئے تھے"

"کہاں"

"ہمارے گھر"

"اچھا تو وہ اب سروج کو چلتا کر کے تمہارے گھر آنے لگا۔ ۔ بھلا سروج کے جانے اور ان کے آنے میں کیا تعلق ۔ کیوں نہیں ؟ مجھے تو بہت گہرا تعلق معلوم ہوتا ہے۔ دیکھ لینا چند دن میں وہ تم کو پروپوز کر دے گا۔ بس فوراً ہاں کر لینا اب دیر کی گنجایش نہیں ہے۔ اور بھی جانے کا خیال چھوڑو بس رچا لو شادی"

"شادی، شادی، تمہاری شادی کیا ہوئی ہے ؟ تم چاہتی ہو ہر شخص مجھ سے شادی کر لے"

مجھے ہر شخص سے مطلب نہیں صرف اس شخص کی شادی چاہتی ہوں۔ جو تم کو بھگتنے کو تیار ہو اور بی بی اتنا بوتہ صرف احمد ہی میں ہے۔ بلقیس شادی کر لو، شادی شدہ زندگی کا بھی ایک حسن ہے۔ ارے چار بج رہے ہیں۔ نرس اب تک اسے کیوں نہیں لائی۔ اچھا دیکھو گھنٹی بجاتی ہوں"

"الماس تم کس خوب صورتی اور وقار سے اپنے دل کا درد چھپا لیتی ہو۔ کس کمال سے اپنے دکھوں پر پردہ ڈال دیتی ہو۔ تمہاری اس بات کی میرے دل میں بہت قدر ہے۔ بلقیس نے الماس کے کمزور اور زرد چہرے کو دیکھتے ہوئے سوچا۔

اب میں چلا جاؤں گا — تو اسی لیے آیا تھا۔ اف الماس نے تین ہفتہ سے مجھ سے کوئی بات نہیں کی ہے۔ میری کسی بات کا جواب نہیں دیا ہے۔ میرے چیخنے بکنے پر بھی وہ بالکل پتھر کی طرح بیٹھی رہی۔ گم سم میں نے یہ کیا کیا — کیا ہو گیا تھا مجھ کو میں نے اس پر۔ اس دن غصے میں ہاتھ تک اٹھا دیا! میں جو خود کو اس قدر مہذب تعلیم یافتہ سمجھتا ہوں — ایسا لگتا ہے کہ دماغ پھٹ جائے گا۔ تو اس نے بھی تو کس صفائی سے کہا تھا " اگر واقعی میرے دل میں کسی کا خیال ہے۔ اور تم سے محبت نہیں کرتی ہوں تو تمہاری ان باتوں سے وہ نکلنے سے تو رہا " تو میں کیا کرتا؟ بجائے اس کے کہ وہ میری غلط فہمی دور کرتی اپنے رویے میرے دل کا شک۔ اگر یہ شک ہی تھا تو دور کرتی — مگر مگر وہ تو الٹا میرے مقابلے پر آگئی — کس قدر خود سر لڑکی ہے اور میرے اس فیصلے کو کہ اب ہمارے درمیان کوئی تعلق نہیں رہے گا — اس نے خاموشی سے سُن لیا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو، نہ رونی نہ دھوئی نہ رہی منہ سے کچھ کہا مگر اس کا ہر ہر انداز بتاتا ہے کہ اسے کسی کی پرواہ نہیں ہے — اس نے تو مجھے صرف اس لیے قبول کیا تھا کس لیے؟ کیا مجبوری تھی؟ اس لیے کہ اس لیے کہ۔ خیر کسی لیے بھی کیا ہو مگر وہ اپنے محبوب کو بھلا نہیں پائی میں جا رہا ہوں — دو ایک دفعہ دل چاہا آخری دفعہ اس سے مل لوں — اس بچی سے مل لوں — جو میری "میری" اُف

میں نے کیا کیا خواب دیکھے تھے۔ وہ سب بکھر گئے۔ وہ یوں چکنا چور ہو گئے ـــ سب چکنا چور ہو گئے ـــ مگر کیا وہ بچی ـــ نہیں میں اس کو نہیں دیکھوں گا۔ یہ اسی ماں کی بچی تو ہے جو میری خوش خرم دنیا میں ناگن بن کر آئی، خوب صورت دل فریب ناگن اور سب کچھ ڈس لیا ـــ میں ـــ ایک دفعہ الماس سے ملنا چاہتا ہوں۔ مگر وہ نہیں ملے گی؟ شاید مل لے ـــ"

"دولہا میاں یہ بی بی نے اسپتال سے خط بھیجا ہے"!

اور وہ خط پڑھنے لگا ـــ

صہیب ایک سال پہلے جو رشتہ ہم دونوں میں قائم ہوا تھا۔ وہ چند ہفتہ پہلے ٹوٹ گیا ہے۔ ہم دونوں محض اب اجنبی ہیں۔ ہاں کوئی اور رشتہ بھی ہمارے درمیان باقی نہیں رہا۔ مجھے دکھ ہے کہ میں تم کو خوشی سکون اور اپنائیت نہ دے سکی ـــ جو میں نے تمھیں دینے کا وعدہ کیا تھا ـــ میں نے تمھیں کچھ دیا نہیں ـــ بلکہ جو تمھارے پاس تھا وہ بھی چھین لیا وقتی طور پر ہی سہی ـــ مجھے خیال تھا کہ اگر تم بچی کو دیکھو گے۔ تو شاید تمھیں اس پر محبت آجائے اس کی محبت تمھیں تمھیں تمھارا فیصلہ بدلنے پر مجبور نہ کر دے مگر تم نے اسے دیکھا ہی نہیں۔ شاید تم نے بھی یہی سوچا ہو۔ یہ میں کیسے مان لوں کہ اسے دیکھنے کو تمھارا دل نہیں چاہتا ہو گا۔ بہرحال تمھاری بچی (اگر تم اسے اپنا کہنا چاہو تو) ابھی میرے ہی پاس رہے گی مجھے امید ہے کہ تمھیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ میں اسپتال سے شاید تمھارے جانے تک نہ آسکوں۔ اس لیے میرا انتظار

کرنا میں چاہتی ہوں ۔ میں تمھیں رخصت کروں ۔ اور ابھی لوگوں کو کچھ معلوم نہ ہو، رفتہ رفتہ میں سب کے سوالوں کے جواب دینے کے قابل ہو جاؤں گی خدا حافظ ۔

اُف یہ میری بیوی کا خط ہے ۔ یہ وہ لڑکی ہے جس پر میں دل وجان سے دیوانہ تھا ۔ جو میری محبوبہ تھی تو تو اسے اس کا کوئی افسوس نہیں کوئی صدمہ نہیں ۔ اس آسانی سے اس نے یہ سب کچھ قبول کر لیا ۔ اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا ۔

سیدھے سادے انداز میں کہے گئے چند لفظ، دو جملے ، کیا اتنی طاقت رکھتے ہیں ۔ کہ یوں کسی کی زندگی میں انقلاب پیدا کردیں دنیا ہی بدل جائے ۔ بس دو جملے ! جن میں نہ میری خوب صورتی کا بکھان تھا نہ محبت کے بلند و بانگ دعوے تھے ۔ نہ دل کی بے قراری کا بیان ۔

" بھئی بلقیس میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں ۔ کیا تم پسند کروگی " میں اور تم دریا کے دو کنارے تھے ! تو کیا گھور اندھیرے میں کبھی امید کی کرن کی بھی نظر آسکتی ہے ۔ تو یکایک دل میں مسرت کی شمع یوں بھی روشن ہو سکتی ہے ۔ میں خوش ہوں ۔ بہت خوش ہوں ۔ آج آج مجھے اپنی پہلی ملاقات یاد آرہی ہے ۔ وہ سین اب تک میرے ذہن میں محفوظ ہے ۔ تم اس دن دھواں دھار تقریر کر رہے تھے ۔ تم ہندوستان کے نظام تعلیم پر بول رہے تھے ۔

اسی لیے علی مجھے بلا کر لے گیا تھا۔ تم جو کہہ رہے تھے اور جو مسائل کا حل بتا رہے تھے۔ تم جس طریقۂ کار کو اپنانے کو کہہ رہے تھے وہ میرے نزدیک نہ قابل عمل تھا نہ قابل قبول ۔ مگر تم جو کہہ رہے تھے۔ اس میں خلوص تھا یہ محسوس ہو رہا تھا۔ کہ تمھیں ان باتوں پر پکا یقین تھا۔ یہ کتنی بڑی بات ہے۔ تمھاری باتوں میں خلوص کی وہ جھلک تھی جو مجھے بہت کم نظر آتی ہے۔ زیادہ تر مجھے ایسا لگتا ہے بس لوگ صرف بولنے کی خاطر بولتے ہیں وہ خود ان لفظوں کے معنی نہیں جانتے ہیں ۔۔۔ نہ ان پر یقین رکھتے ہیں ۔۔۔

اس دن ہماری گفتگو بس پرستش احوال سے آگے نہ بڑھی۔ مگر جب رات کو میں لیٹی تو تو تمھارا خیال نہ جانے کیسے ذہن میں ابھر آیا؟ پھر اس طرح لگا ہے گا ہے ہم مل جاتے پھر ۔۔ دو ایک دفعہ تم ہمارے گھر بھی آئے علی تو خیر تمھارا دیوانہ ہی تھا۔ وہ اتنی تمھاری باتیں کرتا تھا۔ روز رات کو دیر تک ہم دونوں بیٹھے باتیں کرتے رہتے تھے۔ وہ بتاتا کہ "باجی احمد دا نے یہ کیا وہ کیا۔ باجی احمد دا بہت اچھے ہیں۔ باجی آپ ان سے ملیے ان سے دوستی کیجیے۔ باجی الماس آپ نہیں جانتیں کہ احمد دا کتنے گریٹ ہیں۔ اور اسی طرح میں تم میں بھی دلچسپی لینے لگی میاں کو بھی تم پسند تھے۔ کہتے تھے بس ذرا سا خود سر ہے۔ اور سرکش اور تھوڑا بر خود غلط لڑکا ہے۔ تم مجھ سے کھنچے کھنچے رہتے مگر کبھی اس طرح ملتے اس اپنائیت سے کہ میں گھبرا سی جاتی۔ اس کا صحیح اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب یہ معلوم ہوا کہ تم شادی کر رہے ہو۔ یہ خبر سن کر میرے دل کا سکون تہہ و بالا ہو گیا۔ اور

میں نے یہ محسوس کیا کہ میں تمہیں اپنے دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہوں۔ میں نے اپنے اس جذبے کو پوری شدت سے دبانا چاہا۔ اپنی سوچوں کا رُخ موڑنا چاہا۔ مگر تمہارا خیال میرا پیچھا کرتا رہا۔ میں بھاگتی رہی بھاگتی رہی کہ یکایک تم سامنے آگئے اور تم نے مجھے اپنی باہوں میں یوں لے لیا کہ بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں رہا۔ اس حصار میں مجھے لے لیا جس میں آنے کو میں کب سے بے قرار تھی دل چاہتا ہے۔ فوراً الماس کے پاس جاؤں اسے بتاؤں۔ مگر۔۔۔ مگر الماس کے ساتھ یہ کیا ٹریجڈی ہوئی ہے۔ الماس ہی تو واحد شخص ہے جو اب میری خوشی میں خوش ہو سکتی ہے۔ اور یہ تو اس کی بھی خواہش تھی اور علی وہ تو تیرے بے حد خوش ہوگا۔۔۔ میرا بھائی اتنی دور ہے۔۔۔ تو الماس کی شادی کا یہ انجام ہوا! کس محبت کس اعتماد سے الماس نے خود کو صہیب کے سپرد کیا تھا اور صہیب نے کس چاہت سے الماس کو اپنایا تھا۔ تم کہا کرتی تھیں الماس کہ تم جو چاہو کر سکتی ہو تمہیں کس قدر اعتماد تھا اپنے پر تم انسان کی نارسائی سے یکسر منکر تھیں۔ الماس جب تمہاری زندگی یوں تباہ ہو رہی ہو۔ اس وقت میں یہ خبر تم کو کیسے سناؤں۔ میری دوست تم نے زندگی کی بدنمائیوں سے ہمیشہ نظریں چرائیں۔ بس زندگی کے حسن اور خوب صورتی کو ہی دیکھا۔ تو کیا تم اب بھی۔۔۔ تمہیں تو سسک سسک کر زندگی گزارنے سے نفرت تھی۔ یہ المیہ تمہارے ساتھ ہی کیوں ہوا۔ تم جس نے اپنی زندگی کو خوشگوار بنانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ کچھ بھی نہیں۔۔۔ مگر احمد زیدی تم تو کہو گے جد وجہد ہی سب کچھ ہے۔

انسان کو زندگی میں جد و جہد کرنی چاہیے اگر میں تمہاری مخالفت کروں تم جب بھی نہیں مانو گے اور تم سخت کلامی پر اتر آؤ گے ۔ مگر تم پھر بھی مجھے اچھے لگتے ہو کیں واقعی محبت کا جذبہ ایک ایسا جذبہ ہے جس میں کیا ؟ کیوں ؟ اور کیسے کی کوئی جگہ نہیں ؟

کرن رانی اب مت سوؤ ۔ اٹھ بھی جاؤ ۔ دیکھو نا تمہاری ماں کس قدر تنہا اور دکھی ہے ۔ اب تم ہی تو ہو ۔ اس کی واحد دوست غم گسار، تمہارے ساتھ ہی تو اب اسے اپنی زندگی گزارنا ہے ۔ ہاں گزارنا ہے اور حوصلے، امید اور خوش دلی سے گزارنا ہے ۔ تلخ تجربوں کو بھولنا ہے، دکھوں ۔ پریشانیوں اور مشکلات سے آنکھ لڑانا ہے ۔ تو صہیب احمد تم ہوا کے دوش پر اڑے چلے جا رہے ہو ۔ تم اس ملک میں رہ پاؤ گے ۔ اس بات کی امید مجھے اپنی ساری خوش فہمیوں کے باوجود بہت کم تھی ۔ مگر یہ امید ضرور تھی کہ شاید میں کامیاب ہو جاؤں گی اور شاید ہو جاتی ۔ اگر تمہارے دماغ میں شک کا کیڑا رینگ نہ آتا ۔ محبت کی بھوک اور تنہائی کی زندگی نے تمہیں محبت کے معاملے میں بے حد حریص بنا دیا ہے ۔ اور میرا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے ۔ یہ اصل معاملہ تھا جس کی وجہ سے ہم دونوں ایک دوسرے سے ٹکراتے رہے اور پھر پاش پاش ہو گئے ۔ تم نے مجھے اس قدر دکھ دیے تنگ کیا ذلیل کیا ۔ میں نے سب کچھ سہنے کی کوشش کی کہ مجھے خود بھی حیرت ہے کہ میں نے یہ سب کیسے سہہ

لیا۔ اس کے باوجود بھی ہم تم الگ ہو گئے۔ دونوں اسی طرح الگ الگ راستوں پر چلنے لگے جیسے پہلے سے چل رہے تھے۔ چلنے لگے تو نہیں کہنا چاہیے چلتے لگیں گے۔ مجھے تو عجب تھکن کا احساس ہو رہا ہے۔ جیسے میں کسی بہت دور دراز جگہ کا سفر کر کے، سفر کی صعوبتیں اور ... میں برداشت کر کے لوٹی ہوں اور جیسے سفر بھی کچھ زیادہ خوشگوار نہ رہا ہو۔ میں کہا کرتی تھی کہ میں جو چاہوں کر سکتی ہوں! — تو... اب میں یہ کہہ سکوں گی؟ اور کہوں گی تو کیا اس جملے میں وہ زور ہوگا — اسی وقت اسی جہاز سے تم کو رخصت کیا تھا — اور آج صبح صہیب کو الوداع کہا ہے۔ مگر دونوں کو رخصت کرتے وقت جذبات کس قدر مختلف تھے۔ تم کو رخصت کرتے وقت بس ایک کسک کا احساس تھا۔ جیسے کوئی کانٹا سا دل میں لگ کر ٹوٹ گیا ہو جس میں تکلیف بھی ہو اور ایک خفیف سی لذت بھی — اور صہیب کو چھوڑتے وقت دکھ ہے پچھتاوا ہے فکر ہے اور احساس شکست بھی — مگر میں ان احساسات پر قابو پالوں گی کرن کے لیے کسی اچھی سی عورت کا انتظام کر دوں گی اور میں اپنے کام پر جلدی ہی جانا شروع کر دوں گی — اچھا تو کرن رانی تم سوتی رہوگی۔ اس نے بچی کو گود میں اٹھا کر اس کی پیشانی پر پیار کیا۔ تم بھی اپنی ماں کو ان تکلیف دہ خیالات ان دکھ بھری یادوں سے نجات نہ دلاؤ گی کرن میری جان تم مجھے معاف تو کر دو گی نا —"

"الماس بیٹا!"

"جی ابا جان!" اس نے بچی کو جلدی سے پلنگ پر لٹا دیا۔ اور

اس کے کمبل میں اپنے آنسو جذب کر لیے۔ "تم نے روشنی کیوں نہیں جلائی اور اندر کیا کر رہی ہو باہر آؤ آؤ ہم دونوں ٹہلنے چلیں" بعض وقت انسان روشنی سے گھبرانے لگتا ہے ٹھیک ہی کہتی ہے بلقیس ــ ابا جان نے روشنی جلا دی تھی ــ

"کرن اکیلی ہے"

"میں کسی کو بھیجتا ہوں" وہ باہر چلے گئے۔ ابا جان نے کہا تھا۔ انھیں میری خوشی زندگی میں ہر چیز سے زیادہ پیاری ہے۔ خوشی جو ایک تتلی ہے جس کا جتنا پیچھا کرو وہ اتنی ہی دور بھاگتی ہے مگر میں نے ہمیشہ اس کو اپنی گرفت میں رکھا ہے کبھی بھاگنے نہیں دیا۔ اور اب بھی یہ میری ننھی سی تتلی ہی تو ہے۔ اس نے سوتی ہوئی بچی کو تکتے ہوئے سوچا ــ

"تو اب الماس حسین علی ایک سال بعد تم پھر زندگی کے دوراہے پر کھڑی ہو۔ اس دفعہ تو تم غلط راستے پر چل پڑیں تھیں۔ اور اس راستے پر چل کر تم نے کچھ کھویا تو کچھ پایا بھی لیا۔ مگر اب کیا کرو گی؟ سسک سسک کر زندگی گزارو گی، اپنی جھوٹی ناکام اور تنہا زندگی پر لوگوں کو رحم کھلواؤ گی؟ یا ــ زندہ رہو گی زندگی کی نرمی اور گرمی حوصلے اور مسرت کے ساتھ ــ میں ــ کل اس کمرے کی ترتیب بالکل بدل دوں گی دوسرا پلنگ نکلوا دوں گی ــ لکھنے کی میز بھی اور یہ وارڈروب بھی اب اس میں ہم رہیں گے۔ ہم اور ہماری بیٹی۔ کیوں کرن رانی ٹھیک ہے نا۔"

"بی بی صاحب باہر بلا رہے ہیں"

اس نے بچی کو اچھی طرح کمبل اوڑھایا پیار کیا اور باہر نکل آئی۔

لیا۔ اس کے باوجود بھی ہم تم الگ ہو گئے۔ دونوں اسی طرح الگ الگ راستوں پر چلنے لگے جیسے پہلے سے چل رہے تھے۔ چلنے لگے تو نہیں کہنا چاہیے چلتے لگیں گے۔ مجھے تو عجب تھکن کا احساس ہو رہا ہے۔ جیسے میں کسی بہت دور دراز جگہ کا سفر کر کے، سفر کی صعوبتیں اور ... میں برداشت کر کے لوٹی ہوں اور جیسے سفر بھی کچھ زیادہ خوشگوار نہ رہا ہو۔ میں کہا کرتی تھی کہ میں جو چاہوں کر سکتی ہوں! ـــ تو ـــ اب میں یہ کہہ سکوں گی؟ اور کہوں گی تو کیا اس جملے میں وہ زور ہو گا ـــ اسی وقت اسی جہاز سے تم کو رخصت کیا تھا ـــ اور آج صبح صہیب کو الوداع کہا ہے۔ مگر دونوں کو رخصت کرتے وقت جذبات کس قدر مختلف تھے۔ تم کو رخصت کرتے وقت بس ایک کسک کا احساس تھا۔ جیسے کوئی کانٹا سا دل میں لگ کر ٹوٹ گیا ہو جس میں تکلیف بھی ہو اور ایک خفیف سی لذت بھی ـــ اور صہیب کو چھوڑتے وقت دکھ ہے پچھتاوا ہے فکر ہے اور احساس شکست بھی ـــ مگر میں ان احساسات پر قابو پالوں گی کرن کے لیے کسی اچھی سی عورت کا انتظام کر دوں گی اور میں اپنے کام پر جلدی ہی جانا شروع کر دوں گی ـــ اچھا تو کرن رانی تم سوتی رہو گی۔ اس نے بچی کو گود میں اٹھا کر اس کی پیشانی پر پیار کیا۔ تم بھی اپنی ماں کو ان تکلیف دہ خیالات ان دکھ بھری یادوں سے نجات نہ دلاؤ گی کرن میری جان تم مجھے معاف تو کر دو گی نا ـــ"

"الماس بیٹا"

"جی ابا جان" اس نے بچی کو جلدی سے پلنگ پر لٹا دیا۔ اور

اس کے کمبل میں اپنے آنسو جذب کر لیے۔ تم نے روشنی کیوں نہیں
جلائی اور اندر کیا کر رہی ہو باہر آؤ آؤ ہم دونوں ٹہلنے چلیں۔"
بعض وقت انسان روشنی سے گھبرانے لگتا ہے ٹھیک ہی کہتی
ہے بلقیس — ابا جان نے روشنی جلا دی تھی —

"کرن اکیلی ہے"
"میں کسی کو بھیجتا ہوں" وہ باہر چلے گئے۔ ابا جان نے کہا
تھا۔ انھیں میری خوشی زندگی میں ہر چیز سے زیادہ پیاری ہے۔
خوشی جو ایک تتلی ہے جس کا جتنا پیچھا کرو وہ اتنی ہی دور بھاگتی ہے
مگر میں نے ہمیشہ اس کو اپنی گرفت میں رکھا ہے کبھی بھاگنے نہیں دیا۔
اور اب بھی یہ میری ننھی سی تتلی ہی تو ہے۔ اس نے سوتی ہوئی بچی کو
تکتے ہوئے سوچا —

"اب الماس حسین علی ایک سال بعد تم پھر زندگی کے دوراہے پر
کھڑی ہو — اس دفعہ تو تم غلط راستے پر چل پڑیں تھیں۔ اور اس راستے پر
چل کر تم نے کچھ کھویا تو کچھ پایا بھی لیا۔ مگر اب کیا کرو گی؟ سسک سسک
کر زندگی گزارو گی، اپنی جو کبھی ناکام اور تنہا زندگی پر لوگوں کو رحم
کھلواؤ گی؟ یا — زندہ رہو گی زندگی کی نرمی اور گرمی حوصلے اور
مسرت کے ساتھ — میں — کل اس کمرے کی ترتیب بالکل بدل دوں گی
دوسرا پلنگ نکلوا دوں گی — لکھنے کی میز بھی اور یہ وارڈروب بھی اب
اس میں ہم رہیں گے۔ ہم اور ہماری بچی — کیوں کرن رانی ٹھیک ہے نا۔
"بی بی صاحب باہر بلا رہے ہیں"
اس نے بچی کو اچھی طرح کمبل اوڑھایا پیار کیا اور باہر نکل آئی۔"

"اب بنی نا بات آگئے تم راہ راست پر۔ کہو جلدی، کہو کیا بات ہے؟ حال دل کہنے آئے ہو نا بھئی جب تک راز دار نہ ہو عشق کا مزہ نہیں آتا —"

"تم بولے ہی جاؤ گے یا میری بھی سنو گے" احمد نے مسکرا کر کہا —

"اُفوہ مسکرا رہے ہو! میں دیکھتا ہوں تمھارا چڑچڑا پن، ایک دم ختم ہو گیا ہے! اور کاتی عاشق نا — ناکام تو خیر خدا نہ کرے کہ ہو — مگر یہ اُلجھے اُلجھے بال بے ترتیب نظریں یہ یہ —"

"بے ترتیب نظریں بھی کیسی ہوتی ہیں" احمد بے اختیار ہنس پڑا —

"جو تمھاری ہیں، اچھا بولو کیا بات ہے"

"سنو منیش دو ہفتے ہو گئے۔ اب تک اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں دو تین دفعہ جا چکا ہوں۔ ایک دفعہ وہ سینٹر میں ملی تھی انڈیا انٹرنیشنل سینٹر میں مگر بس اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے —"

"ٹال دیا۔ مگر یہ تو بتاؤ تم نے بھی اس سے کچھ پوچھا تھا؟ پھر وہ کیسے بتاتی اور پھر ابھی جلدی کیا ہے۔ ہاں ایک بات یہ ہے کہ تم نے یہ تو مجھے بتایا ہی نہیں کہ تم نے اسے پرپوز کیسے کیا تھا —"

"بھئی تم تو بے کار باتیں کر رہے ہو ہیں ہیں"

"ہیں ویں کچھ نہیں — یہ بات بہت ضروری ہے۔ اقرار یا انکار کا اس پر بہت کچھ انحصار ہوتا ہے، سنو ایک صاحب نے

اپنی محبوبہ کو تمھیں معلوم ہے، کیسے پروپوز کیا تھا —"

"کیسے ؟"

"انھوں نے اس سے کہا سنو بھئی، کیونکہ تم ذرا کچھ بھدی سی ہو شکل بھی کچھ اچھی نہیں ہے ۔ مزاج بھی اللہ کا نور ہے خاندان کا بھی کچھ پتہ نہیں ہے ۔ لہذا میں سوچتا ہوں کہ میں ہی تم سے شادی کر لوں —"

"بکو مت" احمد کو بے اختیار ہنسی آگئی ۔

"سچ کہہ رہا ہوں تم مذاق سمجھ رہے ہو ۔ مگر ان بچارے کی اب تک شادی نہیں ہوئی کیونکہ کوئی بدصورت سے بدصورت بدمزاج سے بدمزاج لڑکی بھی یہ نہیں منظور کرتی کہ اس اعتراف کے بعد وہ ان سے شادی کرے ۔"

"تم تو بکواس کر رہے ہو، مگر یہ بتاؤ —"

"کیا میں آج پھر بلقیس کے پاس جاؤں ۔ کیا کہوں اس سے ۔"

"پہلے یہ بتاؤ تم نے اسے پروپوز کیسے کیا تھا ؟"

"میں نے اس سے کہا تھا، میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں کیا تم یہ پسند کرو گی ؟"

"بھئی واہ احمد زیدی مدظلہ" تمھارا جواب نہیں ؟"

"کیوں ؟"

"ارے بھئی ان الفاظ کو ادا کرنے کے لیے سینکڑوں خوب صورت جملے ہزاروں حسین لفظ ہو سکتے ہیں ۔ مگر تم تو تقریریں کر سکتے ہو، ہڑتالیں کرا سکتے ہو مگر عشق ؟ وہ تمھارے بس کی بات نہیں ۔ بچاری

بلقیس وہ بھی کیا کہتی ہوگی — پھر اس کی سزا ہے یہ — کیوں ایسے خبطی کو دل دیا تھا۔"

"کیا معلوم دیا بھی ہے یا صرف تمہاری خوش فہمی ہے۔"

اچھا اگر تم یہ چاہو کہ میں بار بار یہ کہہ کر کہ وہ تو تمھیں چاہتی ہے اور تمہارا دل خوش کروں تو یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ کون سی ایسی خوشگوار چیز ہے۔ میرے لیے کہ اس بد مذاق نے مجھے چھوڑ کر تمھیں پسند کیا۔ میں بھی کل بلقیس کے گھر گیا تھا وہ ملی ہی نہیں۔"

"آج تم کہاں جا رہے ہو۔"

"کیوں تمھیں کیا مطلب — جہاں بھی ہمارا دل چاہ رہا ہے۔"

"تم بلقیس کے گھر چلے جاؤ نا۔"

"کیوں؟"

"بس اس لیے کہ میرا دل چاہتا ہے اور مجھے بار بار جاتے اچھا نہیں لگتا۔"

"اچھا تو تمہارا یہ مطلب ہے کہ میں جواب مانگ لاؤں۔"

"ہاں۔"

"بے وقوف ہو تم' یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ میں تو الماس کے گھر جا رہا ہوں۔"

"کیوں۔"

"اس لیے کہ میرا دل چاہ رہا ہے اس لیے کہ وہ مجھے اچھی لگتی ہے۔"

"تم اس طرح بار بار اس کے گھر دوڑ دوڑ کر جاتے ہو آخر

وہ لوگ ـــ"
"وہ لوگ کچھ نہیں کہتے ۔ بس جاتے ہی ہم ظفر کا ذکر جب چھیڑ
دیتے ہیں ۔ اس کے اماں ابا پانی ہو جاتے ہیں ۔ بچاری اماں ان
پر تو مجھے رحم آتا ہے ۔ میں ظفر کو ایک ڈانٹ کر خط لکھنے والا ہوں"
اور الماس کا وہ مجنون شوہر تو چلا ہی گیا؟"

"چلا گیا؟ کہاں"

"جہاں سے آیا تھا"

"اور الماس نہیں گئی"

"واہ، وہ کیوں جائے ۔ تمہاری بلقیس نہ چلی جائے"

"ارے بالکل بچوں جیسی باتیں کرتے ہو" احمد نے ہنستے ہوئے
کہا "مگر الماس کے تو ابھی بچی ہوئی ہے، وہ کیوں چلا گیا"

"اس لیے کہ اسے یہاں کی آب و ہوا موافق نہیں تھی ۔ خیر چھوڑو
اس کا ذکر ہم تو خوش ہیں کہ اپنے روشن مستقبل کے کچھ تو امکانات
تو پیدا ہوئے"

"بھئی کبھی تو سنجیدہ ہو جایا کرو منیش سکسینہ"

"بہت خوب آپ خود تو کامیاب و ناکامیاب ہزاروں عشق
لڑائیں کنھیا بنے خوب صورت لڑکیوں میں گھرے رہیں ۔ اور اب
شہر کی سب سے اچھی لڑکی سے شادی کرنے پر تلے ہیں ۔ ہم اپنے
عشق کی بات کریں تو وہ مذاق ہے ۔ بھئی احمد سچ الماس بہت
حسین لڑکی ہے"

"یہ تو کسی کو پسند کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے"

"جی ہاں اس میں کیا شک ہے؟ جب ہی تو ایک سے بڑھ کر ایک حسینہ پر آپ جان دیتے ہیں۔ اچھا بھئی تم نے بہت وقت ضائع کیا۔ ہم تو اب چلے۔ سنو میں اچھا لگ رہا ہوں نا۔ یہ ٹائی اس سوٹ کے ساتھ بہت شوخ تو نہیں لگ رہی؟ ستیش نے آئینے کے سامنے اپنا جائزہ لیتے ہوئے سے پوچھا۔

"بہت اچھے لگ رہے ہو، بہت اسمارٹ، مگر تم یہ بتاؤ کہ بلقیس کے گھر نہیں جاؤ گے؟"

"نہیں میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ ہاں اگر تم ٹیکسی کے پیسے دو تو پھر میں سوچ سکتا ہوں"

"پیسے تو میں دے دوں گا مگر ——"

"مگر وگر کچھ نہیں وقت ضائع مت کرو، الماس سے کہہ کر تمہارا کام کرائیں گے اور الماس کو لے کر ہی بلقیس کے پاس چلیں گے اب سنو اترانا مت نہ احسان جتانا تمہارے معاملے کی وجہ سے ہی تو ہم نے الماس سے دوستی بڑھائی یہ بہانہ ہے ورنہ وہ ہمیں لفٹ دیتی؟"

"اچھا جاؤ جلدی سے باہر ٹیکسی روکو"

نہ معلوم الماس نے کیوں اتنی جلدی مجھے بلایا ہے۔ ویسے آج شام میں اس کے پاس جانا چاہتی تھی۔ بلقیس نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے سوچا۔ ہوائیں کس قدر ٹھنڈی ہے۔ بالکل

برف سی کٹ رہی ہے ۔ دسمبر کا آخر ہے نا۔ مینش سکینہ بہت دلچسپ آدمی ہے۔ کل تو حضرت مجھ سے خاصے بے تکلف تھے۔ اور ان پر تو بہت فقرے کس رہے تھے کہہ رہے تھے " مس رضوی نہ معلوم کیا بات ہے آج کل احمد کی طرف سے میں بہت پریشان ہوں ۔ بے حد بوکھلایا رہتا ہے ، نہ رات کو سوتا ہے نہ دن کو کھاتا ہے ۔ بس گھوما کرتا ہے پریشان حال ۔۔ شریر کہیں کا مجھے معلوم ہے وہ ایسے بے قرار ہونے والے نہیں ہیں ۔۔

" ہلو بلقیس " الماس سامنے ہی کھڑی تھی ۔

" ہلو المی یہ ایک دم نادری حکم کیوں بھیجا تھا "

" ادھر آؤ بدتمیز " اور الماس اسے گھسیٹتی ہوئی اپنے کمرے میں لے آئی ۔

" کرن کہاں ہے "

" کہیں بھی ہو یہ بتاؤ جو شخص اپنی دوست سے ۔ رازداری برتے تو اسے کیا سزا دینی چاہیے ؟ "

" اوہ ! یہ بات ہے رازداری کی بات نہیں المی ۔۔۔ "

" تو پھر کیا ہے ؟ رات مجھے کتنی شرمندگی ہوئی ، مینش سکینہ سے یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ مجھے اس کا بالکل علم نہیں ہے کہ احمد نے تم کو پرپوز کیا ہے تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا ؟ کیا تمہارا یہ خیال تھا کہ میں اپنے غموں میں یوں ڈوبی ہوں کہ تمہاری خوشی سے بھی خوش نہ ہوں گی ۔۔ ایک بات اچھی طرح سمجھ لو بلقیس رضوی میں تمہاری طرح فرضی دکھوں اور المیوں سے اپنے کو کبھی دکھی

نہیں کرتی۔ نہ ان کو اپنے پر مسلّط کرتی ہوں۔ تم مجھے اتنا بھی نہیں سمجھتیں؟"

"نہیں یہ بات نہیں۔ الماس تمہارے علاوہ میرا ہے کون جس سے میں یہ بات کہتی۔ مگر بس یہی سوچتی رہی کہ اطمینان سے آؤں گی تو بات کروں گی۔ پھر یہ معلوم ہوا کہ کرن کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔ بھئی اب ہم لوگ جیسی نوعمر چھوکریاں تو ہیں نہیں کہ میں فوراً اس کی اطلاع اٹھلا اٹھلا کر فون پر دیتی اور تم مجھ کو چھیڑتیں —"

"خیر اب یہ روایتی ٹال مٹول چھوڑو اور ہاں کر دو"

"پھر وہی جلد بازی —"

"ہاں تم ٹھیک کہتی ہو، میں واقعی جلد باز ہوں۔ تم نے مجھے بہت منع کیا تھا۔ تم نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا بلقیس۔ کہ جذباتی کشمکش میں جو فیصلے کیے جاتے ہیں وہ ٹھیک نہیں ہوتے۔ الماس نے سوچا —

"ارے میں یہ کیا کہہ گئی" بچاری الماس

"ہاں تو بلقیس تم احمد زیدی کو عرصے سے جانتی ہو۔ اسے چاہتی ہو۔ تم اس کی خوبیوں اور خامیوں سے بھی واقف ہو جس حد تک کوئی دوسرا کسی سے ہو سکتا ہے۔ بھئی شادی کی کامیابی و ناکامی بہت کچھ اس بات پر منحصر ہے کہ تم میں کس قدر رواداری، سمجھداری ہمت اور خلوص ہے۔ اور سب سے زیادہ نباہنے کا مادّہ — اور وہ تم میں یقیناً ہے بلقیس۔ تم میرے تجربے سے نہ گھبراؤ تم میں وہ کمزوریاں ہرگز نہیں ہیں جو مجھ میں ہیں"

"یہ تمھارا حسن ظن ہے"

"نہیں یہ بات نہیں ۔ سب سے زیادہ حسن ظن تو میں اپنے بارے میں رکھتی ہوں مگر بات اصل میں طبیعت کی افتاد کی ہے بعض بنیادی باتیں ہیں جو مرد عورتوں میں چاہتے ہیں"

"اور تمھارے خیال میں وہ مجھ میں ہیں؟"

"یقیناً تمھارے ہر انداز میں نسوانیت ہے ۔ بولوگی تو دھیمے دھیمے ۔ دیکھوگی تو نیچی نیچی نظروں سے ۔ ذرا کوئی تمھاری تعریف کرے گا تو ایک دم سرخ ہو جاؤگی ، کچھ کھسیا جاؤگی ۔ اور اگر اختلاف رائے بھی کروگی تو اس قدر رسان سے کہ انسان کو بجائے غصے کے پیار آجائے ۔ یہاں تک کہ تم میں جو کمزوریاں ہیں ان کا ذمہ دار بھی لوگ دوسروں ہی کو سمجھتے ہیں جیسے کلاس میں تم جب کوئی شرارت کرتیں تو یہی کہا جاتا کہ تم میری صحبت میں بگڑ رہی ہو یا کالج میں یاد ہے نا تم نے اسٹرائک کرائی تھی ۔ تو مسز آدم یہی کہتی تھیں کہ "بلقیس تو بہت اچھا لڑکی ہے یہ الماس حسین علی کی شرارت ہے ، اور پھر ایک بات اور تم میں ہے وہ یہ کہ ذرا سی بات میں تمھاری آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگتے ہیں"

"اچھا تو یہ بھی کوئی بڑی خوبی ہے"

"یقیناً ہے ۔ مردوں کو خاص طور سے شاید ہندوستانی مردوں کو وہ عورتیں بہت اچھی لگتی ہیں جو ذرا سی بات پر رونے لگیں ۔ صہیب کو مجھ سے ایک شکایت یہ بھی تھی کہ میں کبھی روتی نہیں ہوں۔ ہاں تو بلقیس بچارا احمد خاصا بے چین ہے"

"یہ سب تمہاری اور منیش سکینہ کی گل افشانیاں ہیں اور بس"
ہاں یہ خدشہ تو مجھے بھی ہے کہ اگر تم نے اور ہفتہ دو ہفتہ کی
دیر کر دی تو وہ اپنے کاموں میں لگ کر سب کچھ بھول جائے گا اور
جب تم "ہاں" کرتے پہنچوں گی تو وہ کہے گا اچھا میں نے تم کو پرپوز
کیا تھا؟ نہیں یہ ہنسنے کی بات نہیں ہے ابھی تو وہ خاصا بے قرار
ہے اپنا کام بھی چھوڑ رکھا ہے۔ پھر بلقیس زندگی اتنی مختصر ہے کہ
بے کار سوچ بچار سے فائدہ بھی کیا؟"
"اس زندگی کو تم مختصر کہتی ہو؟"
"یہ تو خیر ہمارے تمہارے سوچنے کا فرق ہے۔ اب یوں
خلاء میں مت گھورو ــــ میں نے اما جان سے بھی ذکر کر دیا ہے۔
ان کو بھی احمد پسند ہے اماں جان کو بھی دکھا دیا"
"الماس میری ہمیشہ سے یہ عادت ہے کہ تمہاری زیادتیوں
پر احتجاج کرنے کا ارادہ ہی کرتی رہتی ہوں۔ اور تم الٹا مجھ سے
لڑ لیتی ہو۔ اور میری خفگی کا کوئی نوٹس ہی نہیں لیتیں نہ اپنی زیادتیوں
کا احساس کرتی ہو"
میں جانتی ہوں کہ تم کو مجھ سے شکایت ہے۔ مگر تم تو جانتی
ہو کہ میں ناخوشگوار اور دکھ دینے والی باتوں کے ذکر سے ہمیشہ بچتی
ہوں ــــ اب میں تم کو یہ کیا بتاتی کہ میرا اور صہیب کا قطع تعلق
ہو گیا ہے۔ وہ مجھے اور گرن کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ ہمارے درمیان
بے حد ناخوشگوار شرمناک اور ذلت آمیز باتیں ہوئی ہیں۔ تم یہ
سب جان کر کس قدر دکھی ہوتیں اور انھیں دہرا کر مجھے بھی تکلیف

ہوتی۔ اور حاصل ذلت فریاد وفغاں کچھ بھی نہیں "

"یہ ٹھیک ہے مگر اپنا دکھ درد اپنے کسی ہمدرد کو سنا کر کم از کم دل کا بوجھ تھوڑا سا کم ہو جاتا ہے"

"میرا نہیں ہوتا بلقیس بلکہ بڑھ جاتا ہے۔ میں آج کل زندگی کے بہت تکلیف دہ دور سے گزر رہی ہوں۔ اگر اس وقت میں نے ہمت سے کام نہ لیا۔ تو پھر میں یوں بکھر جاؤں گی کہ اپنے کو سمیٹ بھی نہ پاؤں گی۔ میں اپنی شخصیت کو مسخ نہیں کرنا چاہتی۔ سسک سسک کر زندگی نہیں گزارنا چاہتی۔ دوسروں کے رحم اور ہمدردی کا مرکز نہیں بننا چاہتی مجھے اپنی بچی کی بہت اچھی پرورش کرنی ہے۔ اس کی زندگی میں جو محرومیاں ہیں ان کی تلافی کرنا ہے۔ میں نے جلد بازی میں جذباتیت میں اپنی زندگی کا جو غلط فیصلہ کیا ہے۔ مجھے اس کی یہ سزا ملی ہے۔ میں اپنی زندگی کا ایک ایک پل یوں گزارنا چاہتی ہوں کہ خود بھی خوش رہوں اور دوسروں کو بھی خوش رکھوں۔ اپنی نئی زندگی کی ابتدا کرتے وقت تم میری ٹریجڈی سے متاثر نہ ہونا اور یہ کوئی ٹریجڈی بھی نہیں ہے۔ میرے پاس کرن بھی تو ہے اچھا ہی ہوا نا کہ یہ ہو گئی۔ ہم ہندوستانی عورتیں بغیر کسی سہارے کے نہیں رہ پاتیں۔ ہمیں کوئی نہ کوئی سہارا ضرور چاہیے۔ چاہے ماں باپ کا ہو چاہے شوہر کا چاہے اولاد کا۔ اور دیکھو تم بھی بس شادی ہوتے ہی ——"

"بس شروع کر دی تم نے بکواس"

"ارے تم رو رہی ہو۔ واقعی جب تم روتی ہو تو بہت خوبصورت

لگتی ہو۔ تمھاری گھنی سیاہ پلکوں کی اوٹ میں یہ سفید جھلملاتے تارے کتنے رومینٹک لگتے ہیں۔ میں کل منیش کو کھانے پر بلا رہی ہوں تم خالی ہو نا رات کو؟"

"مجھے ایک لیکچر میں جانا ہے۔"

"چھوڑو لیکچر ڈیکچر بس کل تم آ رہی ہو۔ اور کل ہی ہاں کر دینا۔"

"چلو اماں جان کافی بتوائے بیٹھی ہیں۔"

تو اس کا یہ مطلب ہے کہ احمد زیدی اور بلقیس رضوی کا معاملہ بالکل طے ہو گیا۔ اب الماس کے یہاں احمد سے داماد وں والا سلوک ہوتا ہے اور یہ حضرت کس قدر بوکھلاتے ہیں ــــ مگر منیش چندر سکسینہ تو تم یوں ہی دوسروں کو پھلتا پھولتا دیکھ کر خوش ہوتے رہو گے۔ ہاں بھئی یہ بھی کیا کم ہے۔ رات الماس بلقیس سے زیادہ خوب صورت لگ رہی تھی۔ کس غضب کی کشش ہے اس لڑکی میں۔ عنابی رنگ میں تو غضب ڈھا رہی تھی۔ کاندھوں پر پڑے سیدھے سنہری بال کس قدر متناسب جسم ہے ـــ بچی ہونے کے بعد بھی یہ لڑکی ذرا بے ڈول نہیں ہوئی۔ مگر خاص ناؤں ڈالے انداز میں بار بار اپنی بیٹی کا ذکر کرتی ہے۔ شاید میری گستاخ نظروں کو قابو میں رکھنے ہی کو کرتی ہو ـــ تو کیا واقعی میں اسے پسند کرنے لگا ہوں؟ نہیں ـــ ہاں ـــ اپنا المیہ بالکل الگ نوعیت کا ہے۔ نہ محبوب کی کج ادائی کا معاملہ ہے، نہ ظالم سماج آڑے آتا ہے۔ ماں باپ

کی طرف سے بھی کوئی بندش نہیں ہے۔ کتنی لڑکیاں ہیں جو شاید ہم کو پسند بھی کرتی ہیں۔ اور خیر ہم تو انھیں دل و جان سے چاہتے ہیں۔ مگر جب سنجیدگی سے سوچو دل گھبرانے لگتا ہے۔ مگر ایسے کب تک چلے گا۔ منیش سکسینہ! اب تو کنپٹیوں پر بال سفید ہونے لگے ہیں اونھ بالوں کا کیا ہے وہ آج کل بچوں کے بھی سفید ہو جاتے ہیں یہ سوچ کر ہی دم گھٹتا ہے کہ ایک لڑکی ہی کے ساتھ پوری زندگی گزارنا ہوگی! اور پھر "محبوباؤں" کو جس طرح "بیویوں" میں تبدیل ہوتے دیکھا ہے۔ اس سے حوصلے اور بھی پست ہوتے جا رہے ہیں۔ بھئی جب مرد غیر شادی شدہ رہتا ہے ہر کنواری کی توجہ کا مرکز بنا رہتا ہے۔ اپنے پروفیسر موری بچپن کے تو ہو گئے مگر لڑکیاں ان کو کس قدر پسند کرتی ہیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک رومانی کہانی ان کے لیے گڑھی جاتی ہے — اب فی الحال تو کالج چلا جائے — سوچتے ہیں ایک آدھ کلاس لے ہی لیں۔ یہ موقع ہم لوگوں کو کب ملتا ہے ہم لوگ تو کالجوں اور یونیورسٹیوں میں گپ لڑاتے ہیں۔ عیش کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی کاٹ کرتے ہیں۔ سیاست لڑاتے ہیں فساد کراتے ہیں۔ منیش سکسینہ نے میز پر سے کتابیں اٹھاتے ہوئے سوچا۔

مہینوں کی کشمکش کے بعد جب میں نے تقریباً خود کو نارمل کر لیا تھا۔ تو یہ خط آ گیا یہ نیلا فورن لیٹر — تم مجھے تمہاری یہی بات

دل سے پسند تھی کہ تم نے اب تک مجھے اپنی کوئی خبر نہیں دی تھی۔ مگر میں سوچتی ہوں کہ ہم ایک دوسرے کے بارے میں کتنی غلط رائیں رکھتے ہیں۔ تم نے بلقیس کو لکھا ہے کہ "میں نے بہت چاہا کہ عارضی سکون کے لیے کسی لڑکی کو اپنا لوں اور اس طرح تمہاری دوست کو شاید بھلا سکوں ۔۔ یہ کچھ اتنا مشکل بھی نہیں تھا بلقیس، مگر تمہاری دوست نے عورت کی عظمت کا جو نقش میرے دل میں بٹھایا ہے۔ اس کی وجہ سے میں کسی عورت کو صرف وقتی طور پر اس لیے اپنا نہیں سکا۔ جب بھی میں نے ایسا کرنا چاہا مجھے تمہاری دوست یاد آ گئی۔" تو کیا میں نے تم کو ۔۔ کیا میں نے اس کے ساتھ زیادتی کی؟ اب میں کیا کروں؟ میرے ماں باپ پریشان ہیں کہ ان کی جوان بیٹی کس طرح اپنی پہاڑ سی زندگی گزارے گی؟ ۔۔ تم نے کس محبت سے یہاں کی ایک ایک چیز کا ذکر کیا ہے ۔۔ وہ سب چیزیں جن سے صہیب کو نفرت تھی ۔ زمان پور وہ صرف ایک دفعہ گئے تھے وہاں ان کو وہاں کس قدر تکلیف ہوئی رہتی تھی! وہ جتنے دن رہے پریشان اور بے زار رہے۔ اور تم نے زمان پور کی ایک ایک چیز کا ذکر کیا ہے محرم کا جلوس تمہیں معہ اپنی ساری تفصیلات کے اب تک یاد ہے! ۔۔ مگر میں نے ابھی تو اتنی بڑی ٹھوکر کھائی ہے ابھی تو میں سنبھل نہیں پائی ہوں تم ۔۔ تم نے لکھا ہے ۔۔

"جب بھی ابروئے درِ یار نے ارشاد کیا
جس بیاباں میں بھی ہم ہوں گے چلے آئیں گے
در کھلا دیکھا تو شاید انھیں پھر دیکھ سکیں
بند ہو گا تو صدا دے کے چلے آئیں گے

اور اس کے نیچے لکھا تھا "میری زندگی تمھاری اور کرن کی منتظر ہے"
کرن کو بخار ہے۔ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانا ہے۔ اس نے بچی کے
ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ کرن رانی تو تمھارے باپ نے تمھاری خیریت
معلوم کرنے کا ایک خط بھی نہیں لکھا۔ خیر تم تو زندگی کے اس حسین دور
میں ہو جب کسی بات کا احساس ہی نہیں ہے مگر ــــ اس نے بچی
کو گود میں لیا پھر لٹا دیا اور آنکھیں بند کر کے سر کرسی کی پشت
سے ٹیک دیا۔ دل وحشی تیرے جینے کی ادا کیا ہوگی؟

میں آج خوش ہوں بہت خوش ہوں۔ کسی کو اپنی زندگی حوالے
کر دینا کسی کو اپنا لینا یہ زندگی کا سب سے دل خوش کن تجربہ ہے۔
خیال سے کہ اب ہم اکیلے نہیں ہیں بلکہ ایک ہستی اور ہے۔ جو ہماری ہے
اس قدر سکون اور طمانیت کا احساس ہوتا ہے! مگر میاں آج آپ
موجود نہیں، میری اس خوشی میں آپ شریک نہیں آپ کی جدائی نے
میری خوشی کو کس قدر بے رنگ کر دیا ہے! یہ میں ہی جانتی ہوں۔ آپ
ہیں نہ امی جان، علی ہے بھی تو اتنی دور! علی نے لکھا ہے "باجی شادی
ہوتے ہی آپ اور احمد دا یہاں آجائیے تھوڑے دنوں کو ــــ میں
اس خبر سے کس قدر خوش ہوں اس کا اندازہ شاید آپ نہ کر سکیں"
دل پر عجیب متضاد کیفیات گزر رہی ہیں۔ کبھی آنکھیں بند کرتی
ہوں ــــ تو تم کو اس قدر قریب پاتی ہوں کہ محسوس ہوتا ہے۔ کہ تم
مجھے ابھی باہنوں میں لیے ہو ــــ اور میں بہت خوش پرسکون اور

محفوظ ہوں۔ اور کبھی یہ سوچ کر گھبرانے لگتی ہوں۔ کہ ہم اگر پیار و محبت سے نہ رہ سکے۔ مفاہمت سے زندگی نہ گزار سکے تو؟ تمہاری ضدی اور خود سر طبیعت سے ڈر لگتا ہے۔ مگر میں تمہاری ہر نند مان لوں گی۔ مگر کیا یہ حقیقی زندگی میں ممکن ہو گا؟ — تم نے مجھ سے شادی کا فیصلہ کیوں کیا؟ اس لیے کہ سروج نے تم سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا یا اس لیے کہ تم مجھے پسند کرتے تھے مجھے چاہتے تھے — نہیں نہیں تم مجھے چاہتے ہو یہ نہ جانے کیوں میرے دل کو یقین ہے۔ سروج بے چاری جانے کہاں ہو گی۔ میں اس کے دکھ کا احساس نہیں کر سکتی ہوں۔ وہ دکھ جو محبت کا جواب محبت سے نہ ملنے پر ہوتا ہے — میں نے تو صرف ایک ہی شخص کو پسند کیا چاہا۔ اور وہ مجھے مل گیا — مگر ہم جسے کامیابی سمجھتے ہیں۔ وہ ناکامی تو نہیں ہے؟ نہ جانے تمہارے گھر والے کیسے ہوں گے۔ انھیں میں پسند بھی آؤں گی کہ نہیں — تمھیں اپنی ماں سے بہت محبت ہے۔ ان کے بارے میں تم نے مجھے بہت کچھ بتایا ہے۔ مگر تمہارے باپ سے جو تعلقات ہیں جس طرح تم ان کا ذکر کرتے ہو — جس قدر تم ان سے بدگمان ہو۔ یہ سب میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے۔ صرف اس لیے کہ وہ سو فی صدی تمہاری رائے تمہاری آئیڈیالوجی سے متفق نہیں؟ تم دوسروں کو اپنی رائے رکھنے کا حق کیوں نہیں دیتے؟ میرا دل چاہتا ہے کہ ہم اس گھر میں رہیں یہ گھر جسے میرے باپ نے کس شوق کس چاہت سے بنوایا تھا۔ میرا دل نہیں چاہتا ہے کہ میں اسے کرایہ پر دوں یا اسے خالی چھوڑ دوں — یہ بہت

جذباتی سی بات ہے مگر نہ معلوم تم اسے منظور کروگے — یا نہیں۔
اگر تم نے انکار کر دیا تو مجھے بہت دکھ ہوگا۔ اونہہ تو یہ چھوٹی چھوٹی
باتیں ہیں مگر یہ چھوٹی چھوٹی باتیں زندگی میں اہم نہیں ہو جاتیں ؟ تو
اب چند دن میں بلقیس کمال حسین رضوی سے بلقیس احمد زیدی
بن جاؤں گی ؟ میں — تم — مگر میں سوچتی ہوں کہ میں کروں گی
کیا ؟ یہ سوال تو اب بھی جوں کا توں ہے اور اتنا ہی اہم —
شاید احمد زیدی میں تمہاری مدد سے اس سوال کا جواب پاؤں
سوچتی ہوں کبھی تو — قطرہ دریا میں مل کر خود کو فنا کر دیتا ہے کبھی دریا
میں نہیں ملتا بلکہ قطرہ ہی رہتا ہے اور کبھی دریا جھاگ بنا کر قطرے کو
کنارے پر لا پھینکتا ہے۔ تو قطرہ دریا قطرہ جھاگ کنارہ قطرہ
قطرہ دریا دریا جھاگ کنارا۔

یہ حسین منظر مارچ کی یہ حسین خوشگوار صبح جنگلوں کے درمیان
تیزی سے چلتی ہوئی ریل پہاڑوں کی اوٹ سے جھانکتا ہوا سورج
تو چاروں طرف حسن ہی حسن ہے۔ یہ میری بیوی ہے بلقیس کمال
حسین رضوی جسے میں اپنی پہنچ سے بہت دور سمجھتا تھا!
گلابی رضائی اوڑھے سامنے سیٹ پر بلقیس سو رہی تھی۔ اس
کے نازک پیر رضائی سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ چوٹی سیٹ کے
نیچے جھول رہی تھی۔ زندگی کا یہ رخ کس قدر اچھا کتنا پیارا
ہے۔ اس نے بلقیس کی چوٹی اٹھا کر اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے

سوچا۔ ماں میناؔدی بابا بھی خوش ہیں سبھی کو بلقیس بہت پسند ہے۔ ماں کے لیے تو صرف یہی کافی ہے کہ وہ میری بیوی ہے اور بابا؟ ان کو پسند آگئی کمال ہے! صرف اس لیے کہ بلقیس نے انھیں ضرورت سے زیادہ توجہ دی۔ ان کی لمبی لمبی تقریریں خاموشی سے سنیں ـــــ ان کے ساتھ ہر سرکاری اور نیم سرکاری تقریب میں شرکت کی، اس دن بابا نے آکر میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا "تو نے ایک ہی عقل مندی کا کام کیا ہے" "جی" میں سٹپٹا گیا۔ اور میناؔدی ہنسنے لگیں "بول کیا" "جی؟" "وہ یہ کہ بلقیس جیسی پیاری اور سمجھ دار لڑکی سے شادی کی ــ" میں ہنسنے لگا۔ ماں ہم دونوں کو اس طرح باتیں کرتے دیکھ کر کس قدر خوش ہو رہی تھیں ــ اور بابا نے بلقیس سے کہا تھا "اور بیٹی تم نے ایک ہی حماقت کی کہ میرے خود سر ضدی بیٹے کو اپنا شوہر بنا لیا" بلقیس شرما کر چپ ہو گئی۔ مگر ماں نے بہت برا مانا اور بابا دیر تک ماں کو چھیڑتے رہے۔ اس دفعہ کوئی بھی ناگوار بات نہیں ہوئی۔ اور یہ سب تمھاری وجہ سے ہوا۔ بلقیس تمھاری شخصیت میں یہ جو دلنوازی ہے یہ نرمی اور دلسوزی ہے۔ یہ تمھیں ورثے میں اپنے باپ سے ملی ہے۔ تم کتنی جلدی اپنی شخصیت کے جادو سے لوگوں کا دل موہ لیتی ہو۔ بالکل میرے برعکس میں لوگوں کو خفا کیا کروں گا تم منایا کرنا ـــ لوگوں کو ہماری شادی پر بہت حیرت ہوئی کیونکہ کسی نے نہ ہمارے عشق کے چرچے سنے نہ ریسٹورانوں

اور پکچر ہاؤسوں میں دیکھا تم تو ہماری میٹنگوں میں بھی بہت کم آتی تھیں۔ مگر منیش چندر سکسینہ تم ــ تم کتنے اچھے ہو! تم نے مجھے اپنی زندگی کا سب سے غلط فیصلہ کرنے سے بچا لیا۔ اور میری بدتمیزی اور بدزبانی کے باوجود تم نے مجھے اس اقدام سے باز رکھا۔

سروج! کیا سروج کے ساتھ میں نے ناانصافی کی؟ خدا کرے کہ اس نے کسی کو اپنا لیا ہو یا پھر اب ــ وہ بہت جذباتی لڑکی ہے۔ سچ کہتا ہے منیش کہ میں نے اس کے ساتھ بہت زیادتی کی۔ مگر سروج نے اپنی جذباتیت اپنی بیوقوفی میں نہیں نہیں خیر چھوڑو ــ میں تمھیں بہت چاہتا ہوں۔ بلقیس تمھیں پاکر بہت خوش بہت پرسکون اور مطمئن ہوں۔ تم جیسی پیاری لڑکی کو اگر میں کھو دیتا تو؟ مگر اب تو تم میری ہو ــ ہو نا ــ تم جیسی ساتھی کے بغیر زندگی گزارنا پڑتی! میں تو ابھی سے تمھارا ایک ایک کام کے لیے محتاج ہو گیا ہوں۔ چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لیے تمھیں پکارتا ہوں۔ ایک دن تم پہلو میں نہ ہو تو نیند نہیں آتی سمجھ میں نہیں آتا اتنے دن کیسے تمھارے بغیر ــ بلقیس نے کروٹ بدلی ــ میں سوچتا ہوں کہ کیا واقعی ہم زندگی بھر اسی طرح ایک دوسرے کو چاہتے رہیں گے۔ کیا ہم ایک دوسرے کی خامیوں اور کمزوریوں کو رواداری محبت اور دل سوزی سے معاف کر دیں گے؟ نظریات اور خیالات کا فرق ہم دونوں میں وجہ اختلاف تو نہیں بن جائے گا؟ تم میرے کاموں

میں رکاوٹ تو نہیں ڈالوگی؟ کیا میں رفتہ رفتہ دوستی محبت ا
نرمی سے تمھارے خیالات بدل سکوں گا؟ یہ سوالات برابر
دماغ میں گھومتے ہیں مگر ان کا جواب؟ بلقیس نے آنکھیں کھول
دیں نیند بھری سیاہ حسین آنکھیں احمد نے اس کی پیشانی پر اپنا
ہاتھ رکھ دیا۔

"تم کب سے جاگ رہے ہو؟"

"بہت دیر سے۔"

"کیا کر رہے تھے؟"

"تمھیں دیکھ رہا تھا۔" بلقیس جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ احمد
اس کے قریب آ بیٹھا۔ بلقیس نے اس کے کندھوں پر اپنا سر
ٹیک دیا۔ احمد نے اسے اپنی باہوں میں لے لیا۔ گاڑی تیزی
سے چلی جا رہی تھی۔ بلقیس سوچ رہی تھی۔ کیا زندگی واقعی اتنی
خوب صورت اتنی دلکش اور اتنی دلفریب ہے؟ کہیں میرے
ساتھ الماس والی ٹریجڈی ــــ نہیں نہیں ــــ نہیں کیوں
ہاں نہیں نہیں ہاں ــــ نہیں کیوں ہاں کیوں نہیں ــــ ہاں
نہیں۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی شاید کوئی اسٹیشن
آ گیا تھا۔

■■